کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ

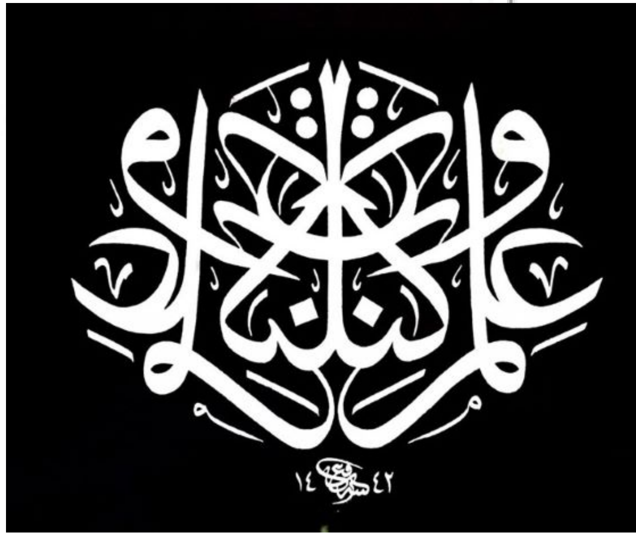
(جلد اوّل)

جائزہ
جابر علی سیّد

حواشی و تعلیقات
وارث سرہندی

مقتدرہ قومی زبان ۔ اسلام آباد

۱۹۸۴ء



کتب لغت کا تحقیقی جائزہ

https://telegram.me/ilmokitab

طبع : اول

سال اشاعت : ۱۹۸۴ء

تعداد : ۱۰۰۰

قیمت کاغذی جلد : ۳۶ روپے

ریکسین جلد : ۵۴ روپے

طابع : سید ظفر الحسن رضوی

ظفر سنز پرنٹرز

۹ بی کوپر روڈ ، لاہور

ناشر : **مقتدرہ قومی زبان**

مکان نمبر ۱۰ ، گلی نمبر ۳۲

ایف ۸/۱ اسلام آباد

کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ

(جلد اوّل)

جائزہ

جابر علی سیّد

حواشی و تعلیقات

وارث سرہندی

مقتدرہ قومی زبان ۞ اِسلام آباد

۱۹۸۴ء



عرض ناشر

اردو کی جدید اور قدیم لغات کی تعداد یوں تو ہزاروں تک پہنچتی ہے لیکن چند ایک لغات ایسی بھی ہیں جو آج بھی بعض پہلوؤں سے قابلِ ذکر اور مستعمل ہیں ۔ ان میں انگریزوں اور مستشرقوں کی مرتبہ لغات بھی شامل ہیں اور مقامی اہلِ زبان کی مرتبہ لغات بھی ۔ آج ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ ایک لمحہ ٹھہر کر اپنے اس لغوی ذخیرے کا بنظرِ غائر جائزہ لیں ۔ چنانچہ ایک سلسلہ وار منصوبے کے تحت یہ جائزہ پیش کیا جارہا ہے ۔

جلد اول کی پیشکش دو لغات کے جائزہ پر مشتمل ہے ۔ اول "پلیٹس کی لغت" اور دوم ''فرہنگِ آصفیہ'' ۔ ان لغات کے ساتھ آج اہلِ علم و قلم میں بہت سے اختلافات پائے جاتے ہیں بعض مقامات پر اختلافات کی گنجائش بہت بڑھ گئی ہے ۔

جناب جابر علی سید ایک معروف محقق اور ماہرِ لسانیات ہیں ۔ انہوں نے مذکورہ لغات کا یہ تنقیدی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے ۔ ان کی رائے کے ساتھ دیگر اہلِ علم کہاں تک متفق ہیں بعض قدیم الفاظ کے اشتقاقات کے بارے میں محقق کے نظریات کس قدر قابلِ قبول ہیں ؟ اس کا فیصلہ تو قارئین ہی کرسکتے ہیں ۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ان کے نظریات مقتدرہ قومی زبان کی پالیسی سے ہم آہنگ ہوں ۔ اس قسم کے تحقیقی کاموں میں کوئی پالیسی محققین پر ٹھونسی بھی نہیں جاسکتی ۔ چنانچہ آزادیٔ رائے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس مطالعے کو شائع کیا جا رہا ہے ۔



نام کتاب: کتب لغت کا تحقیقی ولسانی جائزہ (جلد اول)

مصنف: جابر علی سید

صفحات (۱۶۴)

سنہ: ۱۹۸۴

ناشر: مقتدرہ قومی زبان۔ اسلام آباد

تعارف نگار: عبد المتین منیری (بھٹکل)

زبانیں تہذیب وثقافت کی علامت ہوا کرتی ہیں، یہ مختلف قوموں کے اختلاط سے بنتی ہیں، اور انہیں بنتے بنتے صدیاں بیت جاتی ہیں، اس دوران یہ تبدل وتغیر کے کئی ایک مراحل سے گذرتی ہے، اور اسے تکمیل تک پہنچانے میں علمائے لغت کی کئی نسلیں بیت جاتی ہیں۔ اردو زبان بھی کچھ ایسی ہی زبانوں میں شامل ہے۔

جب زبانیں بنتی ہیں تو ان میں نت نئے الفاظ شامل ہونے لگتے ہیں، جو دوسروں زبانوں سے بھی آتے ہیں، اور بولنے والوں کے ماحول ومعاشرت سے بھی تخلیق پاتے ہیں، جب زبانیں تشکیل پاتی ہیں اور ان کے الفاظ استعمال میں آنے لگتے ہیں اور ان کا دائرہ کار بڑھ جاتا ہے، اور مختلف قوموں تک یہ پھیل جاتی ہے، تو پھر انہیں سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ماہرین زبان معاجم اور کتب لغت ترتیب دیتے ہیں، اردو ان خوش قسمت زبانوں میں سے ہے جسے ابتدائے زمانہ ہی سے ماہر لغت نویس دستیاب ہوئے اور انہوں نے الفاظ کے معنی ومفہوم اور ان کے استعمالات بتانے کے لئے کتب لغت تصنیف کی۔

ایک زمانہ تھا کہ اردو دہلی اور لکھنو تک محدود تھی، اور زبان کے استناد کے لئے ان دو شہروں کی مہذب سوسائٹی کی بولی اہل زبان کی بولی سمجھی جاتی اور بطور سند استعمال ہوتی تھی، لیکن اب اہل زبان کی یہ اصطلاح متروک ہوتی جارہی ہے،

کیونکہ دہلی اور لکھنو سے زیادہ اردو کو دوسرے شہروں نے سینے سے لگالیا ہے۔ اب جو علمائے زبان کے تشکیل کردہ اصولوں کی پاسداری کرے وہی سند ہے۔ اس کی مثال میں آپ مستند اور مشہور ماہر زبان ڈاکٹر رؤوف پاریکھ صدر نشین ادارہ فروغ قومی زبان اسلام کا نام لے سکتے ہیں، ہمارے خیال میں پاریکھ صاحب کی آبائی گھریلو زبان اردو نہیں ہے۔ اگر ہم غلطی نہیں کررہے ہیں تو پاریکھ کی نسبت رکھنے والوں کی مادری زبان گجراتی یا راجستھانی ہے، غالبا میمن برادری میں بھی پاریکھ پائے جاتے ہیں۔

چونکہ مسلمانوں سے وابستہ علمی کام چاہے وہ اردو کے ہوں یا عربی کے ان میں بڑی بڑی کتب لغت عموما اداروں اور اکیڈمیوں کے بجائے افراد کے ہاتھوں انجام پائے ہیں۔ لہذا ان میں غلطیوں کے امکانات زیادہ ہیں، ان زبانوں کے عالموں نے ان زبانوں کے الفاظ واستعمالات کے تنقیح وتصحیح پر عمریں صرف کی ہیں۔ اردو میں بھی اس سلسلے کا وقیع کام ہوا ہے، لیکن اسے جتنے وسیع پیمانے پر متعارف ہونا چاہئے تھا ویسا متعارف نہیں ہے، اس کی بڑی وجہ لسانیات کے اس اہم شعبہ سے اردو والوں کی بے اعتنائی او سہل پسندی ہے۔

اسلام آباد میں سنہ ۱۹۸۰ کی دہائی میں مقتدرہ قومی زبان کا قیام عمل میں آیا تھا، تو اردو زبان کو علمی زبان کی حیثیت سے فروغ دینے، اور صحت زبان کے ساتھ اسے عام کرنے کے لئے کئی منصوبوں پر کام ہوا تھا، جن میں کتب لغت کا تحقیقی ولسانی جائزہ سے متعلق منتشر کتابوں کو اکٹھا کرکے عام قارئین تک ان کی رسائی کو آسان کرنا شامل تھا، اور اس سلسلے سات جلدیں شائع ہوئی تھی، اور پھر ابھی قریب میں ڈاکٹر رؤوف پاریکھ کی آٹھویں جلد شائع ہوئی ہے۔

اس علمی سلسلے میں ماہرین لسانیات میں سے جابر علی سید، وارث سرہندی، نواب جعفر علی خان اثر کی کتابیں شامل تھیں، غالبا یہ کتابیں مقتدرہ سے ایک ہی مرتبہ شائع ہوئیں، اور اب تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہیں، پی ڈی یف کتابوں کو عام کرنے والوں نے بھی اسے توجہ کے قابل نہیں سمجھا، حتی کہ ریختہ والوں کی بھی نظر اس سلسلے کی دو ایک کتابوں سے آگے نہیں گئی ہے۔

اس سلسلے کی اہمیت کے پیش نظر علم وکتاب گروپ کے احباب کے لئے خاص طور پر ہم نے کتب خانہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل سے اس پورے سلسلے کو حاصل کرکے اس کی اسکیننگ کی ہے۔

اس سلسلے کی پہلی کتاب جابر علی سید کی تصنیف کردہ ہے، جو ایک بڑے ماہر لسانیات تھے، مصنف کتاب کی طباعت سے پہلے ہی اللہ کو پیارے ہوگئے، اس کتاب پر نظر ثانی علمی اردو لغت کے مرتب اور مشہور ماہر زبان وارث سرہندی نے کی ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے جائزہ کے لئے دو کتب لغت کا انتخاب کیا:

۔ پلیٹس کی لغت: انگریزوں نے ہندوستان آنے کے بعد یہاں کی زبان سیکھنے کے لئے کتابیں اور کتب لغت تیار کیں، ان میں یہ ایک اہم مرجع ہے، یہ (۱۲۵۴) صفحات پر دو کالمی لغت ہے، یہ غدر کے ایک سال بعد ۱۸۵۸ء میں دیدہ زیب انداز سے کلکتہ سے اردو ٹائپ پر شائع ہوئی تھی۔

۔ فرہنگ آصفیہ، مولوی سید احمد دہلوی کی چار ضخیم جلدوں میں ۱۹۱۸ء میں شائع شدہ یہ لغت اردو کی اہم ترین لغت سمجھی جاتی ہے، کوئی بھی اردو کا قاری اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، نہ ہی اردو کی کوئی لغت اس سے مستغنی کرسکتی ہے، اس کا ایک نیا ایڈیشن الفیصل لاہور سے شائع ہوا ہے، جو کتاب کے شایان شان ہے۔ اس نئے ایڈیشن کو ہم نے اسکین کرکے محفوظ کیا ہے، اس کے بوک مارک کا کوئی نظم ہو تو ایک بڑی خدمت ہوسکتی ہے۔

جابر علی سید نے اپنی اس کتاب میں فرہنگ آصفیہ کی چند فروگزاشتوں پر ایک جائزہ پیش کیا ہے۔ جو اردو کے طالب علموں کے لئے بہت اہم ہے۔

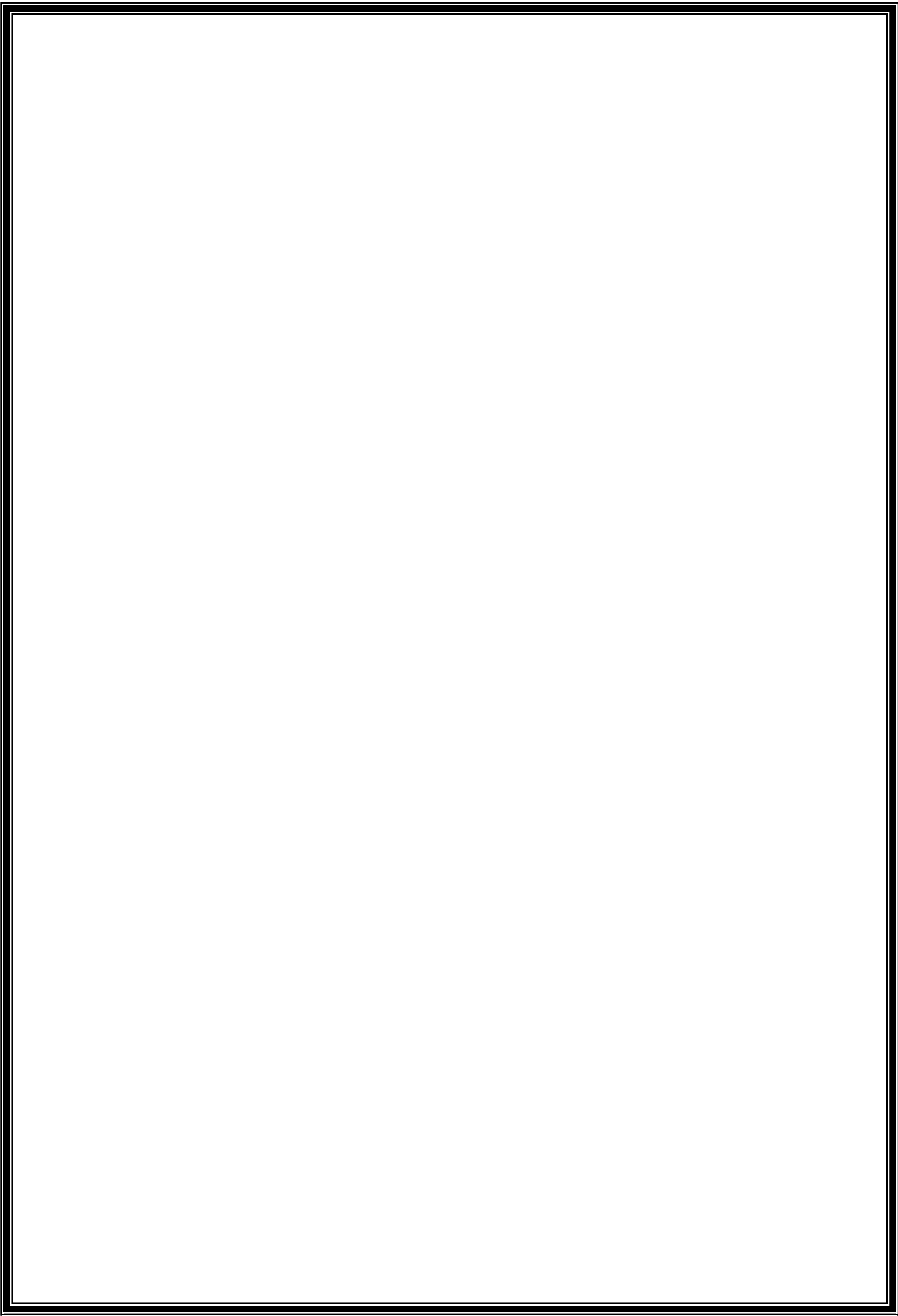
قاری کے ذہن میں یہ بات رہے کہ فرہنگ آصفیہ پر جابر علی سید کے نقد وتبصرہ اور جائزہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سید صاحب کی بات حتمی اور درست اور فرہنگ آصفیہ کی بات غلط ہے، یہ ایک نقطہ نظر کی حیثیت رکھتا ہے، لیکن اردو کے

ایک طالب علم اور قاری کو ماہرین زبان کے درمیان ہونے والے ان علمی ولسانی اختلافات اور ان کے جائزوں کا علم ہونا چاہیئے، ان بحثوں میں نتیجہ سے زیادہ اہم یہ جاننا ہوتا ہے کہ اختلاف کی وجہ کیا ہے۔ اس طرح ہماری زبان زیادہ درست اور بہتر ہو سکتی ہے۔ احباب کی دلچسپی اور متابعت جاری رہی تو ان شاء اللہ مزید چیزیں پوسٹ ہونگی۔

ہماری خواہش ہے کہ لکھنو، دہلی یا کسی اور شہر میں کوئی ایک مرکز ایسا ہو جہاں ان اہم کتابوں کی کی کاپی اور جلد بندی کا انتظام ہو، اور مناسب قیمت پر ایسی کتابیں طلب کرنا مدارس، اساتذہ اور طلبہ کے لئے آسان ہو، یہ کام ہمارے گروپ ممبر مولانا مفتی حذیفہ وستانوی صاحب اپنے ادارے سے بھی کر سکتے ہیں، ہمارے خیال میں اس کی لاگت اصل کتاب سے زیادہ نہیں آئے گی۔ اس مقصد سے زیادہ واضح اور معیاری کاپی فراہم کی جا سکتی ہے۔

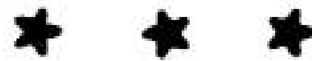
علم وکتاب ٹیلگرام چینل پر کتاب دستیاب ہے۔

Https://telegram.me/ilmokitab



جناب وارث سرہندی نے بھی اس مسودے پر بعض تعلیقات اور حواشی کا اندراج کیا ہے۔ جنھیں الگ طور سے کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔ وارث سرہندی صاحب "علمی اردو لغت" کے مصنف ہیں اور محقق کی حیثیت سے معروف ہیں۔ ان کے نظریات سے بھی اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم اہلِ فکر و نظر کے رشحاتِ قلم کے منتظر رہیں گے تاہم ایک بات طے ہے کہ ہر دو حضرات کے نظریات سے مقتدرہ کا متفق ہونا ضروری نہیں اور یہ علمی مباحثہ ذوقِ تحقیق کو مہمیز دینے کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ ع گر قبول افتد ز

اس سلسلے کے تحت دوسری جلد "فیلن کی لغت" اور "جامع اللغات" کے جائزے پر پیش کی جارہی ہے۔ یہ جائزہ جناب وارث سرہندی نے لیا ہے۔ اسی طرح مختلف جائزوں پر باقی جلدیں بھی حسبِ موقع پیش کردی جائیں گی۔



مندر جات

۱ ۔ عرض ناشر	۵
۲ ۔ پلیٹس کی لغت	۱۳
۳ ۔ فرہنگِ آصفیہ	۱۰۷
۴ ۔ حواشی و تعلیقات از وارث سرہندی	۱۳۵

★ ★ ★

موت العالم

کتاب چھپ چکی تو خبر ملی کہ کتاب کے مصنف جناب جابر علی سید ۳ جنوری ۱۹۸۵ء کو بقضائے الٰہی انتقال فرما گئے ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جلد بندی روک کر یہ صفحہ شامل اشاعت کیا گیا کہ یہ مصنف کی زندگی کی اہم کتاب تھی ۔ اگرچہ موت نے انہیں مطبوعہ صورت میں اسے دیکھنے کی مہلت نہ دی ۔ لیکن ان کے تبحرِ علمی کا یہ اظہار یقیناً ان کے نام کو زندہ رکھنے کا سبب بنے گا مرحوم اردو لسانیات میں اپنا ایک نام رکھتے تھے ۔ اور عرصے سے مقتدرہ قومی زبان کے ذریعے سے اردو کی خدمت کر رہے تھے ۔ ان کے کام یقیناً اردو کی تاریخ سے محو نہ ہوں گے ۔ خدا انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ۔ (آمین)

پلیٹس کی لغت

پلیٹس کی لغت

پلیٹس کی لغت : (آئندہ صرف پلیٹس لکھا جائے گا) کئی اعتبار سے مثالی ہے اصلاً یہ انگریزوں کے لیے لکھی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں انگریزوں کے تصور اردو بصورتِ ہندوستانی (اردو + ہندی) کی یہ بہترین مجموعی شکل ہے ۔ پلیٹس علوم شعری میں عدمِ مزاولت کی بری مثال ہے اصنافِ سخن کا صحیح درک اس میں مفقود ہے ۔ یہ اس کا کمزور ترین پہلو ہے ۔ لیکن اس سے ہندی زبان ، سنسکرت الفاظ ، اور دیوناگری رسم الخط بآسانی سیکھا جا سکتا ہے فارسی الفاظ کی اصل بھی قابلِ تعریف پہلو ہے اس معاملے میں اغلب ہے کہ مؤلف نے سب سے بڑھ کر برہانِ قاطع جیسی مقبول اور بآسانی دستیاب لغت سے پورا استفادہ کیا ہے ۔

اس کی ضخامت ۱۲۵۸ صفحات ہے اور یہ دو کالمی لغت ہے جو اکثر لغات کی روایت ہے ۔ پلیٹس سے پہلے جن مستشرقین نے ہندوستانی انگریزی فرہنگیں لکھیں ان کا مفصل تذکرہ مولوی عبدالحق نے اپنی لغتِ کبیر مع انجمن ترقی اردو ، کراچی ۱۹۷۷ء کے مقدمہ میں دے دی ہے نیز ان تمام فرہنگوں کے محاسن و معائب گنا دیے ہیں ۔ اس تفصیل کے مطابق گلکرائسٹ کی ہندوستانی ، انگریزی لغت بطور شعبۂ ثانی انگریزی ہندوستانی لغت ۱۷۹۹ء کلکتہ ، ولیم کرک پیٹرک کی ہندوستانی ، انگریزی لغت ۱۷۸۵ء (نامکمل) ہنری پیرس کی فرہنگ ۱۷۸۵ء جوزف ٹیلر کی اپنے لیے لکھی ہوئی ہندوستانی ، انگریزی لغت ۱۸۵۸ء جس کی اضافہ شدہ شکلیں ولیم ہنٹر اور جان شیکسپئر کی فرہنگیں ہیں ان میں

---

1. A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English. John T. Platts, London, 1884, and Lahore : Sang-i-Meel Publications, 1983.

ڈنکن فوربس کی فرہنگ بھی ہے جو لائق قدر ہے ۔ ۱۸۵۸ء پلیٹس کی لغت بھی ضخیم اور دیدہ زیب ہے ۔ ساتھ ہی گلگرائسٹ کی Oriental Linguist بھی جو مختصر مگر مخصوص النوع ہے ۔ ۱۸۷۹ء میں فیلن کی لغت ہندوستانی ۔ انگریزی جس کی ترتیب میں سید احمد دہلوی کا حصہ ہے فیلن کی لغت پلیٹس سے پانچ سال قبل نکلی تھی ۔ اس کی خصوصیت محاورات و امثال کی کثرت اور ادبی اصطلاحات کا فقدانِ ارادی ہے جس کمی کو پلیٹس پورا کرتی ہے ۔ فیلن کی ادبی گریز پائی ایسی نمایاں ہے کہ پلیٹس اور مولوی عبدالحق دونوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا ہے ۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ سید احمد دہلوی نے بھی فیلن کے وطیرے کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا ہے ۔ ابتذال جیسا اہم کثیر المعنی لفظ دونوں نے نکال باہر کیا ہے ۔ لیکن پلیٹس نے اس کا اندراج کیا ہے ۔

مولوی عبدالحق صاحب نے اس کے بارے میں لکھا ہے :

"یہ بہت اچھی لغت ہے ۔ الفاظ کے ساتھ محاورات بھی دیے ہیں اور تشریح کے لیے انگریزی ادب سے مثالیں پیش کی ہیں ۔" فرہنگ پلیٹس کے بارے میں مولوی موصوف لکھتے ہیں :

" Malts کی مبسوط اردو ہندی انگریزی لغات ۱۸۸۴ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئی اس کے بعد کئی بار چھپی ہے ۔ پلیٹس کی لغات فیلن کی کتاب کے مقابلے میں بہت زیادہ ضخیم اور وسیع ہے اس نے اردو کے ساتھ ٹھیٹھ ہندی کے لفظ بھی لکھے ہیں اس کے علاوہ فارسی ، عربی سنسکرت کے الفاظ کا بھی بہت کافی ذخیرہ ہے جن میں سے اکثر اردو زبان میں مروج ہیں ۔ الفاظ کے معنوں میں زیادہ تفصیل اور وسعت پائی جاتی ہے اور اکثر الفاظ کے ماخذ اور اصل کا بھی اشارہ کیا ہے لیکن معنی اور استعمال کے لیے سند نہیں دی ۔ ہر اصل لفظ پہلے اردو رسم الخط میں ہے اس کے آگے ناگری رسم الخط میں اور اس کے بعد رومن حروف میں ۔ ان دونوں فاضل لغت نویسوں کی محنت اور کاوش قابل داد ہے ۔ مولوی صاحب سے یہاں ایک غلطی ہوگئی ہے ۔ پلیٹس نے فارسی عربی الفاظ کو ناگری رسم الخط میں نہیں لکھا بلکہ صرف ہندی سنسکرت اور پراکرت الفاظ کو ناگری میں درج کیا ہے فارسی عربی الفاظ

کو البتہ رومن حروف میں لکھا ہے لیکن ہندی الفاظ کو رومن اور ناگری دونوں رسم الخطوں میں درج کیا ہے اور یہ اضافی خوبی ہے۔

پلیٹس اور یائے مجہول : یہ امر اچنبھے کا ہے کہ ۱۸۸۴ء میں کوئی مصنف خصوصاً کوئی فرہنگ نویس یائے مجہول کی بجائے یائے معروف لکھے اور معنوی امتیازات کو مخدوش کرے۔ اول تو یہ انتہا درجے کی تقلید پرستی ہے کہ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی فرہنگوں میں جب کہ یائے مجہول لکھنے کا رواج نہ تھا، گلکرائسٹ فرگوسن وغیرہ اور عہدِ پلیٹس و مینن میں اعراب کا کچھ فرق اور ارتقاء نظر نہ آئے اور کلکتہ والوں کی لکیر کو پیٹتے چلے جائیے۔ دوم یہ کہ اس اعرابی نظام سے جو معنوی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان کا بھی کچھ خیال نہ کیا جائے۔ فارسی بارے کو باری لکھا جائے اور اس بات سے صرفِ نظر کر لیا جائے کہ متوسط درجے کا طالب علم اس کے معنی عربی کے باری اور فارسی کے باری سے مغشوش کر سکتا ہے۔ دراصل ہر نیا لغت نویس وہ مستشرق ہو یا اہلِ مشرق اپنے پیشرووں کی لکھی ہوئی فرہنگوں کا الا ماشاءاللہ نقال اور مکھی پر مکھی مارنے والا منشی ہوتا ہے۔ اصل فرہنگ نگار وہ ہے جو اولین فرہنگ مرتب کرتا ہے بعد میں آنے والے اس پر وقتاً فوقتاً اضافہ کرتے رہتے ہیں جب یہ اضافہ اپنی حد کو پہنچ جاتا ہے تو پھر ان فرہنگوں کے خلاصے تیار ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن سے معمولی طالب علم اور ضرورت مند اصحاب مستفید ہوتے ہیں۔ ضخامت اور قیمت میں کمی بہت بڑی کشش رکھتی ہے اور بازار میں زیادہ فروخت ہونے والی فرہنگیں کم قیمت اور مختصر قسم کی فرہنگیں ہوتی ہیں۔ مولوی عبدالحق کی انگریزی اردو لغت ہی کو لے لیجیے اور آکسفورڈ ڈکشنری کی مثال بھی سامنے رکھ لیجیے۔ بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا پلیٹس نے کافی تعداد میں لفظوں کو یاء مجہول دے کر بھی درج کیا ہے مثالاً چند الفاظ ملاحظہ ہوں۔

غلط یاء : صحیح املا	معنی	پلیٹس کا املا
بارے	ایک دفعہ	باری

صحیح یاء مجہول سے : ارے۔ ارے پرے۔ دھے۔ دھے دھے۔ آرے۔
بلے فارسی بمعنی ہاں۔ آگے۔ کاہے

لیکن اس کے مخفف کو پھر یاء معروف سے لکھا ہے یعنی کہی حالانکہ کہے لکھنا چاہیے تھا۔ یہاں ہمارے ذہن میں میر و مرزا کا عہدِ شاعری ابھرتا ہے جب آلی 'نے' کے استعمال میں بے اصولی عروج پر تھی۔ شاعر جب مجبور ہوتا نے برتتا اور جب مجبور ہوتا اسے محذوف رکھتا۔ سب سے پہلے باقاعدہ طور پر 'نے' کا استعمال میر حسن کی مثنوی 'بدر منیر' میں ہوا۔

جان شیکسپئر کی فرہنگ میں بھی ایسا ہی ہے۔ وہاں میر و سودا کے بعض اشعار بھی سند کے طور پر درج ملیں گے جن میں یاء معروف بجائے مجہول لکھی گئی ہے۔ سودا کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

یہ نہیں دریا کہ جس سی گزریں پل باندہ کر
موجِ چشمِ عاشقاں دی توڑ پل میں پل کے پل

پلیٹس کا یہ فرسودہ اعرابی نظام اس کے چہرے پر بدنما داغ ہے۔ فرسودگی اور قدامت میں فرق ہے۔ ابھی جس اعرابی اعجوبے پن کو دکھایا گیا ہے وہ فرسودگی کی علامت ہے۔ قدامت یہ ہے کہ روایت اور ماضی کے رجحانات کا سراغ اس سے بہتر کسی اور صورت میں نہیں مل سکتا۔ رفتار زمانہ کے ساتھ بعض محاورات بدل سے جاتے ہیں جب ہمیں فرہنگوں میں ان محاورات کی جگہ ان کی پرانی صورتیں ملتی ہیں تو ایک خوشگوار اچنبھا ہوتا ہے۔ پلیٹس میں ایک محاورہ مندرج ہے تحتِ لفظ مردنی

۱ - مردنی پھرنا جس کی جدید صورت مردنی چھا جانا ہے۔

۲ - مردنی بمعنی تعزیت۔ محاورہ مردنی پہ جانا۔

پلیٹس کے بعض لفظوں کا ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اشتقاقیات کے تحت تحطیہ بھی کیا ہے ان میں لفظ تنکہ ہے۔ ملاحظہ ہو اشتقاقیات مجلہ اردو نامہ، کراچی اکتوبر ۱۹۶۳ء۔ لفظ بھنڈ پیرا جو پلیٹس کی فرہنگ کی بجائے اس کی گرامر میں ہے (اسمِ فاعل ہندی کی بحث) اسے شوکت سبزواری نے منحوس کے قدموں والا بمعنی منحوس قرار دیا ہے جبکہ پلیٹس کے نزدیک یہ بھونڈا کا مخفف ہے۔

پلیٹس میں ٹائپ نیا اور باریک تر وضع گیا گیا ہے جیسا کہ دیباچے میں مؤلف نے بتایا ہے۔ پلیٹس اپنی وسعت، ضخامت اور صحتِ طباعت

کے اعتبار سے ایک مثالی چیز ہے ۔ صحت نامہ میں جو چند صفحوں پر مشتمل ہے بعض اشتقاقیاتی اضافے اور تبدیلیاں ہیں جو مؤلف کی عرق ریزی اور صحت پسندی کی دلیل ہیں ۔ ٹائپ کی صرف ایک غلطی نظر آتی ہے ۔ جسے تین مختلف لفظوں میں دھرایا گیا ہے ملاحظہ کیجیے ۔

صفحہ	غلط	صحیح	رومن رسم الخط
	اشتنھہ	اشتبھہ	Ashtabaha
	ناد رنگین	باد رنگین	Badrangin
	ناد رنگ	باد رنگ	Badrang

یعنی ب کے تحتی نقطہ کو اوپر ڈال دیا گیا ہے ۔ ٹائپ کی باریکی اور نفاست کا یہ فائدہ بھی ہوا ہے کہ ہزار بارہ سو صفحات میں تین رسم الخط برت کر ہزارہا لفظ متعدد معانی اور صور کے ساتھ مندرج ہو گئے ہیں ورنہ زیادہ موٹا ٹائپ ہوتا تو فرہنگ کی ضخامت ناقابلِ برداشت ہو جاتی اور قیمت بھی زیادہ ہوتی ۔

پلیٹس کے محاسن بہت ہیں سب سے بڑی خوبی اس میں ہندی پراکرت اور سنسکرت کے الفاظ کا اندراج ہے جو اردو لسانیات ، تقابلی اردو صوتیات اور ہندی ادبیات سے معقول واقفیت کا ذریعہ ہے ۔ اسی لیے میں نے دورانِ تجزیہ ایسے الفاظ کو جو عسیرالاملا اور دقیق التلفظ ہوں م ۔ ا (معلومات افزا) کی علامت کے ساتھ درج کر دیا ہے ۔ مؤلف نے ہندی اور پراکرت کے مابین بیٹی اور ماں کا تعلق قائم کیا ہے اور یہ خیال بھی عام مگر گمراہ کن ہے کہ سنسکرت اور ہندی کے درمیان بھی ماں اور بیٹی کا رشتہ ہے یہ رشتہ بظاہر اس لیے نظر آتا ہے کہ ہندی کے بہت سے الفاظ سنسکرت کے الفاظ کی مخفف صورتیں ہیں اس تخفیف میں عموماً آخری حرف کی ترمیم یا تسکین کا عمل نظر آتا ہے ۔ سنسکرت کے کرشنا یا کرشن ہندی میں کرشن بسکون آخر ہو گئے ہیں کرشنا کا آخری الف ممدود ہے لیکن بطور اسم مؤنث کرشنا بھی وضعی ہندی کا نمونہ پیش کر رہا ہے جس کا آخری الف اسم مؤنث کا لاحقہ یا علامت ہے ارملا ، نرملا اور انیتا ایسے ہی اسماء مؤنث ہیں ۔ سنسکرت اور ہندی کا مبینہ رشتہ اس طرح

مشکوک ہوجاتا ہے کہ انگریزی زبان میں بھی یونانی اور لاطینی زبان کے بہت سے الفاظ مخذف یا مرخم حالت میں ملتے ہیں۔ مثلاً زحاف کے لیے یونانی لفظ Catalektikos ہے جو انگریزی میں صرف Catalex رہ گیا ہے۔ اسی طرح لاطینی کا Imago انگریزی میں صرف Image رہ گیا ہے بمعنی بت ، ذہنی تصویر وغیرہ۔ کسی ایک زبان کا دوسری زبان سے نکلنا محال بات ہے چنانچہ انگریزی کا یونانی اور لاطینی سے نکلنا یا پیدا ہونا اس امر کا اعتراف کرنا ہے کہ انگریزی کی اپنی اصل یا وطن یا گرامر کوئی نہیں اور یہ بھی امر محال ہے کہ زبانیں تاریخی عمل سے دوسری ترقی یافتہ زبانوں سے اختلاط پیدا کرکے آگے بڑھتی ہیں۔ یونہی دہلوی یا کھڑی بولی فارسی اور عربی کے اختلاط سے ارتقاء پذیر ہوئی اور انیگلوسیکسن ، یونانی لاطینی اور فرانسیسی کی پشت پناہی سے منزلیں طے کرتی ہوئی ادبی اور علمی زبان بن گئی۔ اگر ہندی نے سنسکرت زبان سے ادبی علمی اصطلاحات اور دوسری نوع کے الفاظ لے کر ان میں آسانی اور سلاست پیدا کرلی تو اس طرح وہ اس کی بیٹی نہیں بن جاتی بلکہ مستفید زبانوں کے زمرے میں آتی ہے۔ تمام پیرا کرتوں خواہ سورا سینی ہو یا اپ بھرنش سنسکرت کے متحرک الآخر الفاظ کو ساکن الآخر بنا لیتی ہے۔ ایک علمی ادبی لفظ تکا ہے بمعنی قافیہ سنسکرت میں یہ تکّ ہے Tuka ہندی دانوں نے اسے تک کی شکل دے دی ہے چنانچہ تک بندی بمعنی قافیہ بندی ہے اور تکا مثل کرشنا اسمِ عام مذکر بنا لیا گیا ہے۔ مثل سنت تکا رام۔ پلیٹس کے اس خیال سے اتفاق ممکن نہیں کہ ہندی کا فلاں لفظ پراکرت سے آیا ہے مثلاً تیج ، تیرا ، پراکرت کے تیجھن سے ، بلکہ محض یہ مراد لینا چاہیے کہ پراکرت قدیم اور ہندی جدید ہیں جیسے پریم ساگر کی ہندی میں ہمشیرہ زبانوں کا تعلق ہے اور مغلوں میں امتداد زمانہ سے لفظوں کا روپ قدرے بدل گیا ہے نہ یہ کہ پراکرت سے نکلا ہے۔ ایک اور مثال لیجیے حرف د سے کی متروک اور قدیم شکلیں سیتی ، سوں اور سیں ہیں تاہم کوئی طالب علم یہ نہیں کہے گا کہ سے ان تینوں میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا ہے بلکہ محض یہ کہے گا کہ سے ان تین صورتوں کی جدید اور آسان ترین شکل ہے جو بقائے اصلح کی مثال پیش کرتی ہے۔ ہمشیرہ زبانوں میں مماثلت دیکھ کر ہم مفروض طور پر کہہ سکتے ہیں کہ پنجابی اردو سندھی

اور برج بھاشا ایک ماں کی بیٹیاں ہیں بر بنائے مماثلت صوتیات (محدود) اس ماں کی بیٹیاں جو اب موجود نہیں یہ تمثیل صادق نہیں کیونکہ جب تک اس ماں کے اصلی اور پورے خد و خال ظاہر نہیں کردیے جاتے اس تمثیل کی صداقت مجروسی رہ جاتی ہے اور زبانوں میں رشتے داری محض تفہیمی مساعی کے طریق کار تک محدود رہ جاتی ہے ۔ ایک زمانے میں اردو کے بارےمیں کہا جاتا تھا کہ وہ فارسی سے نکلی ہے کیونکہ اس میں ہزار ہا فارسی کے الفاظ ہیں لیکن یہ طلسم جلد ہی ٹوٹ گیا جب یہ بات متحقق ہوئی کہ محض الفاظ کا اشتراک دو زبانوں میں ماں اور بیٹی کا رشتہ قائم نہیں کراسکتا ۔ جب کھڑی بولی اور اس کی ہمشیرگان کی گرامر کا واضح امتیاز قائم کردیا گیا اور یہ دکھا دیا گیا (جو صاف نظر آرہا تھا) کہ اردو کے افعال اور حروف ربط اپنے ہیں ایران یا عرب سے نہیں آئے تو مذکورہ ناقص نظریہ باطل ہوکر رہ گیا ہر چند کہ اس کے ماننے والوں میں کوئی صاحب بصیرت ماہر لسان شخصیت کبھی نہیں رہی ۔

فرہنگ نویسوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اپنی فرہنگ کو زیادہ سے زیادہ ضخیم بنائیں تاکہ ایک طرف تو اس زبان کی وسعت ثابت ہو سکے جس کی وہ فرہنگ ہے دوسرے اس ضخامت میں ہاتھ بٹانے والا وہ عنصر ہے جسے علامہ عبدالحق خیر آبادی اخالیط معانی سے موسوم کرتے ہیں ۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ امیراللغات) ہر چند کہ اخالیط معانی سے بیشتر عبارت ہے لغوی اور مجازی مفاہیم یک لفظ کے مابین دلالتوں کا تنوع لیکن زبان کو ترقی دینے والے لوگ جن میں شعراء اور دبیر (نثر نگار) سر فہرست ہیں اور بگاڑنے والوں میں بھی یہی لوگ ہیں ایک ایک لفظ کے معانی میں تعدد کے شائق تر نظر آتے ہیں یہ حضرات یا عربی الفاظ کے سلسلے میں مادہ سے نکلنے والے مختلف ابواب و مشتقات میں نہ صرف مغائرت کی نشان دہی کرتے ہیں بلکہ بعض مخصوص دباؤ کے تحت ان میں ہم معنویت کا رشتہ بھی پیدا کردیتے ہیں مثلاً باب تفعل اور باب تفصیل کے خواص مخصوص ہیں لیکن چونکہ ایک متوسط العلم معروف شاعر نے یا کسی سجع بند منشی نے بضرورت سجع تجرید کو بمعنی تجرد استعمال کرلیا ہے تو کلام شاعر یا انشا کے دبیر کو سند مان کر معلم زبان

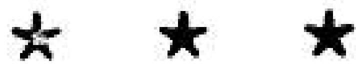
یا فرہنگ نگار تجرید اور تجرد کو مبدل یک دیگر قرار دینے میں کوئی تذبذب محسوس نہیں کریگا ۔

پلیٹس بھی اس کمزوری یا تعدد معانی و تعدیل الفاظ کا شکار ہے اس نے تجرد اور تجرید دونوں کے معنی celibacy بتائے ہیں (عدم تاہل) فرہنگ آصفیہ میں بھی اگرچہ دونوں کے معنی تنہائی ، علیحدگی بتائے ہیں لیکن عدمِ تاہل یا کنوارا رہنا کے معنی نہیں بتائے اور اپنی حدود کے اندر رکھا گیا ہے ۔ تجرد پسند کو تجرید پسند کہنا اتنا ہی غلط ہے جتنا کسی تجرید پسند (مصور یا شاعر) کو تجرد پسند قرار دینا ۔ پھر چونکہ تعددِ معانی میں بڑی کشش ہے اس لیے شعراء کے پیدا کردہ متعدد معانی کو بلا توقف تسلیم کرکے داخل لغت کر لیا جاتا ہے ۔ فارسی کا لفظ داغ بمعنی سبزہ زار ہے لیکن اس کے معنی دامنِ کوہ بھی قرار دینا وہی شاعرانہ وسعت معانی یا غلط تعبیر معنوی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک لفظ کے صرف ایک معنی بتانے میں فرہنگ نگار کی سبکی ہوتی ہے وہ کم از کم دو تین معنی تو بتائے تاکہ اس کی لیاقت ظاہر ہو فارسی کا ایک لفظ اندام ہے بمعنی جسم ، بدن لیکن تمام فارسی فرہنگ نگار اس سے پہلے ابدام کا لفظ بھی درج کرتے ہیں لیکن معنی وہی اندام ہی کے یعنی جسم ، بدن اور ساتھ ہی لکھ بھی دیتے ہیں کہ اغلباً مبدل اندام باشد حالانکہ یہ محض کاتب کی اختراع ہے اس کی ایک مثال اوپر بادرنگ اور نادرنگ کے سلسلے میں پیش کی جا چکی ہے ۔ ملاحظہ ہو مقالہ قاضی عبدالودود بعنوان "پنی اور ابدام" مجلہ تحریک دہلی مارچ ۱۹۶۱ ع ۔

پلیٹس نے اپنی فرہنگ کے دیباچے میں ڈاکٹر فیلن کے رد کردہ ادبی علمی الفاظ کی حمایت کی ہے اور بظاہر ان کو شامل بھی کرلیا ہوگا لیکن ان الفاظ کا پتہ نہیں چلتا کہ کیا تھے مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اپنے مقدمہ ، میں اس بات کا نوٹس لیا ہے اور پلیٹس ہی کی طرح فیلن کے اس وطیرے کو نا پسند کیا ہے کہ ادبی الفاظ علماء و منشیانِ مسجع پسند کے دور اذکار اور عام زبان کے فنڈ سے دور اور غیر متجانس اصطلاحات سے عبارت ہیں ۔ اس لیے ان کو شامل کرنا زبان کی مشکلات میں اضافہ کرنا ہے خود مولوی عبدالحق صاحب نے ایسے الفاظ کا ذکر نہیں کیا ۔ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ علوم شعری (عروض ، بیان ، بدیع قافیہ وغیرہ) ہوں گے

کیونکہ یہی خالص ادبی تنقیدی الفاظ ہیں جو علماء لسان و ادب کے نزدیک ایک ترقی یافتہ زبان کی نشانی ہوتے ہیں ۔ ڈاکٹر فیلن کا تصورِ لسان محاورات ضرب‌الامثال چیستانوں اور نسائی لغات تک محدود معلوم ہوتا ہے ۔ وہ زبان کے ظرفِ ادب ہونے کے تصور کو نہیں سمجھتے اور صرف عوامی فنڈ کو روحِ لسان خیال کرتے ہیں ۔ پلیٹس کا احتجاج بجا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں بھی زبان کے ادبی اور علمی حصہ سے کچھ زیادہ شغف نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ان الفاظ و اصطلاحاتِ ادبیہ کا مطلب سمجھانے میں ناکام نظر آئے ہیں اس کی مثالیں مناسب موقع پر آئیں گی ۔

۱۸۸۴ء سالِ اشاعتِ فرہنگ پلیٹس ہے ۔ اس زمانے تک اردو زبان کی اصل اور لسانی ارتقاء کے بارے میں کم از کم تین مختلف نظریے موجود تھے 'باغ و بہار' کے مصنف کا دیباچے میں بیان شدہ نظریہ ـــ یہ کہ اردو دلی کے بازاروں میں مختلف قوموں کی بولی جانے والی بولیوں کا ملغوبہ ہے دوسرا نظریہ محمد حسین آزاد کا برج بھاشائی تصور ، تیسرا چارلس لائل کا بالائی در آبے دارد نظریہ جو آخر کو صحیح ترین نظریہ ثابت ہوا ۔ لیکن پلیٹس نے کہیں کسی نظریہ کا ذکر نہیں کیا غالباً وہ تیسرے نظریے کا قائل معلوم ہوتا ہے ۔ اس ضمن میں ذرا تفصیل سے گفتگو 'فرہنگِ آصفیہ' کے محاکمے کے ذیل میں کی جائے گی ۔



محاکمۂ الفاظ و معانی

(حرف الف (بہ ترتیبِ حروف تہجی)

۱ - ابتذال : (A ع بذل کا اسم مصدر ص : ۸) تمام فرہنگ نگار مادوں کو توڑ کر لکھنے کی بجائے لفظی شکل دیتے ہیں حالانکہ مادہ بغیر اعراب کے ہوتا ہے چنانچہ ابتذال کا مادہ ب - ذ - ل لیکن غالباً سہولت کی خاطر خاص طور پر مستشرقین اسے لفظی صورت میں لکھتے ہیں - بذل بمعنی خرچ کرنا ہے یا ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا جو معنی آخر میں دیےہیں یعنی Carelessness in Preserving Anything لیکن ابتذال کے معنی Servitod Vileness, Meanness کسی طرح درست نہیں خواہ کسی بھی لغت نگار سے دیے ہوں - بذال سخاوت یا اسراف اور اس کے علاوہ معامل میں اچھے الفاظ صرف کرنا (بذلہ سنجی) یا ماضی میں کثرت سے مستعمل الفاظ و خیالات کو دہرانا یا اس دہرانے سے پیدا ہونے والی صورت فرسودگی وعامیانہ پن و اخلاق فرو مانگی ان کے علاوہ ابتذال کس معنی میں برتنا اس کی معنوی تخریب ہے - ابتذال بطور ایک ادبی اصطلاح کے ادبی گھٹیا پن کا مفہوم رکھتا ہے مثلاً

۱ - شیفتہ کے نزدیک نظیر کا کلام ابتذال سے بھرا ہوا ہے -

۲ - چرکین اور بوم کا کلام ابتذال زدہ ہے -

ابتذال فحش گوئی ، فحش نگاری اور تلذذ آمیز عریانیت کے مترادف ہے بمعنی اسراف کلاسیکل عربی کی چیز ہے -

۲ - ابجد : (حساب جمل کا اولین لفظ - ۲ - کسی زبان کی الف ب) اس کے بعد ابجد خواں کا لفظ درج کیا ہے اور اس کا فارسی

مترادف نو آموز دیا ہے مؤلف ابجد خواں کے صحیح اور واحد انگریزی مرادف Abcedarian سے واقف نہیں ۔ حساب ِ جمل سے قطع نظر آٹھوں الفاظ کے معنی بھی سید احمد دہلوی نے اپنی فرہنگ میں دیے ہیں جو عربی اور عبرانی ہیں اس کی پہلی صورت تو طول کلام ہوگی لیکن دوسری یہ ہے کہ ان کا موجد مرام تھا جس کے آٹھ بیٹوں کے نام ابجد ، ہوز ۔ ۔ ۔ الخ ہیں ۔

۳ ۔ **ابتہاج :** (مادہ بہج کا اسم مصدر ص : ۸ خوبصورت ہونا ، خوش ہونا) ، پہلے معنی متروک ہیں اور دوسرے معنی میں فارسی و اردو میں بہجت زیادہ مستعمل ہے اردو آزاد نظم کے بانی میراجی کے ہاں بہجت کا لفظ شاید پہلی بار اردو شاعری کی تاریخ میں برتا گیا ہے۔ دیکھیے میراجی کی نظمیں اور مشرق و مغرب کے نغمے ۔

۴ ۔ **ابداً :** اس کے دو معنی لکھے ہیں "۱ ۔ ہمیشہ کے لیے ۲۔ کبھی نہیں ہرگز نہیں" پہلے معنی صحیح ہیں لیکن دوسرے غلط ہیں جب تک ابداً کے بعد نون نافیہ نہ لگایا جائے اس کے معنی ہرگز نہیں کے کبھی نہ ہوں گے ۔ اس کا استعمال جدید فارسی میں ہے اردو محاورہ میں نہیں ۔

۵ ۔ **ابدال :** (جمع بَدل یا بِدل = اولیاء جو انبیاء کا بدل ہیں ۔ ۲ متحرک الدرم اولیاء ۔ دونوں معنی درست ہیں لیکن یہ بتانا ضروری نہیں کہ ابدال کے مقابل قطب ہیں یعنی وہ اولیاء جو ساری عمر ایک ہی شہر میں قطب یعنی بانس کی طرح قائم رہتے ہیں ۔

۶ ۔ **ابدال :** "ایک چیز کا دوسری چیز سے بدلنا" ۔ یہ محض لغوی معنی ہیں اور کسی علمی تمثیل کا پتہ نہیں دیتے ۔ مؤلف نے فیلن کی فرہنگ پر جو احتجاج کیا ہے اس کا تقاضا تھا کہ ایک ادبی اصطلاح کو لسانیات میں زبان زد عوام و خواص سے متعارف کراتے ۔ ابدال عالمی صوتیات میں عام ہے ۔ قریب المخرج حروف کا تبادلہ ۔ آقا سے آغا اور اجاق سے اجاغ اور اندام سے ابدام (سینۂ بالا) بکہ سے مکہ ، پاکستان سے باکستان وغیرہ ۔

۷ ۔ **ابوبکر :** اس کو ابوبکر بکسرِ باء لکھتا ہے ۔ ABUBIKR اور

اس کے معنی کنواری کا باپ بتائے ہیں ۔ یہ بڑی فاحش غلطی ہے اور پلیٹس جیسے پڑھے لکھے شخص سے اس کا سرزد ہونا افسوسناک ہے ۔ ابوبکر کنیت ہے عبداللہ ابن ابوقحانہ کی جو مسلمانوں کے خلیفہ اول ہیں ۔ اس کے لفظی معنی 'اونٹ کا باپ' ہیں ۔ چونکہ حضرت صدیق اکبر اونٹوں کا کاروبار بہت کرتے تھے ۔ کنواری کا باپ جو ابوبکر کے لفظی معنی ہیں خود بھی بالکل لغو اور بے مصرف ہیں ۔

۸ ۔ **اجتہاد** : اس کے معنی جہاد اور کوشش بتائے گئے ہیں یہ محض لغوی معنی ہیں اصطلاحی معنی اسلام کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی سعی بلیغ کے ہیں Adaptability ۔ مؤلف کے زمانے میں اجتہاد کا لفظ اس معنی میں کافی متداول تھا ۔ مولوی نذیر احمد کی تصنیف 'الاجتہاد' غالباً ۱۸۸۳ء کے آس پاس ہی شائع ہوئی تھی ۔

۹ ۔ **ادب** : اس کے صرف لفظی معنی درج کیے ہیں اور تحت میں ادب سے ادب والا وغیرہ غیرضروری الفاظ لکھ دیے ہیں لیکن بمعنی لٹریچر ، تخلیقی تحریر ، نظم و نثر درج نہیں کیا ۔ زمانہ تالیفِ پلیٹس میں یقیناً اردو میں ادب کا لفظ لٹریچر کے مفہوم میں عام نہ تھا لیکن دینی مدارس میں عام تھا اس لیے تو جب انگریزی خواں طبقہ لٹریچر کا اردو متبادل تلاش کرنے بیٹھا تو اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی ۔ دینی مدارس میں پڑھائے جانے والا سلسلہ علم جہاں اور طبعی و غیرطبعی علوم رکھتا تھا اس کی ایک کڑی علم ادب بھی تھی جس میں عربی فارسی اور کچھ اردو ادب پڑھایا جاتا تھا (مثلاً مسدسِ حالی) علاوہ بر تفاسیر اردو ۔ عربی میں ادب بمعنی لٹریچر پندرھویں صدی عیسوی میں جامعہ الازہر میں مستعمل ہونے لگا اور برصغیر میں جب مولانا نظام الدین لکھنوی نے درسِ نظامی شروع کیا تو اس میں علمِ ادب بھی شامل کیا جس میں عربی قصائد و لغت حماسہ ، مقامات بدیعی و حریری ، مثنوی معنوی (تصانیف دینی شاہ ولی اللہ و

شاہ اسماعیل کے علاوہ) شامل تھے - پروفیسر آر - اے - نکلسن نے اپنی تاریخ ادبیاتِ عرب میں جو فہرست علومِ درسی کی پیش کی ان میں علم ادب کو آخر میں رکھا ہے اور اسے فرانسیسی کے Belle-Letters کا مترادف قرار دیا ہے - اردو میں ادب کے اس مجازی معنی کے استعمال کی قطعی تاریخ تو معلوم نہیں لیکن غالباً علی گڑھ یونیورسٹی میں اول اول اس کا استعمال ہوا ہوگا - اور مہدی حسن افادی جیسے انگریزی خوانوں کی تحریروں میں اسے برتا گیا ہوگا - موصوف اپنے مضامین و مکاتیب میں (افاداتِ مہدی ، مکاتیبِ مہدی) کبھی لٹریچر کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور کبھی ادب الاساتذہ کی ترکیب جو (Lassical Literature) کا بدل ہے - اس سے کچھ سال پیشتر بھی ممکن ہے یعنی ۱۸۵۷ء کے دو تین دہوں کے بعد اور ۱۸۸۰ء و ۱۸۹۰ء کے درمیان - اس ابتدائی عہد سے لے کر ادب اور ادبیات دونوں متوازی طور پر برتے جاتے رہے آخر ادبیات کی جگہ ادب نے لے لی اور اب تخلیقی تحریروں کے معنی میں عام ہے -

۱۰ - **انٹا** : اس کے معنی کھیلنے والی گولی ، گیند وغیرہ لکھتے ہیں اور انڈا اور انٹی کا بدل بتایا ہے نیز بمعنی کوڑی بھی ہے (یہ محلِ نظر ہے) محاورہ انٹاچت ہونا بمعنی شکست کھا جانا بھی درج ہے لیکن انٹا غفیل جیسا محاورۂ عام غیر حاضر ہے یہ بمعنی بےہوش و غافل ہے - غفیل غافل کا امالہ بہ یاء معروف معلوم ہوتا ہے -

استعمال : مختیار کو ڈھونڈا دیکھا تو دوسرے کمرے میں انٹاغفیل پڑے ہوئے ہیں -

۱۱ - **انٹا گھر** : بمعنی Ball-Room ہے یہ کبھی دلی میں وضع کیا گیا ہوگا اب اس کی جگہ اصل انگریزی رائج ہے -

۱۲ - **اصطلاح** : اس کے بیسیوں معنی دیے ہیں جن میں سے چند ایک ہی صحیح ہیں باقی زائد یا غلط ہیں - صحیح معانی یہ ہیں :

اچھا ہونا ، صحیح ہونا ، موزوں ہونا ، مسلمہ معنی ، فنی لفظ
Technical Term -

غلط معنی یہ ہیں : ترکیب(Construction) سلسلۂ تراکیب محاورہ
محل۔ استعمال ، روایتی معنی ، روایتی اصطلاح ۔

معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاح ہر مرض کی دوا ہے اور زبان کے ہر
نمونے Pattern پر حاوی ہے ۔ اصطلاح مادہ ص ۔ ل ۔ ح صلح
سے باب افتعال ہے اور لغوی معنی بہتر ہونا ۔ اصطلاحی معنی بہتر
لفظ ہونا ہے ہر اصطلاح مجاز ہونے کے باعث بہتر اور بلیغ تر لفظ
ہوتی ہے ۔ صاحب غیاث کے خیال میں اصطلاح کے معنی قوم کا
کسی ایک بات پر متفق الرائے ہو جانا ہیں ۔ اس میں علمی
اصطلاحات کے معیّن اور مخصوص معانی کی طرف اشارہ ہے ۔
اصطلاح کے لیے لازم نہیں کہ مجاز بھی ہو گو ایک بڑی تعداد
ایسی واقع ہوئی ہے ۔ مگر چونکہ ہر علم کی اپنی دنیا ہے اور خاص
خاص چیزوں کے اسماء کے مجموعے کا نام وہی علم ہے اس لیے
علوم سے متعلق ہر لفظ یا نام اصطلاح ہے ۔ عام اس لیے کہ وہ
مجاز یا استعارہ ہو دونوں قسموں کی اصطلاحات کی کچھ مثالیں
ذیل میں دیکھیے ۔

علم اقلیدس : زاویہ قائمہ ، قوس (یہ استعارہ ہے) مثلث مساوی الساقین

علم ریاضی : باقی ، خطوط وحدانی

علم جغرافیہ : آبنائے ، خاکنائے ، جزیرہ نما

علم بیان : تشبیہ ، دلالت ، کنایہ

علم عروض : زحاف (یہ استعارہ ہے) ابتدا ، ضرب ، حشو (یہ
استعارے ہیں)

علم کیمیا : مرکب ، محلول ، محلّل

علم طبیعیات : قوت ، استحالہ ، ارتعاش

وضع اصطلاحات میں مصنف وحید الدین سلیم پانی پتی نے بھی
اصطلاح میں استعارہ بصورت محاورہ کی ضرورت سے زیادہ مفہوم دے دیا

ہے ۔ اور اسی نوع کے پھیلاؤ کو مؤلف پلیٹس نے بھی اپنایا ہے ورنہ محاورات کا سلسلہ اصطلاح نہیں ہو سکتا ۔ اب وضع اصطلاحات ، ایک غیر منطقی سی کوشش معلوم ہوتی ہے ۔ اصطلاح سے قبل کئی سال عربی اور فارسی میں مصطلح کا لفظ برتا جاتا رہا مصطلحات الصوفیہ اردو میں اس کی جگہ اصطلاح کی اصطلاح سلیم پانی پتی نے رائج کی ۔

'اردو لسانیات' میں ڈاکٹر شوکت سبزواری سفارش کرتے ہیں کہ ہر اصطلاح صرف ایک علم سے مخصوص کردینی چاہیے ۔ جیسے تمثیل (Analogy) کو علم منطق سے مخصوص ہونا چاہیے ۔ لیکن عملاً ایسا ممکن نہیں تمثیل علم بدیع میں بھی اتنی ہی وقیع ہے جتنی علم منطق میں ۔ (Sublimation) ایک ایسا لفظ ہے جو کم از کم تین علوم میں اصطلاحی حیثیت رکھتا ہے ۔

۱۔ علم کیمیا میں بعض عناصر کا حرارت کے اثر سے اوپر اٹھ کر اڑ جانا ۔

۲۔ علم طبقات الارض میں دھاتوں کا زمین کے نچلے طبقے سے اوپر کے طبقے تک بلند ہونا ۔

۳۔ علم النفس (فرائڈی) جنسی قوت اور جبلت کا بلند تر صورتوں میں (فنون لطیفہ) بدل جانا ۔

۱۳ ۔ ایلا ، ایللا بمعنی یا علی ! یا خدا درج ہے ۔ اس سے پیشتر ہم ابوبکر کی صوتی اور معنوی تخریب دیکھ چکے ہیں اب ایلا اور ایللا کی تشریح پیش نظر ہے یہ دونوں لفظ اللہ اور الا اللہ کی بدلی یا بگڑی ہوئی شکلیں ہیں جو مزدوروں کی زبانوں پر چڑھ گئی ہیں یہ مسلمان مزدور بنگال کی گودیوں یا کارخانوں کے ہوں گے جو بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بعض الفاظ کا سہارا لیتے ہیں ۔ یو ۔ پی میں ہیا ہیا کی آواز سنائی دیتی ہے جس پر سید مطلبی فرید آبادی نے پورا گیت لکھا ہے ۔

۱۴ ۔ اوبنا ، اوبھنا بمعنی اکتا جانا ، بیزار ہو جانا پلیٹس نے یہ دونوں مصدر جو مبدل یک دیگر ہیں درج نہیں کیے البتہ آگے

چل کر اوب اور اوبھ لکھ دیے ہیں یہ بے قاعدگی پلیٹس جیسے منتظم کار سے متوقع نہیں - اوبھ اور بھ والے دوسرے نقطوں کی ہائیہ آواز بعض مواقع پر حذف کر دی جاتی ہے - ابھی اور کبھی ، اور تبھی جیسے لفظوں کو عام تلفظ میں ابی ، کبی اور تبی بولا جاتا ہے اور ان کا عروضی وزن بھی نہیں بدلتا -

۱۵ - ایمن کے دو معنی دیے ہیں ۱- ایک راگ کا نام - ۲ - ہندی شاعری کی ایک بحر دوسرے معنی مشکوک لگتے ہیں اس کی مزید تحقیق قدر بلگرامی کی تالیف قواعد العروض ، سے ہو سکتی ہے - یاد رہے کہ لفظ ایمن ہندی ہے اور یائے مجہول سے ہے - ایمن عربی ہے اور بمعنی 'دایاں' ہے -

۱۶ - اوبڑ کھابڑ - اس کے معنی نا ہموار راستہ ہیں یہ درست ہے لیکن چال کے لیے بھی اوبڑ کھابڑ بولا جاتا ہے چنانچہ فراق گورکھپوری کہتے ہیں : ع

عشق کی اوبڑ کھابڑ چال

ب

۱۷ - باد ریسہ ، باد ریشہ (فارسی) : شٹائن گاس صرف پہلی شکل دیتا ہے اور یہی معتبر اوز مقبول ہے - اردو مترادف دمڑکا ، دمکڑا ، دمرکا اور دمرکھا چار صورتیں رکھتا ہے'' پہلی دو صورتیں 'منیر اللغات' میں ہیں - باد ریسہ چمڑے یا لکڑی کی بنی ہوئی پھرکی (Washel) ہے جس میں سوراخ ہوتا ہے جو چرخے کے تکلے میں پروئی ہوتی ہے - دم رکا بسکون میم غیر فصیح اور عسیر التلفظ معلوم ہوتا ہے - بادریسہ میں باد بمعنی ہوا جو چرخے کے چلانے سے پیدا ہوتی ہے اور ریسہ ریسیدن بمعنی بٹنا سے ہے گویا ہوا کو آواز کے ساتھ سوت کے بٹنے کی صورت ہے - فیروز اللغات میں بادریس ہے جو صحیح ہے -

۱۸ - **باسمتی :** (ہندی) اس کو باس - خوشبو اور متی بمعنی والا سے مرکب بتایا ہے لیکن چاول کی اس اعلیٰ قسم کو نہیں بتایا جو پنجاب میں بہت ہوتی ہے اور پک کر خوشبو دار ہو جاتی ہے -

۱۹ - بانکا ، بنیکا بمعنی ٹیڑھا آوارہ خوش پوش ، ٹیڑھی چال چلنے والا نوجوان بتایا ہے تاہم بانکا بانک کے فن کا جاننے اور برتنے والا بھی ہے اور آخر کا الف لاحقۂ فاعلی ہندی ہے - ملاحظہ ہو 'مضامین مشترکہ' ، میں مقالہ قدیم لکھنؤ مطبوعہ لاہور -

۲۰ - **بروا :** اس کے معنی مؤلف نے چھوٹا درخت یا پودا دیے ہیں - حیرت ہے کہ ہندی سے اتنا شغف اور پراکرتوں کی تقابلی گرامر پر عبور رکھنے کے با وصف مؤلف نہ جان سکے کہ یہ بیری کا مؤنث ہے - سورین پراکرتوں میں آخر کا و تصغیر یا تحقیر کے لیے آتا ہے - مصغر جورو سے جروا ، میت سے متوا وغیرہ - ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات ، اس ضرب المثل میں بروا اسی معنی میں ہے - ڈاکٹر محمد صادق صاحب نے انگریزی ناول (The Boy) کا ترجمہ بروا کیا ہے یہ سمجھ کر کہ اس کے معنی ننھا لڑکا ہے - یہ بروا کے مفہوم سے عدم واقفیت کا ثبوت ہے -

۲۱ - **بزر جمہر :** اس کو مؤلف نے فارسی بتایا ہے جب کہ اصلاً یہ فارسی کے بزرگ مہر کا معرب ہے - فارسی کا گاف عربی میں جیم یا کاف میں بدل جاتا ہے - گیلان سے جیلان اورگرگان سے جرجان بزرگ مہر نوشیروانِ عادل (۵۳۱ء - ۵۷۹ء) کا وزیر تھا جو ہندوستان آیا اور یہاں سے بطور تحفہ شطرنج (چتر رنگ کا معرب) اور کلیلہ دمنہ لے کر گیا -

پ

۲۲ - **پاپا :** فارسی - اس کا بدل فارسی بابا بمعنی باپ بتایا ہے Pa.Pa (پا پا) مخفف ہے یونانی Pappas کا (بمعنی باب) -

فارسی بابا کا مخفف باب بھی ہے جو فردوسی نے مام 'ماں' کے

ساتھ استعمال کیا ہے - جدید فارسی شکل پاپ ہے اضافت کے ساتھ
پاپاے روم آتا ہے - اس کی معرب شکل متداول عام نہیں ہے
ممکن ہے فارسی کے بابا کی طرز پر ہو یعنی بابا ہی ہو کہ PoPe
یا PaPa کی تعریب اسی طرح آسانی سے ہو سکتی ہے -

۲۳ - **پاپڑ بیلنا :** بطور محاورہ درج ہے بمعنی مشکل سے روزی پیدا
کرنا لیکن اصل محاورہ بارہ پاپڑ بیلنا ہے حضرت بارہ پاپڑ بیلے ہیں
جب کہیں زندگی کا مفہوم سمجھ میں آیا ہے - اور اس سے
یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ مشکل سے روزی پیدا کی ہے بلکہ یہ کہ
کئی طرح کی نوکریاں اور کام کیے ہیں یہ درست ہے کہ پاپڑ بیلنے
کے عمل میں مشکل کا پہلو موجود ہے لیکن محاورۂ عام بارہ پاپڑ
بیلنا ہی ہے معلوم نہیں مستشرقین حضرات زبان کے جس پہلو پر
زیادہ زور دیا کرتے ہیں یعنی محاورات ، ضرب الامثال اور کہاوت
وغیرہ اسی میں کمال حاصل نہیں کر سکتے اور محاورہ ہی کے باب
میں تساہل برتتے ہیں -

۲۴ - **پاتکوا :** بمعنی چٹھی رساں - اس کا املا ٹائپ میں غلط ہو گیا ہے -
یعنی تاتکوا یاد رہے کہ ٹ کا املا بائبل میں ت پر چار نقطے ہیں -

۲۵ - **پاتھر :** ہندی ، اس کو پتھر کا مثیل اور ہم معنی لکھتا ہے اور
بس لیکن یہاں ایک تضاد اور بے اصولی ہمارے سامنے آتی ہے -
مؤلف کھڑی بولی (اردو) کے رکھنا کو فصیح اور راکھنا کو
غیر فصیح بتاتے ہیں لیکن پتھر کے مقابلے میں پاتھر کو کچھ نہیں
کہتے حالانکہ پاتھر اور راکھنا دونوں پتھر اور رکھنا (کھڑی
بولی) کی اور ہی صورتیں ہیں - دونوں کو اٹھارھویں کے وسط کے
دہلوی الاصل شعراء ناسخ اور سودا وغیرہ اس سے قبل اردو سے
اودھی عناصر غیر فصیح اور گنواری بولی سمجھ کر متروک قرار
دے چکے تھے - (میر صاحب کے ہاں البتہ لگا کی جگہ لاگا نظر
آتا ہے دیکھیے ان کی مثنوی تنبیہ الجہال مقتبس در لسانی جائزہ
ہندوستان جلد نہم از سرجارج گریرسن - نیز مقالہ لکھنوی اردو
از شوکت سبزواری در ''لسانی مسائل'' اردو اکیڈمی سندھ کراچی
۱۸۶۶ء -

۲۶ - **پاٹھا ، پٹھا** : بمعنی جسمانی طور پر تیار اور مضبوط پرندہ یا آدمی یہاں بھی وہی صورتِ حال نظر آتی ہے جو پتھر اور پاتھر کے سلسلے میں تھی یعنی پٹھا اور پاٹھا علی الترتیب اردو اور اودھی ہیں - اور یہ بے بھی ایک خاص حد تک صحیح لیکن پاٹھا کو ساٹھا کا سجع رکھنے کی خاطر ساتھ ملا لیا گیا ہے اور اس ضمن میں کھڑی بولی والے اور لکھنؤ والے (اودھی والے) یک زبان ہو گئے ہیں - غالباً یہ محاورہ یا مثل یا جو کچھ کہ ہے یقیناً اہلِ لکھنؤ کی ایجاد معلوم ہوتا ہے کہ پاٹھا اودھی ہونے کی بنا پر ان سے اقرب ہے -

پاٹھک م : ہندی بمعنی رہنما و لیڈر ہے - اردو والے بھی کبھی ہندو ناموں کے ساتھ اس کے انسلاک کے قائل ہیں - یہ اچاریہ کے قریب المعنی ہے -

۲۷ - **پاداشت** : فارسی - اسے پاداش کے ہم معنی بتایا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ پاداش مخفف ہے اور پاداشت اصل لفظ - پاداش بمعنی سزا ، بدلہ ، کیفر وغیرہ ہے - جرم کی پاداش معروف ترکیب ہے -

۲۸ - **پادری** کو معلوم نہیں Poet یعنی شاعرانہ لفظ تصور کیا ہے اور معنی Christian Priest درج کیا ہے - پادری عیسائیوں کا روحانی باپ ہے - اور 'لشکروں' میں پہلے پہل Father سے مؤرد ہوا ہوگا F اور پ کے تبادلہ پذیر ہونے کی بنا پر اور زائد یاء ہندی لگا کر بولنے والوں نے پادری بنا لیا -

۲۹ - **پادھا** (م - ا) : ہندی بمعنی استاد ہے - پنجابی خصوصاً ہندو پنجاب میں منیمی ، محاسبی سکھانے والے کے معنی میں متعارف رہا ہے گو کہ منیمی نے اس کی جگہ لے لی ہے منیم جی بمعنی پاندھا و پادھا - مشرق پنجاب میں پاندھا کا روپ رائج ہے -

۳۰ - **پارس** : ایک معنی وہ پتھر جس کو چھونے سے ادنیٰ دھاتیں سونا بن جاتی ہیں - دوسرے معنی پہلو کے ہیں - جو اردو میں متداول نہیں - (م - ا)

۳۱ - پاڑا (م - ا) : ہندی بمعنی ضلع و علاقہ وغیرہ -

پاڑا چنار اور نان پاڑا متبدل بہ نان پارا اسلام آباد میں بھی ہے - پاڑا بمعنی دائرہ پنجابی ہے مرغی جب دائرہ سا بنا کر انڈوں پر بیٹھتی ہے تو اسے پاڑا مانا کہتے ہیں نیز چاند کے ہالے کو بھی پاڑا مانا کہتے ہیں - انگریزی Halo جو فارسی کے ہالہ سے قریب الاصل معلوم ہوتا ہے -

۳۲ - پارنا (م - ا) : ہندی مصدر بمعنی مکمل کرنا ہے - شاید پارکرنا اسی کا رشتہ دار ہے -

۳۳ - پاسی (م - ا) : ہندی - اردو مختصر افسانے اور ناول میں جہاں یو - پی کے جاگیردارانہ نظام کی عکاسی ہوتی ہے پاسی کا لفظ ضرور ملے گا - یہ بمعنی صیاد ہے پاسی ایک نچلے درجے کی سیاہ فام قوم ہے جو جاگیرداروں کے لیے یا خود اپنی روزی کے لیے پرندوں جانوروں کو جال کے ذریعے پکڑتی ہے -

۳۴ - پائینچہ : بمعنی پاجامے کی مہری یا موہری - یہ کاملاً فارسی ہے اسے ہندی قرار دینا 'پلیٹس اور نسیم اللغات' کی غلطی ہے آخر کا چہ بتا رہا ہے کہ لفظ فارسی کا اور اسم تصغیر ہوگا - اس لفظ کی ترکیب اس طرح ہوئی ہے -

پا = ٹانگ ئیں = چھوٹا چہ = چھوٹا	پاجامے کا سب سے نچلا حصہ جو اوپر کے حصے سے چھوٹا اور تنگ ہوتا ہے - پہنچا پنجابی

اس کا مخفف پانچہ یا پائینچہ دونوں درست ہیں - البتہ پائینتی یا پائتی ضرور ہندی ہے کہ مرکب ہے ہندی کے پاؤں اور ئینتی سے جس کا مخفف پائتی بطرز پانچہ ہے - فارسی کا پا اور ہندی کا پاؤں متحد الاصل ہیں -

۳۵ - پائندہ کو ہمزہ کے بغیر پایندہ لکھا ہے اس سے پہلے الف کے تحت آئندہ کو آیندہ لکھا ہے - یہ جدید ایرانی تلفظ اور املا ہے -

مؤلف کو ضرور لندن میں کسی ایرانی سفارت کار یا استادِ جامعہ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا اور ان سے اثر قبول کیا ہوگا ۔ ایران میں تحریکِ استخلاصِ فارسی بصورتِ فارسی سرہ (خالص فارسی) اگرچہ رضا شاہ پہلوی کے حکم سے اٹھی تھی ۔ بیسویں صدی کے پہلے عشرے (دہے) میں لیکن اس سے کچھ عرصہ پہلے ہی جدید تلفظ اور املا کی ترویج ہو چکی تھی جزوی طور پر ہی سہی ۔ علی اصغر حکمت تہرانی نے اس تحریک پر ایک مختصر کتاب لکھی ہے 'بنام فرہنگستان' کہ یہی اس ادارے کا نام تھا جس کا کام فارسی زبان کو عربی عناصر سے پاک کرنا تھا ۔ ایران میں یہ تحریک ترکی کی اس نوع کی تحریک مصطفٰی کمال پاشا کے زیرِ تاثر اٹھی تھی ۔ پاشا کی یہ تحریک ملی رومن رسم خط کی حامی تھی اور اس پر عمل درآمد بھی ہوا ۔ لیکن تحریک فرہنگستان نے خطِ نسخ سے روگردانی کرنا مناسب نہیں سمجھا ۔ آج پائندہ اور آئندہ اور جوئندہ کا املا پایندہ ، آیندہ اور جویندہ ہے اور تلفظ پایندے ، آیندے ، جویندے ہے ۔ لیکن آخر کی یائے مجہول خفیف اور کسرے کے قریب ہے ۔ پاکستان میں جو جدید فارسی پڑھائی جاتی ہے وہ فرہنگستان کی مقلد ہے اور پاک ایران تعلقات اور آمد و رفت کی زیادتی سے پاکستان میں عام طورپر مدارس میں یہی رجحان ہے تاہم اردو والوں نے ابھی تک فارسی کلاسیکی ہی کا انداز قائم رکھا ہے ۔ چنانچہ ہمارے جدید فارسی خواں طلبہ اور اردو بولنے والے دو مختلف قسم کے املاؤں اور تلفظوں سے دوچار ہیں اور اس پر قناعت کیے ہوئے ہیں ۔

۳۶ ۔ پرند کو راء کے فتحے سے 'پرَند' لکھا ہے ۔ اس طرح پرندہ بھی ان کے خیال میں صحیح ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ کچھ حضرات خصوصاً اہل لکھنؤ پرند بہ فتح راء بولتے ہیں لیکن اہل دہلی اور اس مرکزِ اردو کے تابعین یعنی اہلِ پنجاب و سندھ و بلوچستان و سرحد پرندہ اور پرند ہی صحیح سمجھتے اور بولتے اور لکھتے ہیں اور اکثریت اسی پر کاربند ہے اور یہی معیار فصاحت کا ہے ۔

۳۷ - **پسیج** بمعنی روانگی و کوچ و زاد راہ (فارسی) دیا ہے ۔ زادِ راہ کے معنی میں اگر لیا جائے تو میر تقی میر کے اس شعر میں :

ساز پسیچ آمادہ ہے سب ، قافلے کی تیاری ہے
مجنوں آگے آگے گیا ہے اب کے ہماری باری ہے

ساز کا لفظ حشو ہو جائے گا ۔ اس لیے بہتر ہے کہ پسیچ بمعنی زاد راہ سے اعراض کیا جائے ۔

۳۸ - **پرتگیا** (م - ۱ - ہندی) عہد 'عدہ' تول وغیرہ ۔

۳۹ - **پرتاپ** (م - ۱ - ہندی) بمعنی جرأت ، قوت ، طاقت ۔

۴۰ - **پیاک** : بمعنی بہت پینے والا ۔ شراب نوش ۔ پلیٹس اس سے ناواقف معلوم ہوتے ہیں ۔ حالانکہ حضرتِ لکھنؤ بولتے ہیں ۔

۴۱ - **پیکڑ** : یہ بھی حضرتِ لکھنؤ کی زبان پر ہے ۔ اور پیاک کے معنی ہی میں ہے ۔

ت

۴۲ - **تا** : (فارسی کا حرفِ ربط) اس کے مختلف معانی و محلاتِ استعمال دیے ہیں لیکن تایکتا ، دوتا وغیرہ میں حرفِ ربط نہیں بلکہ تہ کے معنی میں ہے یا 'اہر' کا مفہوم رکھتا ہے جو اکہرا یا دوہرا یا تہرا میں ہے یکتا میں تایک کو مؤکد کر رہا ہے دوتا میں اہر کو حاوی ہے اسی طرح فارسی میں سہ تا چہارتا میں بھی کم و بیش تاکیدی ہے ۔ مؤلف نے اس ضمن میں بے ہمتا کی ترکیب ضرور درج کی ہے اور اس کے معنی بے عدیل و بے نظیر بتائے ہیں ۔

۴۳ - **تجزی** : (عربی بمعنی تجزیہ) یہ کسی کلاسیکل عربی لغت سے لیا گیا ہے جو اردو میں اب استعمال نہیں ہوتا اس کی جگہ تجزیہ نے لے لی ہے ۔ دونوں کا مادہ ج ۔ ز ۔ ء ہے (جزء) قاعدے کے مطابق بابِ تفعلہ میں اسے تجزء ہونا چاہیے اور شٹائن گاس نے

اسے یونہی لکھا ہے لیکن ہمزہ کی جگہ ی نے لے لی ہے ۔ تجزی باب تفعل سے ہے ۔

۴۴ ۔ **تجرد** اور تجرید کو ہم معنی لکھا ہے اور انگریزی Celibacy بتائی ہے یعنی عدم تاہل ۔ لغوی معنی ننگا کرنا جس کا ایک مترادف اجتشاث بھی ہے ۔ اس لفظ پر کچھ اظہارِ خیال اوپر بھی کیا جا چکا ہے اور بتایا گیا ہے کہ تجرید اور تجرد اصطلاح میں بہ سبب اختلافِ باب مختلف المعنی ہیں تجرید کے ایک فنی معنی تلخیص بھی ہیں جیسے 'تجرید البخاری' نام کی تالیف سے ظاہر ہے ۔

۴۵ ۔ **تجنیس** : تجنیس یا جناس علم بدیع کے صنائع لفظی میں سے اولین صنعت ہے جس کی رو سے دو لفظ تلفظ میں یکساں ،گر معنی میں مختلف ہوتے ہیں یہ تعریف مؤلف نے ہی دی ہے لیکن ساتھ ہی اس کا بدل Alliteration بھی دے دیا ہے جس کو تجنیس کی صنعت سے کوئی علاقہ نہیں جس صنعت کو یورپی ریطوریقا میں الٹریشن (ایلی ٹریشن بقول نجم الغنی رامپوری در بحر الفصاحت کہتے ہیں وہ عبارت ہے دو یا اس سے زیادہ الفاظ کا ایک ہی حرف سے شروع ہونا ہے جیسے By Butcher Born Bybishop
Byed How High His Highness Heaves His Haughty Head
تمام لفظ مصرع اولیٰ میں B سے اور مصرع ثانی میں H سے شروع ہو رہے ہیں ۔ ابتدائے شاعری میں یورپ میں الٹریشن، جس کا اردو بدل ہم سری الفاظ ہے قافیہ کی سی حیثیت رکھتی تھی ۔ بعد میں جب الفاظ کے آخری حروف صحیح اور ماقبل کی حرکات کا ایک ہجا قافیہ Rhyme کے نام سے موسوم ہوا تو الٹریشن کو الگ ایک ادبی صنعت قرار دے دیا گیا ۔ عربی ، فارسی اور اردو کے علم بدیع میں اس کی صورت کو شبہ اشتقاق سے موسوم کیا گیا ہے ۔ اس کی مثالیں یہ ہیں :

ساقی سیم ساق ۔ جام جم ۔ صبح صبیح

دو لفظوں پر مبنی الٹریشن عام گفتگو میں بھی لائی جاتی ہے اور

ادبی صورتوں میں بھی ۔ انگریزی میں دو لفظوں کے بیچ حرفِ عطف رکھ کر بھی یہ صنعت قائم کی جاتی ہے ۔ چنانچہ Trial and Tribulation Kith and Kin Homes and Hearths وغیرہ وغیرہ ۔ صنائع بدائع میں اوزان رباعی کی طرح نازک فرق معتبر چیز ہے اور فریبِ خیال آسانی سے پیدا ہو جاتا ہے خصوصاً جب فیلن اور پلیٹس جیسے غیر ادب پسند ماہرینِ لسان و لسانیات ادبی مصطلحات کو متعارف کرانے بیٹھیں ۔

۳۶ ۔ ترجیع بند : راقم نے مقالے کے شروع میں لکھا تھا کہ پلیٹس کی بڑی خامی اصنافِ شعری کا علم ہے ۔ قطعہ اور رباعی کے سوا جن کی تعریف و تمثیل کچھ مشکل نہیں ، تقریباً ہر صنفِ سخن کی تعریف غلط پیش کی ہے اس موقع پر ان کی تنقیدِ لغتِ فیلن کچھ بے صرفہ محسوس ہوتی ہے ۔ مؤلف نے ترجیع بند کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :

A Kind of Stanza in Which one Line Recurs in Stated Intervals.

معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف انگریزی شاعری میں بھی Stanza کا مطلب نہیں سمجھتے وہ Stanza کو بند نہیں بلکہ کئی بندوں پر مشتمل نظم قرار دے رہے ہیں جب کہ Stanza کئی مصرعوں پر مشتمل ایک قطعہ ہوتا ہے ۔ Stanza لاطینی زبان میں ہمارے بیت یعنی گھر کا مفہوم رکھتا ہے ۔ مائیکل جان کا خیال ہے کہ سب سے چھوٹا Stanza دو مصرعوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور یہی بیت کی تعریف ہے ۔ جس طرح قطعہ ہمارے ہاں مختلف طوالتوں کا ہے یعنی کم از کم دو بیتوں پر اور زیادہ سے زیادہ گیارہ بیت پر مشتمل ہوتا ہے اسی طرح انگریزی اور لاطینی اطالوی وغیرہ میں مختلف طوالتوں کا ہوتا ہے ۔ ان میں زیادہ تر Stanza نظمیں Stanza Poems جن میں سے اکثر Ballads یعنی مختصر مثنویاں ہیں معروف ترین شکلیں Terza Rima (طرزا ریما) اور سپنسری سٹینزا Spenserian Stanza ہیں ۔ مؤخر الذکر طویل ترین سٹینزا ہوتا ہے ۔ Canto بھی Stanza کی ایک حماسانی یا لمبی صورت ہے چنانچہ طویل نظمیں مثلاً بائرن کی Childe Harold

اور Don Juan کینٹو نوع کے بندوں پر مشتمل ہوتی ہیں ۔ اردو میں طویل سٹینزاؤں کا مجموعہ جناب جیلانی کامران کے استانزے ہیں ۔ اس تمہید کے بعد ہم اصل موضوع ترجیع بند کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔

۱ ۔ ترجیع بند متعدد بندوں پر مشتمل ہوتا ہے ان کی تعداد عموماً آٹھ دس ہوتی ہے ۔

۲ ۔ ہر بند میں تعداد اشعار یکساں یا کسی قدر غیر یکساں ہوتی ہے جن کی ذاتی ہیئت قصیدے یا غزل کی ہوتی ہے یعنی پہلے شعر میں قافیہ موجود ہوتا ہے ۔

۳ ۔ ہر دو بندوں کے درمیان ایک مختلف القافیہ شعر لایا جاتا ہے

۴ ۔ لیکن ترجیع بند میں یہ شعر مکرر لایا جاتا ہے ۔

اس تکنیک کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مؤلف کا یہ کہنا یکسر غلط ہے کہ ترجیع بند میں کسی ایک مصرع کی تکرار مقررہ وقفوں سے ہوتی ہے ترجیع بند میں ایک مصرع بار بار نہیں لاتے بلکہ پورا ایک شعر بار بار لاتے ہیں ۔ مؤلف کو مصرع اور شعر کا فرق بھی یاد نہیں ۔ صرف ایک مصرع کی تکرار ان اصنافِ نظم میں لائی جاتی ہے ۔

(الف) ہندی طرز کے گیتوں میں جو خاص طور پر گائے جانے کے لیے لکھے جاتے ہیں ۔

(ب) اردو ڈکشن رکھنے والی نظموں میں جیسے جوش ملیح آبادی کی نظم 'اس وقت مجھے بھی یاد رکھنا'۔

(ج) قطعہ بند جدید طرز کی منظومات میں جیسے فیض احمد فیض کی نظم 'مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ' یا ساحر لدھیانوی کی نظم ، تاج محل میں 'میری محبوب کہیں اور ملا کر مجھ کو'

بنیادی مصرعے کی تکرار کا مقصد یعنی ترجیع کا مصرف یہ ہے کہ جذبہ

شدید صورت اختیار کرلے اور قاری کے ذہن و قلب پر چھا جائے
کہ تکرار علم کا ذریعہ بھی ہے اور جذبات کی بیداری کا وسیلہ
بھی ۔ اردو میں ترجیع بند شاذ شاذ ہی ملیں گے البتہ فارسی میں
ضرور ہیں مثلاً

تا دست نمی دید و صالت
دستِ من و دامنِ خیالت

۴۷ ۔ ترکیب بند : اس کی تعریف میں بھی وہی غلطی ہے جو ترجیع
بند کے سلسلے میں سرزد ہوئی ہے یعنی

A Particular Kind of Metrical Composition ; A Stanza
ترکیب بند کے لفظ ہی سے ظاہر ہے کہ اس میں بندوں کی
ترکیب سے کام لیا جاتا ہے لیکن مؤلف ہیں کہ پھر Stanza
قرار دیے جا رہے ہیں ۔ ترکیب بند فارسی اور اردو شاعری میں
بکثرت دستیاب ہے فارسی میں ہفت بند کاشی معروف و مقبول ہیں ۔
جیسا کہ ترجیع بند میں زیر بحث آیا تھا کہ اس میں اور ترکیب
بند میں صرف دو بندوں کے درمیان آنے والے شعر کا مختلف
القافیہ ہونا ہے اور بس ۔ ایک اور جمالیاتی فرق تاثر کا بھی ہے
یعنی ترجیع بند کا بتکرار آنے والا شعر اپنی تکرار کی وجہ سے
بے اثر اور Naive یا Bathetic سا ہو جاتا ہے لیکن ترکیب بند
کا شعر درمیانی تاثر کا حامل ہوتا ہے اور اس کا مختلف القافیہ
ہونا بھی تاثر کو بڑھانے والا ثابت ہوتا ہے ۔ یہ ایک چھوٹا سا
پل ہے جس کے آگے اور پیچھے جذبات کی چھوٹی چھوٹی نہریں
بہہ رہی ہیں ۔ اردو شاعری میں ترکیب بند یوں تو اٹھارھویں صدی
میں بھی موجود تھا لیکن اس کا شباب بیسویں صدی کے ربع اول
میں اقبال کی ترکیب بند نظموں میں ہوا ۔ ان نظموں میں
'تصویر درد' ، 'شمع اور شاعر' ، 'ذوق و شوق' ، 'طلوع اسلام' اور
'مسجدِ قرطبہ' نمایاں ترین ہیں ۔ مختصر تاریخی واقعات کے لیے
جو مخصوص جذبات کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں ۔ ترکیب بند ،
مسدس اور مثنوی نما نظم سے بہتر کوئی لغوی ہیئت نہیں ملے گی ۔
اقبال کے بعد ترکیب بند اور ساقی نامہ بلکہ مسدس بھی بہت کم

فروغ پا سکی صرف جوش ملیح آبادی نے ایسے ' حسین اور انقلاب' جیسی عظیم نظموں میں قائم رکھا ۔

۴۸ ۔ **تنگہ ، ٹکا :** کو دو پیسے یا دو پائی کے برابر شمار کیا ہے ۔ دو پائی والی قیمت صحیح نہیں ہے ۔ ٹکہ ہمیشہ دو پیسے کا ہوتا تھا اب یہ اعشاری نظام کی جگہ لینے کی بنا پر ختم کردیا گیا ہے ۔ ٹکا کے دوسرے روپ ٹنکا اور تنکا بھی ہیں ۔ بنگلہ میں تا کا اور پنجابی میں ٹغا ہے تنخواہ کا لفظ اصلاً تنکا اور ٹکا کی مفرس صورت ہے دونوں میں مجاز کا رشتہ ہے ۔ مؤلف نے تنخواہ کو واؤملفوظی سے بھی لکھا ہے جو بالکل غلط ہے یہ واؤ معدولہ ہے مؤلف نے ٹکا کے اور معنی بھی بتائے ہیں یعنی برتنوں کے آپس میں ٹکرانے کی آواز ۔ ٹنکنا اور ٹھنکنا بھی اسی آواز کو ظاہر کرتے ہیں لیکن مؤلف نے ان کی طرف اعتنا نہیں کی ۔

۴۹ ۔ **تنومند :** یعنی جسیم ، قوی فارسی ۔ اس لفظ کی ترکیب تن + امند بنائی گئی ہے ۔ نیز لاحقہ مند کا سنسکرت روپ منت بتایا ہے یہ اطلاع تو صحیح ہوگی لیکن تنو مند میں واؤ ایک تو بظاہر زائد ہے اور دوسرے مجہول ہے اور مؤلف نے ادھر اشارہ نہیں کیا تنومند اصلاً تن مند تھا بولنے والوں نے جو زبان کی فصاحت کا ہر لمحہ خیال کرتے ہیں اسے بہ از دیار واؤ تنومند بنا دیا ۔ اس کے بعد ہمیں اس پر قیاس کرکے برمند سے برومند بنا لیے جانے کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے لیکن مؤلف نے اصول کو توڑ ڈالا ہے اور برومند کو برومند بواؤ معروف لکھ دیا ہے ۔ برو مند اور تنومند کو اگرچہ کسی شاعر نے ہم قافیہ الفاظ کے طور پر نظم میں نہیں باندھا لیکن ان کا باندھنا فصیح ہوگا ۔ اقبال کے اس مصرعے میں

نخل اسلام نمونہ ہے برومندی کا

برومندی موجود ہے اس میں ی مصدر کی علامت ہے ۔ واؤ کا اضافہ سنسکرت میں بھی ہے ۔ منوہر اصل میں من ہر (با اسم فاعل قیاسی) تھا ۔ اسے منوھر بنا لیا گیا ۔ اصول دونوں زبانوں میں حیرت انگیز حد تک منکشف ہوا ہے ۔

۵۰ - تنور ، تنّور : دونوں صورتیں فارسی کی ہیں لیکن تنور کی اصل کو آرامی بتایا ہے اور نور کو اس کا مادہ جس کے معنی روشنی کے ہیں - حیرت ہے کہ اگر آرامی ہی سے اسے مشتق ثابت کرنا مقصود تھا تو پھر نار ہی سے کیوں نہ مشتق ثابت کیا کہ آرامی میں بھی نار موجود ہے - آرامی یعنی Aramaic سریانی Syriac عبرانی Hebrew اور عربی Arabic کی ہمشیرہ زبان ہے ان کا اشتراک اور مابہ الامتیاز اگر تفصیل سے دیکھنا ہو تو فلپ حتّی کی تصانیف تاریخ شام A History of Syria اور تاریخ عرب A History of the Arabs دیکھنی چاہیے - پروفیسر فراق گورکھپوری کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ کی زبان عبرانی نہیں آرامی تھی یہ محض قیاس آرائی ہے کیونکہ آرامی اس عہد کی علمی زبان تھی نہ کہ عوامی بولی - بہرکیف تنور کا مادہ اگر نور کی بجائے نار ہو تو بہتر قیاس ہے - لیکن یہ بات بھی اتنے ہی وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ تنور سامی گروہ کی مذکورہ چار زبانوں میں سے کسی ایک زبان کا ہو سکتا ہے - آرامی کی خصوصیات اس لیے کچھ زیادہ معتبر ہیں - براؤن نے پہلوی زبان میں نہ صرف آرامی زبان کے عناصر کا حوالہ دیا ہے بلکہ سریانی زبان کے بعض اثرات کو بھی دخیل مانا ہے مثلاً ہزوارش کے لفظ کو اصلاً ہاسوری (بمعنی یہ سریانی یا اسیریائی ہے) بتایا ہے - بالکل یہی صورتِ حال پنجابی اور اردو میں ہندی فارسی اور عربی کے بعض الفاظ کی نشان دہی مشکل ہو جاتی ہے - اس سلسلے میں آئندہ سطور میں لفظِ ترجمان کی بحث آ رہی ہے -

۵۱ - ترجمان : اس لفظ کو عربی تسلیم کر کے انگریزی کے Translator اور Interpreter کا بدل بتایا ہے - اور یہ تحقیق معانی پوری طرح مسلم و مروج ہے لیکن صرف عبدالرشید تتوی مصنف فرہنگ رشیدی و منتخب اللغات و رسالہ المعربات اور ان کا حوالہ دیتے ہوئے ملا غیاث الدین رام پوری نے ترجمان کو عربی الاصل ماننے سے انکار کر دیا ہے - ملاحظہ ہو غیاث اللغات طبع نولکشور پریس لکھنؤ - عبدالرشید کا کہنا ہے کہ ترجمان معرب ہے فارسی

کے تر زبان سے اور تعریب کے عمل کو اس تفصیل کے ساتھ واضح کیا ہے۔

۱ - تر زبان کے زاء ترجمان میں میم سے متبدل ہوگئی ہے دونوں قریب المخرج واقع ہوئی ہیں۔

۲ - زبان کے زاء بالضم ہے اس بنا پر اس کا ضمہ ترجمان میں قائم رہ گیا ہے۔

۳ - تر زبان کی باء ترجمان کی میم سے متبدل ہوگئی ہے کہ باء اور میم آپس میں تبادلہ پذیر ہے (بکہ اور مکہ عبرانی اور عربی بالترتیب ہیں اور قرآن مجید میں بکہ آیا ہے۔ ببکۃ مبارکا)۔

راقم کی نظر میں عبدالرشید کا خیال حقیقت پر مبنی ہے اس کے علاوہ ایک اور دلیل کے غیر عربی ہونے کی یہ بھی ہے کہ ترجمان عربی کی قواعد صرف کے کسی وزن اور باب کے تحت نہیں آتا اس لیے اسے عربی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اگر اس کے عربی ہونے کی یہ دلیل پیش کی جائے کہ ترجمہ مترجم اور مترجم علی الترتیب بر وزن تفعلہ، مفعل اور مفعل ہیں اس لیے عربی ہیں تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ تعریب اوایں کے بعد دخیل لفظ کلھم عربی قواعدِ صرف کے تحت آ جاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ منگول افغان اور ہندو غیر عربی ہیں ان کی عربی شکلیں مغل افغان اور ہندو ہیں اس لیے ان کی جمع کی صورتیں عربی قاعدے سے مغول اور افاغنہ اور ہنود ہوں گی اور یہ ہمیں تسلیم ہیں۔ اس لیے تراجمہ اور مترجم اور مترجم بھی معربات متصور ہوں گے۔

عبدالرشید کی تحقیق لسانی اور صوتیاتی ہے لیکن ہمیں کوشش کرنا ہوگی کہ اس تعریب کو تاریخ کی عینک سے بھی دیکھ لیا جائے۔ ایران عرب سرحد پر عیسائی عرب باجگذار ریاست حیرہ تھی جو ساسانی بادشاہوں کو خراج ادا کیا کرتی تھی اور کفار عرب سے تحفظ حاصل کرتی تھی۔ ایرانی دربار اور حیرہ کے

دربار شاہی (شاہانِ حیرہ کو مناذرہ جمع منذر کہتے تھے) دیکھیے
نکلسن کی A Literary History of the Arabs - ظاہر ہے کہ
جب ایرانی سفارت کار دربار مناذرہ میں آتے تھے تو زیادہ سے
زیادہ زبانیں جاننے اور طلاقتِ لسانی میں نمایاں ہونے کی صفت
کے مالک نظر آتے تھے - عربی بولنے والے دربار حیرہ کے بادشاہ
اور امراء و وزراء کو تر زبان کے لفظ کو اپنی زبان میں زیادہ
فطری اور آسان بنانے کی صورت یہی نظر آئی ہوگی کہ وہ اسے
ترجمان بنا لیں جو متقاضیٔ لسانیات تھا - اس طرح لفظ ترجمان کی
ایجاد کو غالباً خسرو پرویز کے عہد سے منسوب کر سکتے ہیں -

۵۲ - **تریاق اور تریاک :** 'فرہنگِ آصفیہ' میں تریاق کو معرّب اور
تریاک کو فارسی اور دونوں کو مترادف بتایا گیا ہے - مؤلف
پلیٹس نے دونوں کو یونانی کے Treacle سے ماخوذ قرار دیا ہے -
شٹائن گاس نے یونانی اصل Trecia بتائی ہے جس سے تریاق بالکل
قریب ہے - اگر بقول فرہنگ آصفیہ تریاق معرّب ہے فارسی تریاک
کا تو غلط ہوگا اور اگر فرہنگ کا مقصد یہ ہے کہ تریاق معرّب
ہے کسی غیر عربی زبان مثلاً یونانی وغیرہ سے تو یہ درست ہے
لیکن پھر ق سے تریاق کو طب یونانی کے دخیل در عربی ہونے
کی وجہ سے اولیّت حاصل ہے - پھر یہی قرینِ قیاس ہے کہ ایران
والوں نے دانستہ جدید عہد میں عربی کے تریاق کی تفریس کر
دی ہو اور افیم کے معنی میں استعمال کرنا شروع کر دیا ہو -
بجائے پازہر کے لیکن بقول پلیٹس دونوں معنوں میں یگانگت
موجود ہے اور یہ غلط نہیں کہ افیم افیم نوش کرنے والوں کے
نزدیک پازہر ہی ہے اور طبی طور پر بھی دونوں کی تاثیر یک
بہ بشرط مقدار مانتے ہیں - اقبال کا مصرع ہے :

کہ زہر کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

لیکن گلستانِ سعدی میں ہے :

"و تا تریاق از عراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود"
زیادہ قرین قیاس بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اولاً تریاک بھی معرّب

ہوگا لیکن استعراب پسندوں کو ک کی بجائے ق رکھ دینا صحیح تعریب معلوم ہوئی ہوگی تا کہ ق قطعی طور پر اسے عربی بنادے ۔ 'فرہنگ' میں جو تریاق کو فارسی بتایا گیا ہے یہ درست نہیں بمعنی پازہر اور معرّب اس کا تریاق کیونکہ تریاک کا ک شرطیہ طور پر مخصوص بہ فارسی نہیں یہ عربی اور معرّب بھی ممکن ہے ۔

۵۳ ۔ **تعریب :** بمعنی عربی بنانا ۔ یہ لفظ لغت میں درج ہی نہیں کیا ۔ حالانکہ اس کا انگریزی مترادف ایک سے زیادہ بار آیا ہے ۔ Arabicised ۔

۵۴ ۔ **تعمیہ :** عربی ۔ اس کے معنی درج کیے ہیں دقیق اور پیچیدہ بنانا اور لفظ معما اسی سے بے معنیٰ لغوی اندھا یا بے معنی اور پیچیدہ و ناقابل فہم چیز پہلی وغیرہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ فیلن اور پلیٹس کو ادبی الفاظ سے یا تو اکراہ ہے اور اگر ثانی الذکر کے حوالے سے اکراہ نہیں تو لا علمی اور گمراہ کن تشریحات اس کا طرۂ امتیاز ہیں فیلن صاحب نے اچھا کیا کہ سرے ہی سے ادبی اصطلاحات کو منہ نہیں لگایا کم از کم انہوں نے علوم الشعر کو خراب تو نہیں کیا ۔ تعمیہ بھی ایک ادبی اصطلاح ہے ۔ علم بدیع کے تحت صنعت تاریخ جس میں بحساب جملی واقعات کی تاریخ منضبط کی جاتی ہے ۔ تعمیہ یہ ہے کہ مادہ تاریخ میں کچھ حروف جمع کر کے وضع کیا جاتا ہے اس کا متضاد تخرجہ ہے یعنی کچھ حروف (اعداد) وضع کرکے تعمیہ میں مادہ الفاظ کے ضرب دینے سے بھی ہاتھ آتا ہے ۔ چنانچہ اقبال نے جسٹس ہمایوں کی دو تاریخہائے وفات اسی طرح نکالی ہیں ۔

(الف) زہشت خلد ندایم رسید المومن

۱۶۷ × ۸ = ۱۳۳۶ھ

(ب) علامہ فصیح زبر چار سو شنید

۱۳۳۶ھ = ۴ × ۴۳۴

۵۵ ۔ **تفریس :** (عربی) اس کے صرف ایک ہی معنی لکھے ہیں

گھوڑے کی گردن توڑنا ۔ بطور اہم اصطلاح زبان کے اسے بھی 'ادبی' لفظ جان کر چھوڑ دیا گیا ہے ۔ حالانکہ لغتِ پلیٹس ہی میں متعدد مفرس الفاظ موجود ہیں ۔ مفرس کے معنی ہیں فارسی بنانا یعنی کسی غیر فارسی لفظ کو فارسی زبان کے مطابق ڈھالنا ۔ ہندی کے کوٹ والا سے کوتوال ، کھچڑی سے کچری

میر گشتم ز کچرئ ایام

جھکڑ سے جکر

ع آن باد کہ در ہند اگر آید جکر آید عرفی

۵۶ ۔ تنافر : (عربی) اس کے معنی آکراہ و نفرت کے درج کیے گئے ہیں اور حسبِ دستور بطور ایک ادبی اور شعری اصطلاح کے غیر حاضر ہے تنافر فصاحت کے باب میں زیرِ بحث آتا ہے جب کسی کلمے کی انفرادی وضاحت کا اندازہ کرنا مقصود ہو ۔ یہ عبارت ہے اس احساس ثقالت سے جو کسی کلمے کے ادا کرنے میں عام طور پر محسوس ہوتی اور یہ اس وقت محسوس ہوتی ہے جب اس میں ایک ہی حرف یکے بعد دیگرے اس طرح آئے کہ زبان گرانی محسوس کرے دو لفظوں کے درمیان بھی واقع ہوکر تنافر صوتی پیدا ہوتا ہے علامہ سکاکی نے مستشزرات کے لفظ میں سین شین اور زاء کے ساتھ ساتھ ہونے کی وجہ سے ثقالت کا احساس واضح کیا ہے ۔ — غالب کے اس مصرع میں ،

مرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے

خلق کا قاف اور اس کے بعد کو اور کیوں کا کاف آکر تنافر پیدا کر رہے ہیں ۔ تنافر معمولی گرانی کا باعث ہو تو خفی ہے اور سخت ہو تو جلی ہے ۔ اس انگریزی کے مصرعے میں تنافر (Cacophony) v اور L کے آگے پیچھے واقع ہونے سے پیدا ہوگیا ہے ۔

Convolvuluses

تنافر کی مفصل بحث نکاتِ سخن از حسرت موہانی میں ملے گی ۔

ٹ (ت)

۵۷ - **ٹکا :** اس پر تنکہ کے تحت گفتگو ہو چکی ہے یہاں ٹکا سے متعلق محاورات یا اس کے مشتقات کا ذکر ہے - محاورہ ٹکے دھڑی بکنا بمعنی بہت سستا بکنا درج ہے لیکن یہ مصرع بھول گئے ہیں :

ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھا جا

آخر میں ٹکے والی بمعنی کم بہا جسم فروش درج کیا ہے - لیکن لفظ مترادف ٹکھیائی جو دلی اور میرٹھ میں عام طور پر متداول ہے نہیں حاضر ہے - اس کا انگریزی مترادف جو انگریزی جدید میں کمیاب ہے Drull ہے - پاپٹس ، فیان اور شٹائن گاس کی فرہنگیں بلاشبہ ہماری انگریزی کے ذخیرے میں معتدبہ اضافہ کرتی ہیں بلکہ انگریزی زبان کا ذوق بھی پیدا کر دیتی ہیں -

۵۸ - **ٹوہنا :** ہندی بمعنی ہاتھ لگا کر محسوس کرنا - 'Fumble' - ٹوہنا مصدر بھی پنجابی اور ہندی کا مشترک سرمایہ ہے - اردو محاورہ کی ٹوہ لینا بمعنی سراغ لگانا ٹوہ بطورِ اسم معنی ہے -

۵۹ - **ٹیک ، ٹھیک :** (ہندی) دونوں روپ بمعنی سہارا اڑواڑ وغیرہ درج ہیں لیکن معلوم نہیں کیوں - ٹیکنا بیاء معروف بمعنیٰ بالا آ گیا ہے اور کیونکر صحیح ہے (Tikna) - ٹیک یا ٹھیک نکل جانا بمعنی سہارا یا اڑواڑ نکل جانا ، گر جانا ، غلطی سرزد ہونا محاورات ہیں - ٹھیک اینٹوں کا وہ سہارا ہے جو محراب بنانے میں کام آتا ہے - مرزا غالب نے ہندوستان کے فارسی گو شعراء کا ذکر کرتے وقت لکھا ہے :

"میاں فیضی کی بھی ٹھیک نکل جاتی ہے"

جناب اثر لکھنوی کا خیال ہے کہ ٹھیک نکل جانا ایک خلافِ تہذیب معنی میں بھی بولا جاتا ہے" - دیکھیے 'نقوش" لاہور ادبی معرکے نمبر تمحیص در بابِ لفظ ٹھیک نکلنا با سجاد مرزا بیگ دہلوی مصنف 'تسہیل البلاغت' اشاعت دہلی -

٦٠ - **ٹھیکا :** (ہندی) بمعنی معاہدۂ کار بہ تخصیص ایام تکمیل کار و تعیین معاوضہ - عام املا میں ہائے مختفی سے لکھتے ہیں یعنی ٹھیکہ ٹھیکہ دار ، ٹھیکے دار وغیرہ - اورنگ زیب عالمگیر نے ہندی کے لفظوں راجہ ، پتہ ، پٹنہ وغیرہ کو الف سے لکھنے کا حکم جاری کیا تھا اس بنا پر کہ ہندی میں ہائے مختفی مفقود ہے لیکن یہ حکم صائب متصور نہ ہو سکا اور عوام اسی طرح لکھتے رہے - کچھ عرصے سے یہ تحریک پھر چلی ہے اور راجہ کو راجا لکھا جا رہا ہے جو راجہ کے صدیوں سے مروج ہونے کی بنا پر بھونڈا سا محسوس ہوتا ہے -

٦١ - **ٹھیکی :** (ہندی) بمعنی لاٹھی کا سہارا - محاورہ ٹھیکی لینا بمعنی راستے میں لاٹھی کے سہارے تھوڑے عرصے کے لیے آرام کرنا - ٹھیکی کا بدل ٹیکی غلط ہے کہ ٹکانا اور ٹیکی ٹکنا مصدر لازم سے متعدی ہیں - ٹکانا کا استعمال فقرے میں یہ ہے - بندوق کو کندھے پر ٹکا کر فائر کرتے ہیں - ہرچند کہ شروع بحث میں ٹیک اور ٹھیک کو ایک ہی معنی کا حامل بتایا گیا تھا لیکن مشتقات میں ہر جگہ یہ ایک دوسرے کا بدل نہیں ہوتے - ٹھیکی لینا ٹھیک اور ٹیکی لینا غلط ہے کیونکہ محاورہ کے طور پر اس کا چلن نہیں ہو سکا -

٦٢ - **ٹھینگا :** (ہندی) یہ لفظ بمعنی (١) انگوٹھا اور (٢) لٹھ دیا گیا ہے - محاورات منسلکہ ٹھینگا دکھانا یعنی کوئی چیز دینے سے انکار کرنا انگوٹھے کو ایک خاص قسم کی جنبش دے کر ، زبردستی کا ٹھینگا سر پر - اس ضرب المثل میں بھی ٹھینگا لٹھ کے معنوں میں ہے - ٹھینگا باجنا محاورہ مشہور ہے :

جس کا کام اسی کو ساجھے
اور کرے تو ٹھینگا باجے

اس میں ٹھینگا باجنا فساد ہونا یا بدنامی کا ہونا ہے - مرزا غالب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں "قواعد سے بے خبر لوگ پنسن لینے گئے اور شہر میں ٹھینگا باجا" یعنی ان کی بدنامی ہوئی - ٹھینگا

دکھانا ایک فحش اشارہ بھی ہے ۔ لغت سے محاورہ زبردستی کا ٹھینگا سر پر ضمیر حاضر ہے البتہ ٹھینگیل کا لفظ بطور اسم فاعل یعنی ٹھینگا چلانے والا ، لٹھ چلانے والا ضرور درج کیا ہے ۔

۶۳ ۔ **ٹھگنا :** ہندی ہے اور بمعنی معروف یعنی دھوکا دینا متداول ہے لیکن اس کے ایک معنی To be Duped یعنی ٹھگا جانا کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ ٹھگنا مصدر لازم ہے اور اس سے فعل مجہول (مصدر) ٹھگا جانا ہوگا جو مندرج کرنا تھا لیکن اصولاً اس کی گنجائش نہ تھی جو بغیر ضرورت کے نکالی گئی ۔

۶۴ ۔ **ٹھینگنا ، ٹھنگنا :** (ہندی) دونوں روپ دیے ہیں لیکن صاف ظاہر ہے کہ اول الذکر اودھی کا مال ہے اور ثانی الذکر اردو کا اودھی کا ایک رجحان اشباع ہے جس کی طرف سطور پیشتر میں اشارہ کیا جا چکا ہے ۔

۶۵ ۔ **ٹیپ :** (ہندی) اس کے متعدد معانی دیے ہیں جن میں اہم تر موسیقی کا اونچا سر ہے ۔ ایک دفعہ پھر بطور اصطلاح شعر اس سے قطع نظر کر لیا گیا ہے ۔ ٹیپ کا مصرع ہندی یا اردو گیت یا نظم کے اندر ہر بند کے بعد بتکرار آنے والا مصرع ہے ۔ دیکھیے تحت لفظ ترجیع بند اس کا انگریزی بدل Recurring Line یا Burden ہے ۔ ٹیپ ، تاہم ایک پراسرار سا لفظ ہے اور ان اخالیط معنی کا حامل ہے جن کے مابین مرکزی یا بنیادی معنی تلاش کرنا آسان نہیں ۔ ٹیپ اگر مطلقاً آرائشی لکیر ہے جو وقفوں کے بعد بنائی یا ابھاری جاتی ہے جیسے سیمنٹ کی ٹیپ یا چونے کی ٹیپ تو موسیقی میں ابھرا ہوا سُر ہوگی اور نظم یا گیت میں ابھرنے والی لائن باوقفۂ مقررہ ۔ محاورات ٹیپ ڈھالنا ، ٹیپ کرنا وغیرہ ہیں ۔ ٹیپ کی مختصر ترین اور مدھم شکل مخمسات میں ہر پانچویں مصرعے کا حرفِ روی ہوگی چنانچہ :

بند ۱ ٹیپ ع خدا کے واسطے بھائی کچھ اور باتیں بول

بند ۲ ٹیپ ع کرے جو خواب میں گھوڑا کسی کے نیچے الول

بند ۳ ٹیپ ع گھروں سے پانی کو باہر کریں جھکول جھکول

ٹیپ اور ترجیع ہم معنی ہیں انگریزی کی ایک واسوخت نظم ہے 'Lovers' Resolution فیصلۂ عشاق ، اس کی ٹیپ دو مصرعی ہے اور اس طرح ہے :

But if she be not for me
What care I for whom she be ?

ج

۶۶ - جابر : (ع) اس لفظ کے معنی صرف جبر کرنے والا مستبد وغیرہ لکھے ہیں جو متداول و معروف ہیں ۔ لیکن بمعنی ہڈی جوڑنے والا اور تلافیٔ مافات کرنے والا بالکل نظرانداز کر دیے ہیں ۔ حالانکہ مصدر جبران جو جبرانِ مافات میں ہے تلافی کے معنی دے رہا ہے ۔ الجبر و المقابلہ Algebra میں جبر علامات و رقوم کو ملانے اور آمنے سامنے لانے کا علم ہے کم از کم اس کو پیشِ نظر رکھ لیا ہوتا ۔ اس قسم کے محذونات اور فروگذاشتوں سے کوئی فرہنگ بھی عدمِ توازن کا شکار ہو جاتی ہے ۔

۶۷ - جاٹنی : یہ لفظ فرہنگ پلیٹس سے غیر حاضر ہے اور اس کی جگہ جٹی درج ہے - جاٹنی جاٹ کی مؤنث ہے ۔ اردو زبان ہی کا نغمۂ اطفال ہے ۔

جاٹنی کا بیٹا روئے — گھمر گھمر دودھ بلوئے

جاٹنی کو صحیح اردو اور جٹی کو غالباً پنجابی سے اردو میں دخیل جانا چاہیے ۔ جاٹنی کی ہیئت جناتنی کی سی ہے اور دونوں ایک ہی کینڈے کے لفظ ہیں ۔ جناتنی کی جگہ جننی غلط ہے ۔ دیکھیے قواعدِ اردو از مولوی عبدالحق انجمنِ ترقی اردو اشاعتِ اول ۱۹۲۴ء

۶۸ - جادہ : اس کو عربی کے جادت کی فارسی شکل بتایا گیا ہے ۔ جسے کوئی فارسی لغت تسلیم نہ کرے گی ۔ جادہ کو مؤلف نے مثل

ارادہ مفرس ارادت اور فوق العادہ کو فوق العادت کا مفرس یا مستعمل در فارسی خیال کیا ہوگا۔ حالانکہ جادہ مستقلاً فارسی الاصل لفظ ہے۔

۶۹۔ جب : (ہندی) اس حرف مکان جہانگیری Universal Time Particle کے صرف وہی معنی دیے ہیں جو معنی جس وقت کے ہیں۔ مؤلف اردو گرامر اور محاورے کے منتہی سمجھے جاتے ہیں اور مولوی عبدالحق صاحب نے بھی کہیں کہیں ان سے استفادہ کیا ہے لیکن جہاں گرامر کے مسائل شعراء نے حل کیے ہوں۔ وہاں مستشرقین کا گذر ہی نہیں ہو سکتا وہاں صرف اہل مشرق ہی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ جب کہ دوسرے معنی پہلے بہ تضاد اب کے ہیں ایک شاعر غالباً داغ کا شعر ہے :

جب نیاز عشق تھا، اب ناز ہے
یہ مرے انجام کا آغاز ہے

اور نواب جعفر علی خاں اثر لکھنوی کا ایک مطلع ہے :

آغاز محبت کی لذت انجام میں پانا مشکل ہے
جب دل کو مسوسے رہتے تھے اب ہاتھ لگانا مشکل ہے

دونوں شعروں میں 'جب' بمعنی پہلے آ رہا ہے۔

۷۰۔ جبروت : مؤلف نے بتایا ہے کہ "جبروت اور ناسوت ملکوت لاہوت جیسے الفاظ کے آخر میں جو علامت مصدری وت ہے وہ عربی میں آرامی زبان سے آئی ہے اور اس کی اپنی نہیں ہے" عربی میں وت کی جگہ لاحقہ مصدری یت ہے۔ جیسے تربیت، کیفیت، کمیت وغیرہ میں ہے۔ تاہم لاہوت اور ناسوت اور ملکوت اب اسمائے ظرف مکاں کے بہ طور مستعمل ہیں اس پر مزید تحقیق درکار ہے۔

۷۱۔ جالنا : (ہندی) اس کو جلانا اور جرانا کا تیسرا روپ بتایا گیا ہے جالنا بظاہر مشرق پنجاب کا لفظ ہے جو دور پورب تک چلا گیا

ہے جلانا مغربی ہندی کی چیز ہے اور جرانا بہ راء مہملہ معلوم ہوتا ہے کہ برج بھاشا کا روپ ہے۔ جس میں لام مبدل بہ راء مہملہ ہو گیا ہے۔ پنجابی مغربی میں بالنا ہے اور بالن بمعنی ایندھن آتا ہے۔

۷۲۔ جزگیر : یہ فارسی کا دلچسپ اور معلومات افزا لفظ ہے یعنی وہ نشانی کا دھاگا جو کتاب خواں مطالعے کے دوران مخصوص صفحے کے لیے استعمال کرتا ہے یہ جلد کا حصہ ہوتا ہے قیاس ہے کہ یہ لفظ عہد واجد علی شاہ میں اختراع کیا گیا ہو گا۔ جزگیر اعلیٰ اور قیمتی کتابوں کے ساتھ منسلک ہوتا ہے۔

۷۳۔ جغرات : مؤلف نے یہ نہیں بتایا کہ کس زبان کا لفظ ہے S.M. کے بعد سوالیہ نشان ڈالا ہے تاہم معنی ٹھیک بتائے ہیں یعنی Coagulated milk مراد وہی Curd جغرات ترکی لغت ہے اور وہاں سے یورپی زبانیں اس سے مستفید ہوئی ہیں۔ یونانی ، جرمن ، انگریزی وغیرہ وہاں اس کی شکل Joggart کی ہے دیکھیے آکسفورڈ ڈکشنری (مختصر)۔

۷۴۔ جاموس : اسے عربی (معرّب) بتایا ہے فارسی کے گاؤموش سے۔ صحیح فارسی گاؤمیش ہے نہ کہ گاؤموش۔ موش چوہے کو کہتے ہیں۔ مؤلف خیال کرتے ہوں گے کہ فارسی میں جا کے بعد موش ہونا چاہیے کہ معرب میں بھی موس ہے (موبیائے معروف) فارسی کے گاؤمیش سے جو خود وضعی لفظ ہے میش = بھیڑ + گاؤ = گائے یا بھینس نیز گاؤمیش بھینسا یا بیل بھی ہے اور اس باب میں تذکیر و تانیث کی تخصیص نہیں اور جاموش اور جاموس دونوں معرب شکلیں ہیں۔

۷۵۔ جعلیا : (ہندی)۔ مؤلف نے اسے بمعنی جعل ساز اور عربی کے جعل + ہندی لاحقہ ایا کا مرکب قرار دیا ہے۔ جیسا کہ نجم الغنی رامپوری نے 'بحر الفصاحت' (جزیرہ اول) میں زبان اردو کی ساخت میں دخیل دوسری زبانوں کے بعض لفظوں کا ذکر کیا ہے

لفظ جھلیا کو پنجابی الاصل قرار دیا ہے اور یہ نشان دہی صحیح ہے - پنجابی تاجران پارچہ وغیرہ اپنے ساتھ یہ لفظ لکھنؤ اور دہلی لے گئے ہیں اور اردو میں شامل ہوکر بمنزلہ اردو کے ہو چکا ہے - یہ بھی واضح ہے کہ لاحقہ فاعلی ایا ہندی اور پنجابی اور مغربی ہندی کھڑی بولی وغیرہ سب میں موجود اور کارکن ہے -

۷۶ - **جگت :** (ہندی) بمعنی تجنیس و ایہام وغیرہ - اس کے تحت ضلع جگت کی اصطلاح مندرج نہیں - خیال تھا کہ ضلع کے تحت ہوگی مگر ضلع کے تحت صرف لفظ ضلع بمعنی جگت دیا گیا ہے - اس کے ہمراہ تلازم خیال کی اصطلاح بھی درج ہے - غرض ضلع جگت کی مسلمہ اصطلاح کسی طرح بھی تصور میں نہیں لائی گئی نہ جگت کی کوئی مثال بہم پہنچائی گئی ہے - ضلع جگت کا مخفف ضلع متداول ہے بلکہ ضلع جگت کی شاعری کو صرف ضلع کہنا ہی متداول رہا ہے اور آغا حسن امانت لکھنوی اس کے سمبل ہیں - خیال رہے کہ لفظ ضلع مطلقاً بمعنی پہلو ، پہلوئے شعر ، مخمس کا ضلع طرف - ضلع جگت میں ضلع معنوی پہلو ہے Aspect of Meaning, Shade of Meaning -

۷۷ - **جگادر ، جگادری :** (ہندی) دونوں صورتیں ہیں بہ معنی تجربہ کار ، جہاندیدہ ، مشیرِ کار - اردو صحافت میں یہ لفظ بڑا مقبول ہے لیکن دوسری صورت ہی دیکھنے میں آئی ہے - جس میں آخر کی یاء معروفِ زائد ہے - ہندی کی یاء نسبتی کے بارے میں بصیرت افروز بحث 'اردو لسانیات' از شوکت سبزواری میں ملے گی ساتھ ہی عربی اور فارسی کی یاء نسبتی پر اظہارِ خیال بھی - ہندی یا اردو کے بعض لفظوں کے آخر میں یائے معروف زائد لگاتے ہیں کبھی یونہی لفظی آہنگ داری کے خیال سے مثلاً برائے تقفیہ شادی کے ساتھ غمی ، کبھی محض زائد جیسے انتظاری ، انکساری میں یاء معروف زائد مصدری ہے اس لیے کہ غم ، انتظار اور انکسار بجائے خود مصدر ہیں ان پر یائے مصدری کا ازدیاد محض غیر توجیہی ہے - جگادر جو اصلی لفظ ہے اب شاید استعمال میں نہ آئے گا -

۷۸ - جگنون : (جگنوں) پلاٹس صاحب نے پہلی صورت بھی لامہیا کی ہے جو مستشرقین کی منظور نظر ہے اورکسی طرح صائب معلوم نہیں ہوتی - تجربہ بتاتا ہے کہ ہمیشہ اردو کے انگریز طالب علم نہیں کو نہین پڑھتے اور بولتے ہیں اور جب تک ان کو یہ نہیں بتا دیا جاتا ہے کہ نہیں کے آخر میں نون غنہ 'N' Nasal ہے جیسے فرانسیسی کے Mon اور Jean میں ہے تو ان کا ذہن ادھر منتقل نہیں ہوتا - جگنو کے آخر میں تو از خود نون کی آواز پیدا کرتا ہے اسی طرح آہنی کا لفظ ہے جو آہنیں کی آواز ازخود پیدا کر رہا ہے - زائد نون اور وہ بھی بہ اعلان طول امل ہے جگنو اصل لفظ ہے بمعنی کرم شب تاب - جگنو بمعنی زیور گلو استعاراتی لفظ ہے اور چھوٹے جگنو کو جگنی کہتے ہیں - اس سلسلے میں ملاحظہ ہو جگنو اور جگنی کی بحث مابین شوق نیموی اور جلال لکھنوی - جلال جگنی کو لفظ ہی تسلیم نہیں کرتے تھے اور شوق اس پر اصرار کرتے تھے آخر حکم ایک پڑھی لکھی خاتون لکھنؤ کو بنایا گیا اور انھوں نے شوق کے حق میں فیصلہ کر دیا - اس معرکے کے لیے دیکھیے مجلہ 'نقوش' لاہور ، ادبی معرکے نمبر ۱۹۸۲ء - پنجابی کی ایک لوک مثنوی بھی 'جگنی' کے نام سے ہے لیکن ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ ایک پراسرار سا کردار ہے جو دانشمندی اور سفرپسندی کی علامت ہے - ہر نیا 'جگنی' گانے والا اپنی طرف سے کچھ بند ایزاد کر سکتا ہے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ جگنی گردن کا زیور ہے جو انسانی شکل اختیار کر گیا ہے یا جگنی نام ہے ایک لڑکی کا جو دانش و بینش کا پیکر ہے -

۷۹ - جلاھہ : (ہندی) بمعنی بافندہ - یہاں صرف اس قدر اضافہ کرنا مقصود ہے کہ اس کی مفرس صورت جولہ ہے جو امیر خسرو دہلوی نے اپنی اخلاق مثنوی 'مطلع الانوار' میں برتی ہے -

۸۰ - جماہی ، جنبھائی : دونوں روپ ایک ہی لفظ کے بمعنی معروف تیسرا اور غیر فصیح روپ جمائی ہے جو اکثر حضرات لکھتے اور

بولتے ہیں اور غالباً غلط العام فصیح کی فہرست کا حصہ بن جائے گا ۔ فصحاء جاہی ہی کو صحیح جانتے ہیں ۔ جنبھائی کا سراغ اول اول سید عبدالواسع ہانسوی کی لغت اردو ۔ فارسی موسوم بہ غرائب اللغات میں ملتا ہے ۔ غرائب کی پہلی تصحیح نوادر الالفاظ ، خان صاحب از آرزو ہے جسے ڈاکٹر سید عبداللہ نے دوبارہ مرتب کر کے انجمن ترقی اردو سے چھپوایا ہے ۔ پنجاب میں 'اردو' کے مصنف محمود شیرانی اس لغت میں اردو کی قدامت کا راز پاتے ہیں اور یہ بڑی نادر طرز تحقیق ہے اس سے 'جنبھائی' کے قدیم ترین اور ہانسی حصار کے علاقے میں اس کی صوتیات مروجہ کا پتہ بھی چلتا ہے ۔

۸۱ ۔ **جمن** : بمعنی جامن اور جامن بمعنی دہی بنانے کی ترکیب عمومی (پنجابی = جاگ لگانا) تاہم جمن جو جمنا کا مفرس ہے اور گنگ و جمن کی ترکیب عطفی میں متداول ہے ۔ غیر حاضر ہے ۔ اور یہ فروگذاشت ہے ۔

۸۲ ۔ **جنباں** : اس کو ہندی کا لفظ بتایا ہے اور اس کی ژندی شکل کا لاحقہ Gum ، یہ غلط محض ہے جنباں بہ صراحت مصدر جنبیدن بمعنی حرکت کرنا سے اسم حالیہ ہے اور اگر مصدر جنباندن ہے تو صیغۂ امر ہے چنانچہ نظامی گنجوی سکندر مقدونی کے نام مکتوب لکھتے ہوئے کہتے ہیں (مکتوب دارا بہ سکندر) ۔

زمیں را منم تاج تارک نشیں
مجنباں مرا تا نہ جنبد زمیں

مجنباں فعل نہی ہے ۔ جوش ملیح آبادی بال جنباں کی ترکیب فاعلی ایک غزل نما نظم میں استعمال کرتے ہیں :

مٹھیوں میں بھر کے افشاں چل چکا ہے انقلاب
ابر غم زلف جہاں پر بال جنباں ہے تو کیا

آگے چل کر جنبش کو فارسی بنا دیا گیا ہے ۔

۸۳ ۔ جنتہ کو عربی اور جنۃ یا جنت کو فارسی قرار دیتے ہیں ۔ یہ غلط ہے ۔ اصل لفظ جنۃ ہے اور جنت بھی صحیح ہے لیکن

موقوف حالت میں جنة ہے دونوں صورتیں اس آیات میں ہیں ۔
لایستوی اصحاب النار و اصحاب الجنہo اصحاب‌الجنة ہم‌الفائزونo
فارسی میں جنت کا املا علی الرغم عربی کے متداول ہوگیا ہے
شاید اسی لیے اس کو فارسی قرار دے رہے ہیں ۔ حالانکہ جنہ
Jannah اور Jannat عربی میں دو مختلف صورتیں قواعد کی ہیں ۔
اردو والوں نے بھی فارسی کی تقلید میں جنت النعیم ، جنت الماواء ،
جنت الفردوس تراکیب بہ ایں املا رائج کر دی ہیں ۔ غرض جنہ
کو عربی سے مخصوص اور جنۃ کو فارسی سے مخصوص نہیں کر
سکتے ۔ پلیٹس کا بنیادی عربی قواعد سے نابلد یا بے پروا ہونا
گمراہ کن ہے ۔

۸۴ - **جنتر** : (ہندی) اس کے متعدد معانی درج کیے گئے ہیں جن کی
تفصیل دیکھی جاسکتی ہے ۔ لیکن جنتر ایک خاص درخت کا
نام بھی ہے جس کی باڑ صحنوں اور باغیچوں کے گرد لگائی جاتی ہے ۔

۸۵ - **جنڈڑی ، جندگی** : ان دو لفظوں کو فارسی کے زندگی کی بگڑی ہوئی
شکلیں قرار دیا گیا ہے ۔ یہ بات جندگی کے بارے میں تو صحیح
ہے کہ فارسی کی زاء معجمہ عوامی تلفظ میں جیم سے بدل جاتی ہے
لیکن جنڈڑی زندگی کی بگڑی ہوئی شکل نہیں ہے بلکہ پنجابی
اسم تصغیر ہے جند بمعنی جان سے جند کے بارے میں کہا جاسکتا
ہے کہ فارسی زندگی سے کچھ تعلق ہو لیکن یہ تعلق فارسی اور
سنسکرت ہندی کے متحد الاصل ہونے کا ہے نہ کہ براہ راست
پراکرتوں کے گیارھویں صدی عیسوی میں ابھرنے کے زمانے سے
جو فارسی عربی سے غوری اور غزنوی عہد میں مختلط ہونے
لگیں ۔ ڑی پنجابی کا لاحقہ تصغیری ہے اور ہندی میں بھی وجود
رکھتا ہے چنانچہ پد ڑی ، رکھڑی وغیرہ الفاظ اسی قبیل کے ہیں۔

۸۶ - **جیتل** : جیتل سلطنت دہلی کی تواریخوں میں بطور نام سکۂ
مخصوص بآسانی دستیاب ہے ۔ لیکن پلیٹس سے غیر حاضر ہے ۔
ملاحظہ ہو مثالاً انصرام سلطنتِ دہلی ، از ڈاکٹر
اشتیاق حسین قریشی ۔

زائد لغات ہندی و فارسی عربی

(م ـ الف)

۸۷ ـ جات : بمعنی پیدائش قبیلہ معروف ہے ـ جاتی اس کا ایک اور روپ ہے جس میں ی زائد ہے آزاد نے 'سخندان فارس' میں لکھا ہے کہ عربی کا ذات اسی سے ماخوذ ہے حالانکہ ذات بمعنی والا ہے ـ جیسے ذات الجنب ، ذات العماد وغیرہ آزاد اور خان آرزو جس چیز کو توافق اللسانین کہتے ہیں اسی کی مثالیں ذات اور جات ہیں جنھیں اصلاً وہ متحد جانتے ہیں جو غلط ہے ہندو جاتی کا مطلب ہندو قبیلہ ہے ـ اردو دانوں نے آزاد کی تقلید میں یا آزاد نے اردو والوں کے تصرف کو مانتے ہوئے دونوں کو متحد الاصل مان لیا ہے ـ جات ، ذات کا بگڑا ہوا تلفظ ہے اور یہی بنیاد بنا ہے اس اتحاد لسان کی ـ

۸۸ ـ جاتتو : اصلی ، ذاتی

۸۹ ـ جاترا ، یاترا : دونوں روپ متداول ہیں زاء معجمہ اور جیم کا باہم تبادلہ ہوتا ہے ـ ایک ہی زبان میں بھی اور دو مختلف زبانوں میں بھی عبرانی ـ یوسف ، یعقوب
یونانی جوزف ، جیکب

۹۰ ـ جاتک : ہندو فقیر

۹۱ ـ جاتیہ : اچھی ذات والا صحیح صورت جاتیا ہونی چاہیے آخر میں ا یا یا یا فاعلی لاحقہ ہے ـ

۹۲ ـ جاجت : یہ علمی اصطلاح ہے بمعنی سلسلہ حروف ـ جیمی

۹۳ ـ جاجک : ہندو فقیر

۹۴ - جاجلن : قہر و جلال ، غضب

۹۵ - جا چک : سوالی ، درویش

۹۶ - جادج : اس کو عربی (معرب) بتایا ہے فارسی جادہ کا حالانکہ پیشتر جادہ کو مفرس بتا چکے ہیں۔ عربی جادت کا سمجھ میں نہیں آتا اصل کیا بنانا مقصود ہے - صحیح یہ ہے کہ جادج معرب ہے فارسی جادہ کا - تعریب از فارسی کا طریقہ ہے کہ آخر کی د ہ کو ذ جیم میں بدلتے ہیں جیسے

فالودہ سے فالوذج

نمودہ سے نموذج (بانگی)

۹۷ - جاگرت : بیداری ، جاگنا مصدر جدید ہندی میں جاگرتی بمعنی سماجی بیداری معروف ہے -

۹۸ - جاگری : رأب

۹۹ - جالمہ : سنسکرت بمعنی ظالم ، شقی ہے نیز بدکار

۱۰۰ - جالک : صیادِ دام بدوش - آخری کاف لا حقہ فاعلی ہے -

۱۰۱ - جانچھویا : جانچنے والا - یہاں ویا بطور لاحقہ فاعلی ہے بجائے یا اور دیا کے

۱۰۲ - جانگل : تیتر

۱۰۳ - جانگھ : ران اسی سے جانگھیا بمعنی چڈی ہے -

۱۰۴ - جدبا تدبا : ہندی کا دلچسپ لفظ ہے بمعنی اول فول اوٹ پٹانگ الم غلم وغیرہ -

۱۰۵ - جرگہ : بمعنی معروف یعنی دائرہ منصفاں - اس کو مؤلف نے فارسی الاصل بتایا ہے جبکہ بہ تحقیق یہ پشتو کا لفظ ہے -

چ

۱۰۶ - چار : (ہندی) چار کے تحت چند مرکبات اور محاورے درج کیے گئے ہیں ان میں پہلے چار مغزے مشتمل بر ریحان ، اسپغول ، بلنگا

و خرفہ ۔ یہ اپنی جگہ درست ہیں لیکن مؤلف کو چار مغز سے واقفیت نہیں جو مشتمل ہیں مغز خرپزہ ، مغز خیار ، مغز کدو ، اور مغز ہندوانہ پر اور مقویات میں سے ہیں ۔ چار یاری کا روپیہ ایک نادر سا محاورہ ہے جس کے معنی ہیں وہ چوکور روپیہ جو چور کو پکڑنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔

۱۰۷ ۔ **چار یک :** (فارسی) اس کے معنی ایک بٹا چار ہیں لیکن اس کا مترادف چار ایک درست معلوم نہیں ہوتا بلکہ بے معنی ہے ۔ اگر کچھ مفہوم میں ہے تو محاورہ ہے اور معنی چار کے قریب ہیں۔ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ کاف تقریباً کے مفہوم میں بھی لاحقہ کے طور پر بولتے ہیں ۔

سوال : کتنے آدمی ہوں گے وہاں ؟

جواب : کوئی چار ایک ہوں گے ۔

چونکہ مؤلف جانتے ہیں کہ فارسی کا یک اور اردو کا ایک اصلاً ایک ہیں ہر جگہ یک کا بدل ایک صحیح ہونا چاہیے اور یہی ان کا تسامح ہے ۔ دیوان غالب میں کئی جگہ کسی مرکب اضافی وغیرہ کے ساتھ شاعر نے یک استعمال کیا ہے مثلاً یک رقص شرر ، یک بیاباں ماندگی لیکن اس طرز اسلوب سے نا واقف حضرات انہیں اک رقص شرر اور اک بیاباں ماندگیؔ پڑھتے ہیں کہ معنی میں کچھ فرق نہیں پڑتا اور ترکیب کے طور پر بھی ٹھیک ہیں لیکن اک بیاباں ماندگی ترکیباً غلط ہے تا ہم یک رقص شرر کی طرح اک رقص شرر بھی صحیح ہے لیکن صحیح نسخوں میں ہمیشہ یک رقص شرر ہی ہے اور مرزا کا شعری ڈکشن بھی یہی ہے ۔ اس بحث سے محض یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ یک اور اک ہم معنی اور ہم وزن ہونے کے با وصف ہمیشہ ایک دوسرے کا بدل نہیں ہو سکتے ۔

۱۰۸ ۔ **چابک :** (فارسی) بمعنی چالاک و متحرک ہے لیکن فارسی زبان میں تازیانہ کے معنی میں نہیں ہے ۔ یہ صرف اردو اور اس کی ہمشیرہ زبانوں میں ہے اس تصرف معنوی کی تاریخ بھی معلوم نہیں اور

وجہ بھی غیر مستحق ہے چابک سوار بمعنی ماہر گھڑ سوار و معلم اسپ سواری درج ہے اور صحیح ہے لیکن بمعنی مطلق گھوڑ سوار صحیح نہیں چابک سوار خصوصیت کا حامل ہے اور ایک پیشہ وار اسپ سوار کو کہتے ہیں Jockey اس میں تعمیم پیدا کرنا صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔

۱۰۹ - چاٹی : (ہندی) دہی بلونے کی مٹکی - یہ بھی پنجابی - ہندی مشترک گروہ لسانی کا رکن معلوم ہوتا ہے اردو لفظ دہی بلونے کی مٹکی ہے بلکہ چاٹی کو اگر خالص پنجابی قرار دیا جائے جو جعلیا اور جنڈڑی کی طرح اردو ہندی میں داخل ہو گیا ہے ۔

۱۱۰ - چادر : (فارسی) بمعنی معروف (عربی ردا ، عبا) جدید فارسی میں چادر بھی بولتے ہیں - تاہم چادر بمعنی خیمہ بھی ہے جو مجازی استعمال ہے - چادر نشینان عرب کی ترکیب حاجی بابا اصفہانی میں استعمال کی گئی ہے بمعنی خیمہ نشینان عرب - مؤلف نے لفظ چادرا بھی دیا ہے بمعنی مذکور لیکن چادرا کا علاقۂ تداول معلوم نہیں ہو سکا نہ کسی تصنیف میں ملا ہے بہر حال یہ بھی مزید تحقیق طلب لفظ ہے - جدید ترین تصرف یہ ہے کہ ایران کی بنی ہوئی چادر کو چادری کا نام دیا گیا ہے - چادری برقعہ نما چیز ہے اس کے آخر میں ی زائد اور برائے تصغیر معلوم ہوتی ہے لیکن چادری میں تصغیریت نظر نہیں آتی ۔

۱۱۱ - چارپائی : اس کو فارسی بتایا گیا ہے جبکہ اصلاً یہ چار پا یا چار پایہ (فارسی) تھا آخر میں ہندی کی ی ایزاد کر کے فارسی اور ہندی کا مرکب بنایا گیا ہے - سید احمد دہلوی ایسے لفظوں کو 'اردو' کہتے ہیں ۔ اور یہ بدیع چیز ہے اس طرف اوپر بھی اشارہ ہو چکا ہے - چار پائی کو آج کل ایران میں تخت خواب کہتے ہیں - قدیم اردو ۔ فارسی فرہنگوں مثل غرائب کھت (کھٹ ، کھاٹ) کی تشریح اس طرح ہے "تخت خواب میاں بافتہ" ۔

۱۱۲ - چاشنی : (فارسی) بمعنی مزہ ، ذوق ۔ اس کی اصل چاشت بتائی ہے جس کے معانی کے اندراج میں چاشت کی نماز کو فجر کی نماز

بتایا ہے جو بصراحت غلط ہے چاشت کی نماز اشراق کی نماز کو کہتے ہیں چاشنی مصدر چشیدن سے بے قاعدہ اسم حاصل مصدر بنا لیا گیا ہے جس کی قواعدی تشریح کسی اصول قواعد کے تحت ممکن نہیں ایسے لفظوں کو سماعی سمجھ کر قبول کرنا پڑتا ہے - چاشنی اس گاڑھے شربت کو بھی کہتے ہیں جس میں مٹھائیاں ڈالتے ہیں -

۱۱۳ - چام چرکھ : (ہندی) بمعنی چمگادڑ ، شپرہ - اسے بھی پنجابی - ہندی مشترک گروہ میں رکھنا ہوگا گو ہندی ، میں جا کر اس کی صوتیات کچھ بدل گئی ہے اور پنجابی زبان میں اس کے دو تلفظ ہیں چام چڑک اور چام چٹھ - مؤخر الذکر کی سند ہیر وارث سے دستیاب ہے -

چام چٹھ وانگوں انھا آپ ہویوں تے آفتاب دا کوئی تصور ناہیں
(ترجمہ : تو آپ چمگادڑ کی طرح اندھا ہو گیا ہے اس میں سورج کا کوئی قصور نہیں) یہ پنجابی ترجمہ ہے شیخ سعدی کے اس بیت کا جو گلستان میں ہے -

گر نہ بیند بہ روز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ؟

شروع میں چام چمڑا کے معنی میں ہے چمگادڑ کی کھال چمڑے کی سی ہوتی ہے -

۱۱۴ - چام : چام کے دام چلانا -

۱۱۵ - چاند : (ہندی) اس کے مزید دو روپ چندر اور چند دیے ہیں - چندر اودھی یا ہندی ہے اور چند مشرق پنجابی کی چیز ہے - مغربی پنجابی میں اس کی صورت چن یا چندر (ملتانی) ہے مؤخر الذکر ہندی کے چندر سے ملتا ہے لیکن ملتانی میں شروع کی چ کا فتحہ قدرے کھچا ہوا ہے اور یہی نیم اشباع اس کو ہندی کے چندر سے ممیز کرتا ہے -

۱۱۶ - چاندنا ، چاندنی ، چاننا ، چاننی : (ہندی) چار روپ دیے ہیں ان

میں چاننا اور چاننی پنجابی میں مستعمل ہیں - چاندنا کی جگہ آہستہ آہستہ چاندنی نے لے لی ہے اور رومانی تحریروں نے اسے بہت تداول بخشا ہے - چاندنی اسم بھی ہے اور صفت بھی چنانچہ 'چاندنی نکھری ہوئی ہے' میں یہ اسم ہے اور چاندنی رات میں صفت ہے - فارسی مترادف مہتاب ہے -

۱۱۷ - چاندی : فلز معروف (ہندی) و روپا - لیکن چاندی کو بمعنی چاند ، چندیا (سر کا دائرہ نما گنج بھی دیا ہے - جو صحیح معلوم نہیں ہوتا - چاند مؤنث ہے اور چندیا بھی اور یہ دونوں استعارے ہیں اس سفید چمکتے ہوئے سر کے بالوں کے خلا سے جو چاند کی طرح چمکتا نظر آتا ہے -

۱۱۸ - چتر چتر : اسے فارسی الاصل قرار دیا ہے جبکہ اصلاً ہندی کے چھتر (تصغیر - چھتری) کا مفرس ہے - ایران میں سرد مقام ملک ہونے کی وجہ سے اس کا رواج نہ تھا جب غزنوی عہد میں فارسی بولنے والے ترک اور ایرانی لشکریوں نے راجپوت سپاہیوں سے چھتر کا لفظ سنا اور اس چیز کو پہلی بار دیکھا تو اپنی زبان میں چتر بنا لیا امیر خسرو کے عہد تک یہ کافی متداول ہو چکا تھا - انھوں نے دہی بیچنے والی کی دیگ کو (دیگچہ) چتر شہی سے تشبیہ دی ہے :

آں دیگ دہی بر سر تو چتر شہی

چھتر کی یہ تفریس عہد غزنوی کی جنگوں کے مواقع پر عمل میں آئی ہو گی - خواجہ عصمت بخاری نے جو ہجو ایک لاغر گھوڑے کی لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عہد تک چتر کا لفظ فارسی شاعری میں رائج ہو چکا تھا نیز خود ایران میں بھی -

دیدم بر اوج عظمت و عزت فراشتہ
چتر سعادتے کہ کم از آسماں نبود

پلیٹس نے مفرس اور معترب کی الگ علامات مقرر نہیں کیں صرف کہیں کہیں تصرفات عجمی کی طرف اشارہ کیا ہے جس پر تبصرہ

ہو چکا ہے (دیکھیے بحث لفظ جادہ) ۔ کبھی کبھی تہنید و تارید کی مثالیں بھی دیتے ہیں ۔ لیکن ایسے لفظوں کی ایطی مالوڑی میں جیسے چتر یا جکر ہیں انہیں تفرِیس کا ذکر کرنا چاہیے ورنہ نا واقفیت کی بدگمانی لازمی ہے ۔

تفریس و تعریب کے سلسلے میں لفظ کوتوال بھی آتا ہے جو ہندی کے کوٹ والا بمعنی قلعہ والا کی مفرس شکل ہے ۔ شاہنامۂ فردوسی میں ہے

بیامد سر و کوتوال حصار

پلیٹس اس کی اصل کوٹوار اور کوٹوال بتاتے ہیں یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں کیونکہ کوٹ والا بمعنی قلعے والا ہے اور تفریس کے عمل میں والا کا الف گرا دیا گیا ہے ۔ تعریب کے باب میں لفظ اطریفل تربھلا سے واسطہ پڑتا ہے تو مؤلف اطری پھل کو اصل بتاتے ہیں حالانکہ یہ بیچ کا مرحلہ ہے ۔ تری پھل بمعنی تین پھل ، بڑ ، بھلیلہ ، آملہ ہے ۔ تعریب کے عمل میں ت کی ط نے لی جو عربی ہونے کی علامت ہے ۔ پھ کو ف سے بدلا گیا اور ساتھ میں آخری الف کو گرا دیا گیا جیسے کوٹوالا میں کیا گیا تھا ۔

۱۱۹ - **چینک** : یہ عام لفظ ہندی کا ہے اور چاٹ کا ایک روپ ہے بمعنی مزہ ۔ مثال "معلمی کی چینک پہلے ہی لگ رہی تھی ۔ غرض یہ سال ایک نا تجربہ کار معلم کی حیثیت سے گذارا" (مقالہ کالج کا زمانہ از خادم محی الدین مجلہ 'صحیفہ' ۹ ۔ لاہور)

۱۲۰ - **چمرس** : (ہندی) اس لفظ کے یہ معنی درج ہیں "چمڑے کے جوتوں سے جو چھالا بن جاتا ہے اس کے رسنے سے جو پانی نکلتا رہتا ہے" ۔ یہ معنی غلط نہیں لیکن چمرس چمڑے کے رسنے کو بھی کہتے ہیں دیکھیے اردو قواعد از شوکت سبز واری ۱۹۸۲ء ۔

۱۲۱ - **چہرہ شاہی** : لفظ چہرہ کے تحت اور الفاظ درج ہیں مگر چہرہ شاہی غیر حاضر ہے ۔ چہرہ شاہی مجازاً چاندی کے روپے کو

کہتے ہیں اور رتن ناتھ سرشار کے 'نسانۂ آزاد' میں کئی دفعہ آیا ہے۔

۱۲۲ - چنگا : یہ لفظ بھی پنجابی اور ہندی کا مشترکہ سرمایہ ہے اردو محاورے میں بھلا چنگا ہے ہندی محاورے میں چنگا ہو جانا صحت مند ہو جانے کے معنی میں ہے۔ مرکب ترادفی 'بھلا چنگا' ہے۔

ح

۱۲۳ - حباب : (فارسی) بمعنی معروف بلبلہ ۔ اس کے ساتھ مؤلف نے حباب سا کی ترکیب درج کی ہے بمعنی بلبلے جیسا ، جیسی مکو میر کہتے ہیں۔

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

تاہم حباب سا غلط نہیں کا ، کو کے ساتھ بھی فصیح ہے اور اس کے بغیر بھی محاورے میں درست ہے ۔ ہندی کا حرف تشبیہ 'سا' اور فارسی کا آسا دونوں متحد الاصل ہیں ۔

حباب آسا میں دم بھرتا ہوں تیری آشنائی کا
نہایت غم ہے اس قطرے کو دریا کی جدائی کا

میر درد

اور

حباب آسا قرار زیست ہے دنیائے فانی میں
جو تجھ سے ہو سکے کر لے بھلائی زندگانی میں

آسا کے علاوہ اوات تشبیہ ساں اور بساں بھی فارسی اور اردو میں مستعمل ہیں ۔

۱۲۴ - حذف : (عربی) بمعنی کاٹنا ، قطع کرنا ۔ اس کے انگریزی مترادفات Elision Apocope ہیں ۔ بمعنی حذف حرف آخر از لفظے جس کی صحیح اصطلاح ترخیم ہے خدف نہیں ۔ چنانچہ گناہ سے گنا ،

پادشاہ سے پادشا ، زمیں سے زمی مرخمات ہیں ۔ ترخیم اور حذف (لفظ کے شروع یا درمیان سے ایک حرف گرا دینا) اکثر شعری آہنگ کی خاطر عمل میں آتے ہیں ۔ فارسی شاعری میں فردوسی نے اکثر حذف اور ترخیم بضرورت قافیہ استعمال کیے ہیں ۔ پلیٹس نے حذف کو بطور اصطلاح عروض نظر انداز کر دیا ہے جو تسامح ہے ۔ حذف وہ زحاف ہے جس کی رو سے بعض ارکان عروضی کے آخر سے سبب خفیف گرا دیا جاتا ہے چنانچہ مفاعیلن سے مفاعی فعولن ، فعولن سے فعل اور فاعلاتن سے فاعلا (فاعلن) محذوف صورتیں ہیں ۔

۱۲۵ ۔ **حشرات الارض :** (عربی) حشرہ کی جمع بتایا ہے بمعنی گروہ کرمال یہ درست ہے لیکن یہ کہنا سراسر الزام ہے کہ کیڑے مکوڑوں کے معنوں میں صرف عربی میں مستعمل ہے اردو میں نہیں ۔ اردو میں اس معنی میں ہمیشہ سے ، جب سے عربی علوم اردو میں منتقل ہوئے ہیں متداول رہا ہے حشرہ کی ایک صورت مشترک المعنی حشر بھی ہے چنانچہ یوم حشر جو اکٹھے ہونے کا دن ہے گروہ کے معنی ہی رکھتا ہے ۔ کیونکہ مادہ دونوں کا ایک ہی ہے یعنی ح ۔ ش ۔ ر ۔

۱۲۶ ۔ **حکایت :** اس کے انگریزی مترادفات ۔ Story, History, Narra tive, Tale وغیرہ بتائے ہیں ان میں Narrative صحیح نہیں کہ یہ بیان کرنے کے معنوں میں ہے اور بیان غیر افسانوی بھی ہو سکتا ہے ۔ بقیہ لفظ ٹھیک ہیں لیکن جو لفظ مستشرقین نے ہمیشہ حکایت کے لیے مناسب سمجھا ہے وہ Anecdote ہے ۔ گلستان سعدی کی حکایات کا ترجمہ ہمیشہ اسی لفظ سے کرتے آئے ہیں ۔ دیکھیے انگریزی ترجمہ گلستان فورٹ ولیم کالج کلکتہ ۔ حکایات لقمان کا ترجمہ Aesop's Fables کیا گیا ہے Fable بھی حکایت کی طرح مختصر سی اخلاقی کہانی ہے ایک آدھ یا دو ڈھائی صفحوں پر مشتمل جیسے کہ گلستان سعدی میں ہیں ۔ معلوم نہیں مؤلف Anecdote جیسے معروف لفظ سے کیوں نا واقف ہیں ۔

۱۲۷ - حین حیات : عربی الفاظ پر مشتمل فارسی مرکب اضافی بہ فک اضافت - فصیح اضافت کے ساتھ یعنی حین حیات ہے بہ معنی عرصۂ زندگی - مؤلف کی زبان میں حین حیات Vulgar ہے -

خ

۱۲۸ - خاطف : عربی بمعنی چھین کر لے جانے والا مندرج ہے بہ محض لفظی معنی یہی تمثیلاً اور مجازاً برق الخاطف یا برق خاطف چندھیا دینے والی بجلی کی ترکیب جو اردو فارسی میں عام طور پر برق جاتی ہے - شامل کرنا متوقع تھا -

۱۲۹ - خاکہ : فارسی بہ معنی بیرنگ نقشہ - اس لفظ کا ایک اور املا خاکا بھی دے دیا گیا ہے - جو ناقابل قبول ہے اس بنا پر کہ ہائے مختفی پر ختم ہونے والے صرف ہندی کے لفظوں کو الف سے لکھنا قابل غور ہو سکتا ہے - فارسی عربی کے لفظوں کو اسی لاٹھی سے ہانکنا فصاحت کلمہ سے بعید ہے - اورنگ زیب عالمگیر کا اسی سلسلے میں شاہی فرمان زیر تبصرہ آ چکا ہے -

۱۳۰ - خاگینہ : (فارسی) بمعنی انڈے کا ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا سالن اسے خایہ = انڈا اور گینہ سے مرکب بتایا گیا ہے - پوری توضیح اس طرح ہوگی -

خایہ = انڈا

آگینہ = مصدر آگندن بمعنی بھرنا ، تیار کرنا سے پہلے

آگیں = بھرا ہوا - اس کے بعد فارسی کی ہائے مختفی جو وضع شدہ چیزوں کے لیے لائی جاتی ہے اضافہ کی گئی - اس طرح کے اور الفاظ چبینہ (چنے وغیرہ) ، لوزینہ (باداموں کا حلوا مٹھائی) (Lozenge) اسی عربی کی ہسپانوی ، انگریزی ، فرانسیسی شکل ہے جو یورپی زبانوں میں متداول ہو گئی ہے -

۱۳۱ - **خامہ دان** : (فارسی) (Pen-case) قلمدان کا 'اوف' معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کے زمانۂ قیام لکھنؤ یا صوبجات متوسط کی اپچ وار متصدی یا معلم فارسی نے وضع کر لیا ہے جو قبول عام حاصل نہ کر سکا - اور قلمدان ہی مقبول رہا - پندرہویں صدی میں عہد شاہر خا ،یرزا میں ایک نادر قلمدان تیار کیا گیا تھا جو جامعہ پنجاب کے شعبۂ عربی میں محفوظ ہے اس پر یہ شعر لکھا ہے -

این قلمدان پسند شاہانست
کہ بہ نقش و نگار بستانست

اس مثال سے صرف لفظ قلمدان کی قدامت اور رواج کا ظاہر کرنا مقصود ہے اور اس سے بصنوعی الفاظ کی تخلیق اور گمنامی بھی ظاہر ہوتی ہے -

۱۳۲ - **خالصہ** : (عربی) اس کے ایک معنی سکھوں کی وہ جماعت ہے جو خالص ہندو رسوم پر عمل پیرا ہو" - خالصہ کے یہ معنی کبھی سننے میں نہیں آئے کہ سکھ مت ہندو مت سے انحراف کرکے نکلا ہے نہ کہ پھر رجعت قہقری کرنے کا رجحان ظاہر کرے - خالصہ خاص سکھ مذہبی فوج (سکھوں کے 'مجاہد') ہے مثنوی 'اسرار خودی' میں اقبال نے یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے

خالصہ شمشیر و قرآن را بہ برد
اندرین کشور مسلمانی بہ مرد

۱۳۳ - **خامشی** : خموشی (فارسی) دونوں کو بمعنی خاموشی لکھا ہے یہ درست ہے لیکن جہاں دیگر مخففات کے ساتھ (contr) کی علامت درج کی گئی ہے ان دونوں کے ساتھ نظر انداز کر دی گئی ہے یہ تسامح یا تساہل ہے - تخفیف لفظی دو معروف وجوہ سے عمل میں آتی ہے :

۱ - روز مرہ گفتگو میں عجلت کے زیر اثر : ارے میاں سے اماں
۲ - شعر کے اندر بضرورت وزن و قافیہ

خامشی کی مثال : غالب :

آنکھ تیری خامشی میں بھی نوا پرواز ہے -

خموشی کی مثال : اقبال :

خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری
(تصویر درد)

خاموشیاں — لکھنوی اور خالص بیگماتی لفظ معلوم نہیں کیوں لکھنویات کے دلدادہ مؤلف سے نظر انداز ہو گیا ہے ۔ مؤلف کا ہر علم ادھورا معلوم ہوتا ہے ۔

۱۳۴ ۔ خبر • اس کے دسیوں معنی لکھے ہیں لیکن عربی اور فارسی میں یہ بمعنی حدیث نبوی بھی مستعمل ہے ۔

۱۳۵ ۔ خبریا : اس کو ہندی قرار دیا ہے جبکہ یہ عربی اور ہندی کا مرکب ہے ۔ مؤلف نے بعض مقامات پر بعض لفظوں کو بیک وقت ہندی اور فارسی قرار دیا ہے ۔ خبریا کے متعلق بھی عربی ہندی درج کرنا بہتر ہوتا ۔ اس کے باوجود صحیح تہنید کھبریا ہوگی ۔ ہندی کے اس نعتیہ شعر میں اسی طرح ہے :

اے ترک سوار نواح عرب یثرب نگری دکھلا دینا
کس رنگ میں ہے وہ حبیب مرا مجھے واں کی کھبریا لا دینا

یہ شعر بلکہ دوہا سید سجاد حیدر یلدرم کے انشائیے "مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ" میں مقتبس ہے ۔

۱۳۶ ۔ ختن اور تاتار : دونوں کو فارسی الاصل قرار دیا گیا ہے دونوں شہر ترکستان کے ہیں اور ترکی لغات ہیں فارسی ادب میں بکثرت مستعمل ہونے سے وہ فارسی الاصل نہیں ہو جاتے ۔ تاتار کا مخفف تتار ہے چنانچہ سعدی کے ایک قصیدے میں ہے :

ہر کرا خوف و طمع در کار نیست
از خطا باکش نباشد و ز تتار

تاتار کی انگریزی شکل (Tartar) ہے لیکن (Tartar) باشندۂ تاتار کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ چارلس ڈکنز کے عظیم ناول (David Copper Field) میں ہیرو کا سخت گیر استاد کہتا ہے (I am a tartar) (یعنی مجھ سے ڈرو میں تاتاری ہوں)

۱۳۷ ۔ خطا : اس لفظ کو بیک وقت فارسی یا عربی بتایا گیا ہے فارسی

شاید اس لیے کہ ختن اور تتار کی طرح فارسی ادب و شعر میں آتا ہے اور عربی اس لیے کہ اس میں عربی کا خاص حرف طاء ہے۔ یہ دونوں اور غلط انگیز ہیں ۔ خطا ترکی کے ختا (ترکستان کا ایک شہر) کی معرب بلکہ مستعرب شکل ہے ۔ استعراب سے میری مراد بغیر وجہ کے اور عربیت زدگی کے (شیرانی کے لفظوں میں عربی خوانی) جبکہ ختا ہر لحاظ سے عربی کا لفظ گردانا جا سکتا ہے یعنی ترکی لفظ ختا کو معرب کرنے کی کوئی صوتی ضرورت نہیں کیونکہ طا ء لانے سے عربی خوان اس کی صوتیات کو بھی عربی بنا لیں گے جو طول امل اور غیر ضروری بات ہے ۔ البتہ خطا بنانے کی ایک علت یہ بھی ممکن ہے کہ تجنیس تام کی خاطر ایسا کیا جائے یعنی مصرعے یا جملے میں ایک خطا کے معنی غلطی ہوں اور دوسرے خطا کے معنی شہر ترکستان ہوں ۔ قاآنی شیرازی نے ایسا ہی کیا ہے ۔

غزال مشک بوئے من زمن خطا چہ دیدہ ای ؟
کہ ہمچو آہوان چیں ازاں خطا رمیدہ ای

۱۳۸ ۔ **خان و مان** : خانماں (فارسی) اس کا تجزیہ اس طرح کیا گیا ہے ۔ خان=خانہ ، مان=گھر ، مان بمعنی گھر اس طرح نہیں جس طرح قیاس عقلی کیا گیا ہے بلکہ مان کا میم تابع مہمل کا ہے جو الگ نہ معنی دیتا ہے اور نہ بولا جاتا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشرق ایران میں جہاں افغانستان کے پشتو گو لوگ بستے ہیں پشتو کا اثر نفوذ کر گیا ہے ۔ پشتو میں تابع مہمل کی علامت میم ہے اردو میں واو اور پنجابی میں شین بعض لوک گیتوں میں شروع کے بول سراسر بے معنی ہوتے ہیں خصوصاً نغمہ ہائے اطفال میں (Nursery Rhymes) ۔ ایسا ہی ایک گیت اتل متل خانماں ہے جس کا متن ڈاکٹر پرویز خانلری نے اپنی تصنیف 'تتبعات در اوزان فارسی' نے دیا ہے ۔ اتل بجائے خود بے معنی ہے اور متل اس کا تابع ہے ۔ خانماں کا مان بھی اسی نوعیت کا ہے ۔

۱۳۹ - **خدیو** : یہ لفظ بمعنی بادشاہ ہے لیکن مصر کے ساتھ مخصوص ہے اس کے متعدد تلفظ ہیں - بکسر اول (خِدیو) بفتح اول (خَدیو) بضم اول (خُدیو) بیائے مجہول ، بیائے معروف (خدیو ، خدیو) - مؤلف کے نزدیک یہ اصل میں خود + خدا ہے - یہ قرین قیاس نہیں - معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خدا کو نذر امالہ کر دیا گیا خدے اور اس پر واؤ ایزاد کی گئی خدیو - تا ہم یہ بفتح اول متداول ہو گیا ہے - ایک ایسے شہر میں جہاں عربی کی صدیوں حکومت رہی ہو فارسی کا ایک لفظ متداول بہ تغیرات صوتی ہو جائے بظاہر عجیب سی بات لگتی ہے لیکن زبانوں کا معاملہ از سر تا پا عجیب و غریب ہے مصری عساکر میں ایرانی الاصل عناصر کے ہاتھوں یہ لفظ تراشا گیا ہو گا - لیکن اس کی عمر ڈیڑھ سو سال سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی ہے -

۱۴۰ - **خذف** : اس کے بارے میں معلومات افزا مگر انوکھی تحقیق کی ہے - خذف بمعنی ٹھیکری ، ریزۂ مہرۂ بحری ، اگر ذال معجمہ فارسی سے ہو تو فارسی ہے اور اگر زاء معجمہ عربی سے ہو یعنی خزف تو پھر عربی ہے - یہ تحقیق انتہائی تحقیق طلب ہے اس سے پہلے ذال معجمہ کا جلود فارسی میں بذریعۂ آرامی ثابت ہو چکا ہے دیکھیے ، غالب - 'فکر و فن' از شوکت سبز واری شائع کردہ انجمن ترقی اردو کراچی ، ۱۹۶۱ -

۱۴۱ - **خز** : (عربی) بمعنی کھردرا ریشم ہے اس کے ساتھ خزاز کا لفظ بھی درج کرنا چاہیے تھا جو امام ابو حنیفہ کی کنیت تھی -

۱۴۲ - **خورشید** : (فارسی) اس کے تین مزید تلفظ اور املا درج کیے ہیں :

خرشید
خورشید
خوَرشید

ان میں پہلا روپ یعنی خورشید اب فارسی اور اردو دونوں میں مقبول ہے لیکن رومن حروف میں اس طرح لکھا ہے

(Khwurshid, Khwarshid) بھی لکھتے تو قدرے صحیح تھا اس طرح احساس رہتا ہے کہ فارسی املا میں واو معدولہ تا ہم واو معدولہ اگر درج کرنا ہے تو پھر اس کی ایک خاص علامت مقرر کر دینی چاہیے یا پھر (Khurshid) لکھنا چاہیے جو مروجہ تلفظ سے کامل مطابقت رکھتا ہے۔

۱۴۳ - خزانۂ عامرہ : (مرکب توصیفی فارسی) اس کے معنی (Royal Treasure) کے لکھے ہیں جو صرف مجازی معنی ہیں - صحیح اور لفظی بھرا ہوا خزانہ 'خزانۂ معمور' ہیں یہ درج کرنے لازمی تھے - خزانہ عامرہ در اصل ایک دعائیہ قسم کا نام ہے۔ بعض اسماء معرفہ بھی دعائیہ ہوتے ہیں مثلاً عائشہ لمبی عمر والی، خدا کرے لمبی عمر ہو اس کی، عمر دراز، جیونی (پنجابی) عائشہ اور جیونی ہم معنی ہیں -

۱۴۴ - خور خین : (فارسی) بمعنی چمڑے کا تھیلا - یہ ٹائپ کی غلطی ہے صحیح لفظ خورجین ہے -

۱۴۵ - خوئے : یہ فارسی لفظ مؤلف نے درج ہی نہیں کیا حالانکہ فارسی شاعری میں بکثرت وارد ہوتا ہے - بمعنی پسینہ -
میرزا قاآنی شیرازی : من غرق خوے، او غرق خون، من منتظر، او محتضر -

۱۴۶ - خوے گیر بمعنی نمدۂ اسپ - یہ لفظ بھی لغت سے غیر حاضر ہے حالانکہ عامۃ الورود ہے -

۱۴۷ - خیلا : (عربی) اہل اردو و فارسی کے لیے معلومات افزا اور دلچسپ لفظ ہے بمعنی زیادہ تلون والی (زیادہ تلوں والے چہرے والی) اصل اس کا خال بمعنی چہرے کا تل - خود تل استعارہ ہے روئندہ تل سے

۱۴۸ - خیلا خیلا : ہندی بمعنی طرار اور کھلنڈری لڑکی - عشوہ طراز - دیکھیے اوپر ۱۴۷ - مؤلف نے اسے ہندی الاصل قرار دیا ہے اور کھیلنا وغیرہ سے مشتق گردانا ہے - مرزا محمد ہادی رسوا کی

زہرہ اور خیلا کا ذکر ان کے منظوم ڈرامے 'لیلیٰ مجنوں' کے دیباچے میں ہے دیکھیے 'لیلیٰ مجنوں' از مرزا رسوا طبع مجلس ترقیٔ ادب لاہور دیباچہ از عشرت رحمانی) اس لفظ کو عربی ہی شمار کرنا چاہیے ۔ کہ طراری و خوبصورتی چہرے کی لازم و ملزوم امور ہیں ۔

۱۴۹ ۔ **خلعت** : عربی اکثر و بیشتر مؤلف عربی لفظوں کے پہلے لفظی معنی بتاتے ہیں اور پھر مجازی پیرائے ۔ یہاں ان سے تسامح ہو گیا ہے۔ خلعت کے لفظی معنی الگ کرنا ، اتارنا لباس کا اور عطا کرنا جو خلعت کے مادہ خ۔ل۔ع سے نکلا ہے ۔ مؤلف نے مجازی معنی درج کیے ہیں جوکافی نہیں ۔

۱۵۰ ۔ **خمسہ** : (عربی) اس کے معنی لکھے ہیں ۔ "پانچ منظوموں کا مجموعہ ہ ۔ پانچ مصرعوں کا بند ۔ دوسرے معنی غلط ہیں کیونکہ پانچ مصرعوں کے بند کو خمسہ نہیں بلکہ مخمس کہتے ہیں بلکہ اصطلاح شاعری میں ایسے کئی بندوں کے مجموعے کو مخمس کہتے ہیں ۔ مخمس شہر آشوب مرزا سودا وغیرہ اس کی مثالیں ہیں خمسہ میں خمسہ نظامی ، خمسۂ جامی اور خمسۂ امیر خسرو معروف تر ہیں ۔

د

۱۵۱ ۔ **دار مدار ، دار و مدار** : یہ مرکب فارسی ہے (مرکبِ عطفی) اور بمعنی انحصار وغیرہ ہے ۔ دار مدار عام گفتگو میں ہے یعنی حرفِ عطف اڑ گیا ہے لفظی معنی رکھنا اور نہ رکھنا بمعنی اختیار کامل مؤلف نے اس کے ایک اضافی معنی بتائے ہیں جو معلومات افزا ہیں یعنی تجارتی معاہدہ ۔

۱۵۲ ۔ **داڑھ مارنا** : (ہندی) اس کے معنی غصے میں دانت پیسنا کے ہیں ۔ یہ محاورہ اردو ادب ، شعر ، افسانہ ، داستان ، ناول وغیرہ میں تو نظر سے نہیں گزرا ۔ غالباً انسپکٹر آف سکولز صوبجات متوسط

ہند مسٹر جان ۔ ٹی ۔ پلیٹس نے جبلپور کے مضافات میں سنا ہوگا
اور اسے اردوئے معلیٰ میں شامل کر لیا ہوگا ۔ اس کی جگہ
دانت پیسنا محاورہ ہے 'فرہنگ آصفیہ' میں یہ محاورہ نہیں ملا ۔

۱۵۳ ۔ **داشت** : (فارسی) اس لفظ کے معنی نگہہ داشت اور پرداخت کے
دیے ہیں ۔ نہ تو کلاسیکی فارسی میں اور نہ جدید فارسی میں اس
کا چلن نظر آیا ہے جدید فارسی میں ،مضارع والے جملے سے قبل
آئے تو اس کا مطلب ہوتا ہے 'قریب تھا کہ' لیکن نگہہ داشت
کے معنوں میں کبھی مستعمل نہیں دیکھا ۔ داشت سے پہلے نگہہ
اسی لیے لگایا گیا ہے کہ پرداخت اور پرورش کے معنی پیدا ہوں
اسمائے مصدری مرکب کے دوسرے جز میں داری عام طور پر آتا
ہے جیسے خاطر داری ، مہمان داری ، دنیا داری یہ داشت ہی
کے بدل ہیں ۔ جب ایسے نامانوس الفاظ لغت میں درج کیے جائیں
تو ان کی سند ضرور دینی چاہیے چیتنا ایک کم معروف لفظ ہے
دیکھیے لفظ چیتنا تحت حرف چ) لیکن اس کی سند ہم نے میر تقی
میر جیسے مستند شاعر کے کلام سے پیش کی ہے ۔ داشت جیسے
لفظ کا محلِ استعمال بھی اسی طرح واضح کرنا لازمی ہے ورنہ وہ
مبہم اور بے دلیل Abstract ہی رہے گا ۔

۱۵۴ ۔ **داکھ رس** : (ہندی) بمعنی انگور کا نچوڑ ، شراب ، افشردۂ انگور
قیاس ہے کہ انیسویں صدی میں اہلِ ہندی نے عصارہ اور شراب
کے لیے ہندی زبان میں یہ استعارہ وضع کیا ۔ قواعد کی رو سے
یہ مرکب اضافی ہے ۔ یعنی اصلاً داکھ کا راس ہے ۔ کا حرفِ
اضافت محذوف ہے ۔

۱۵۵ ۔ **دال چینی** : اس کا بدل دار چینی بھی مندرج ہے دال اور **دار**
میں لام اور اس کے قریب المخرج راء کا مبادلہ ہے ، دارسنسکرت
میں دارو ہے بمعنی درخت ہندی میں دار اس کا مخفف ہے نیز
فارسی اور سنسکرت اس لفظ کے باب میں متحد الاصل ہیں دیودار
میں بھی دار بمعنی درخت ہے دیو جیسا درخت تختہ' دار میں دار
کے اصلی معنی یعنی Impaling یا Gibbet بدل کر پھانسی کا

تختہ بن گئے ہیں ۔ دار چینی بمعنی چین سے درآمد کیا ہوا درخت 'لکڑی' ہے عبدالرشید نے منتخب اللغات میں اس کی عربی صورت دار جینی درج کی ہے ۔

۱۵۶ ۔ **دالون** : (فارسی) اس لفظ کو دالان بمعنی تالار ہال کمرہ کی بگڑی ہوئی شکل بتایا ہے ۔ پلیٹس کی لغت کا ایک عجیب تجسس انگیز پہلو یہ ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عہد کے بعض نامانوس الفاظ کا پتہ دیتی ہے بلکہ بہ سبب تواتر نقل و تقلید اپنے عہد سے سو سال پہلے تک کے لغات کا سراغ بھی بتاتی ہے ۔ تقلید اور روایت میں چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ روایت تقلید کی بہتر اور مصفا تر صورت کا نام ہے ۔ خواہ ہم بعض لفظوں کی صحیح اور قطعی معنویت سے واقف نہ ہو سکیں لیکن وہ الفاظ ہماری ان صلاحیتوں کو ضرور بیدار کرنے میں مدد دیتے ہیں جن کے ذریعے ہم آواز کے مخصوص پیٹرن ان کے اجزاء قبلیہ و مؤخریہ کی فعلیتوں کو پہچان سکتے ہیں ۔ ایک متنازعہ فیہ لفظ خوزادہ خوزادی ہے اس کے معنی مختلف لغت شناس مختلف بتاتے ہیں (۱) خو خود کا مخفف ہے بمعنی خودراہ وغیرہ (۲) خواجہ زادہ ، امیر زادہ ، صاحب زادہ پہلے معنی پلیٹس کے سوچے ہوئے ہیں اس تحقیقی کاوش کے باوصف ہمارا پورا اطمینان نہیں ہوتا اپنی بات کی پچ رکھنا دوسری بات ہے اور ہمارے یہاں کے علماء لسان اس میں بہت ماہر ہیں میں نے ایک دفعہ لفظ ماہیا بمعنی محبوب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ آکسفورڈ ڈکشنری والے سیکڑوں الفاظ کی اصل سے لاعلمی یا ان کے مشکوک ہونے کا اعتراف کرتے ہیں ۔ لیکن ہمیں اس میں بے وجہ کا احساس کمتری ہونے لگتا ہے ۔ تاہم عسیرالحقیقت لفظوں کے بارے میں کوئی نہ کوئی نظریہ تو ضرور رکھنا چاہیے ۔ دالون کے بارے میں یہ تو واضح ہے کہ یہ دالان کی بگڑی ہوئی شکل ہے ۔ اب کون سے لوگوں کے ہاتھ میں یہ بگڑا تو اس ضمن میں اودھ کے خانہ ملازم پوربیوں کی طرف ذہن زیادہ منتقل ہوتا ہے یہ لوگ ان گھڑ بھی تھے لیکن بارسوخ بھی اور سلطنت اودھ کے حرم سراؤں میں

ان کا طوطی بولتا تھا ۔ دوسری طرف ذہن ایران (ایرون) کے تازہ وارد ملازمین دربار و حرم سرا کی طرف بھی جاتا ہے کہ ان کے اصل علاقے میں علاقائی تلفظ یہی ہوگا :

(الف مقصورہ قبل از نون کا متبدل بہ واو معروف ہو جانا)

۱۵۷ ۔ **دام ظلہ ، دام ظلکم :** (عربی) ان کے معنی لکھے ہیں "خدا اس یا ان کی خوشحالی قائم رکھے"۔ یہ سراسر غلط ہیں ظل بمعنی سایہ ہے اور سایہ بمعنی عاطفت ہے چنانچہ سایہ' عاطفت معروف ہے عاطفت کا مادہ ع ۔ ط ۔ ف ہے بمعنی موڑنا ، توجہ مبذول کرنا ، شفقت بزرگاں بہ طرفِ خرداں ۔ جدید ایران میں عاطفہ بمعنی رجحانِ جبلی (Sentiment) ہے ۔ اس کی جمع عواطف بروزنِ فعالل ہے ۔

۱۵۸ ۔ **دامنی :** (ہندی) قرار دیا ہے بسبب یاء تصغیر ہندی کے جو فارسی کے دامن پر ایزاد کر لی گئی ہے اس کے مختلف معانی دیے ہیں : (۱) چنری ، نقاب (۲) ماتھے کا ایک زیور (۳) مرحوم کے لباس کا محفوظ کیا ہوا ٹکڑا ۔ ان معانی کا بھی تاریخی پس منظر دلچسپ اور معلومات افزا ہے ۔ آج کل دامنی صرف چنری کے معنی میں بولا جاتا ہے اور سرائکی گھرانوں میں اس کا استعمال عام ہے ۔

۱۵۹ ۔ **داودی :** (فارسی) بہ معنی (۱) ایک پھول کا نام (۲) زنجیر منسوب بہ حضرت داؤد (David) ، مگر داؤد کو داود اور داؤدی کو داودی لکھا گیا ہے ۔ ہمزہ کے بغیر ۔ جب کہ دیباچے میں ہمزہ کو درج کرنے کا طریقہ بتا دیا گیا ہے اور دورانِ لغت ہمزہ لکھا بھی گیا ہے چنانچہ تائب تائید وغیرہ ۔ یہاں حذفِ ہمزہ بظاہر تساہل اور تسامح کے سوا کچھ نہیں ۔

۱۶۰ ۔ **دایا ، دایہ ، دائی :** تینوں بمعنی پرستار ، انا ، نرس ، پالن ہار وغیرہ ۔ صحیح لفظ فارسی دایہ ہے چنانچہ ذوق کہتے ہیں :

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے واقف تلخی آلام دوراں سے

دائی مہند مشکل ہے اس لیے کہ دایہ یا دایا کے آخر میں آواز
الف کی تذکیر کا احساس دلاتی ہے اور ی کا اضافہ یا ابدال اسے
قطعی طور پر اہلِ اردو یا ہندی کے لیے مؤنث ہونے کا ضامن
ہے ۔ دایا کو مؤلف نے بھی مرد پرستار کے معنی میں لکھا ہے ۔
Male - Nurse ۔ اور یہ صحیح نہیں ہے ۔ پنجاب کے اضلاع
ملتان ، جھنگ وغیرہ میں دایا جنّاز کو کہتے ہیں ۔ دایہ کا ایک
روپ ددا بھی ہے چنانچہ مرزا سودا نے میر کے اس شعر کو سن
کر کہا تھا کہ یہ شعر میر کا تو نہیں البتہ اس کی ددا کا ہے :

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی تک روتے روتے سو گیا ہے

۱۶۱ ۔ **دباسی ، دبھاسی :** ہندی بمعنی دو زبانیں بولنے والا ایک تیسری
شکل دبھاشی بھی ہو سکتی تھی جو بھاشا کی طرف جلد ذہن کو
منتقل کرتی ہے ۔ عربی مترادف ذواللسانین ہے ۔ لفظ دلچسپ اور
معلومات افزا ہے ۔

۱۶۲ ۔ **دبدبہ :** یہ متنازعہ فیہ لفظ ہے ۔ شٹائن گاس نے اسے ہ کے خانے
میں رکھا ہے یعنی یہ ایسا لفظ ہے جس کی اصل معلوم نہیں لیکن
عربی اور فارسی میں برابر مستعمل ہیں ۔ لیکن 'فرہنگ آصفیہ' کے
مؤلف اسے خالص عربی بتاتے ہیں اور اس کے لغوی معنی گھوڑوں
کی ٹاپ درج کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ معمولی معانی یعنی رعب و
داب شان و شکوہ جو نوج کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پیدا ہوتا
ہے ۔ اس کے باوجود غور کریں تو عربی میں بعض الفاظ ایسے
ملیں گے جن کو ایک نئے وزن فعفعہ پر رکھا جا سکتا ہے ۔
بجائے فعاللہ کے کہ یہ وزن خود اپنے اندر اپنے کینڈے کے لفظوں
کے معنی پر دلالت کرتا ہے ۔ ان الفاظ کو لیجیے ان میں تکرار
معنی ہے :

۱ ۔ قہقہہ (بار بار اونچی آواز سے ہنسنا ۔ دغدغہ (بار بار دل میں
ڈر کا پیدا ہونا) وسوسہ (بار بار دل میں شک کی لہر اٹھنا)
شعشعہ (بار بار شعاع کا پڑنا) ہمہمہ (بار بار شور کا اٹھنا)
لخلخہ (بار بار ہوش آور دوا سونگھنا) ۔

زمزمہ کا لفظ بھی بظاہر اسی نوع کا معلوم ہوتا ہے اور اس میں معنی بھی تکرار آوازپست کو ظاہر کرتے ہیں، لیکن اصلاً یہ فارسی ہے اور آتش پرستوں کے حمدیہ گنگنانے کی آواز کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۶۳ - **دبدھا** : ہندی بمعنی حیص بیص ، تأمل ، پس و پیش - سید احمد دہلوی نے دوبدھا یعنی بیک وقت دو متضاد عقلوں یا رایوں کا اسیر - اسے دکدھا بھی لکھا ہے - اردو شاعری میں کم آیا ہے لیکن فراق گورکھپوری کہتے ہیں :

دبدھا پیدا کر دے دلوں میں ایمانوں کو دے ٹکرانے
بات وہ کہہ اے عشق کہ سن کر سب قائل ہوں کوئی نہ مانے

دبدھا کی نفسیاتی کیفیت عدم فیصلہ سے پیدا ہوتی ہے - فراق کے ہاں دبدھا بڑھ کر قولِ محال کی صنعتِ شعری بن گیا ہے Paradox جو آسکروائلڈ ، برنارڈشا اور جی - کے - چسٹرٹن کے ہاں ایک ادبی شان دلآویزی رکھتا ہے - اردو میں آل احمد سرور کے تنقیدی عدم فیصلہ کو کلیم الدین احمد دبدھا سے تعبیر کرتے ہیں اور قطعی تنقیدی Verdict فیصلہ کے قائل اور اس پر عامل ہیں -

۱۶۴ : **دخمہ** : (فارسی) گبروں Gabrs (آتش پرست) کے مردے جمع کرنے کی عمارت - یہ معنی ناقص المفہوم ہیں اس کا صحیح بدل Tower of Silence ہے جو شہر سے چند میل دور ایک برج کی شکل میں ہوتا ہے جہاں آتش پرست اپنے مردوں کو ڈال دیتے ہیں - (دیکھیے تاریخ ادبیات فارسی از پروفیسر ای - جی - براؤن جلد اول صفحہ ۸۰م) دخمہ کے دوسرے معنی جو معروف ہیں اونٹ کے منہ سے بحالتِ جوش و جذبہ باہر نکلنے والا مواد ہیں -

۱۶۵ - **درزن** : (ہندی) درزن درزی فارسی کی ہندی نون سے بنائی ہوئی مؤنث - اگر درز زن کا مخفف جو درزن ہے اس صورت میں اس کے معنی کپڑے کی درز یعنی چاک سینے والی یعنی سوزن ہوگا (سوئی) یہ معنی درزن کے غیاث اللغات وغیرہ اور بعض فارسی - انگریزی فرہنگوں میں بھی ہیں -

۱۶۶ - **درستگی** : (فارسی) بمعنی صحت و درستی درج کیا ہے اور درستی کا ایک بدل بتایا ہے - درستگی بیشک کچھ غیر فصیح لوگ بولتے ہوں لیکن صحیح اور فصیح درستی ہے چنانچہ میر تقی میر ایک غزل میں کہتے ہیں :

درستی جیب کی اتنی نہیں ہے اے ناصح
بنے تو سینۂ صد چاک دے سلا مجھ کو

۱۶۷ - **درفشاں** : (فارسی) اس کو درخشیدن کے معنی میں درج کیا ہے بمعنی چمکتا ہوا از مصدر درفشیدن - راقم کی نظر میں ان دو کا معاملہ بھی اندام اور ابدام کا سا ہے یعنی تصحیف کاتباں کا نتیجہ ہے - درفشیدن فارسی ادبیات میں کہیں دستیاب نہیں ہوتا اس لیے اسے صرف فارسی کی ضخیم تر فرہنگوں ہی میں تلاش کیا جا سکتا ہے -

۱۶۸ - **دربست** : (فارسی) در و بست بمعنی انتظام اشیاء کا مخفف اور عوامی یا غیر فصیح تلفظ ہے - دربست میں ایک اور معنی بھی رکھے ہیں یعنی دروازہ بند کر دینا ، امید منقطع کر دینا وغیرہ اس لیے در و بست ہی فصیح اور صحیح صورت ہے - مثال :
"الفاظ کی در و بست میں مرزا سودا بے نظیر ہیں"

۱۶۹ - **دستار** : (فارسی) اس کے معنی پگڑی کے اوپر باندھنے والا چھوٹا سا پٹکا یا پٹی Sash دیے ہیں - ان معنوں میں دستار اب نہیں بولا جاتا بلکہ مکمل پگڑی (عمامہ) کے لیے مستعمل ہے -

دستارچہ ، فارسی ، دستار کا اسم تصغیر چھوٹی پگڑی - معلوم نہیں کہ اگر دستار پٹکہ ہے تو دستار کیا چیز ہوگی ؟
دستر خوان کی بلی -

۱۷۰ - **دستگی** : (فارسی) بمعنی دستانۂ باز داراں - یہ فارسی کا ایک دلچسپ اور معلومات افزا لفظ ہے - اسے اصطلاحاتِ پیشہ وراں کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے ممکن ہے کہ ایران کے شاہ عباس صفوی نے اسے ایجاد کیا ہو ان کی تصنیف باز و شہباز کے بارے میں معروف ہے -

۱۷۱ - **دستخط :** (فارسی) مخفف ہے دستِخط کا جو اضافتِ مقلوب ہے۔ دستخط کی انگریزی شکل Daskat ہے جو آکسفورڈ لغت میں دیکھی جا سکتی ہے۔ صوتیات عمومی بتاتی ہے کہ اگر کسی لفظ کے آخر میں T ، ت ، ٹ ہو اور اس کے فوراً بعد دوسرا لفظ ترکیبی Kh خ سے شروع ہو رہا ہو تو یہ ت حذف ہو جائے گی چنانچہ دستِ خط میں ایسا ہی ہوا ہے۔ یہ دو لفظوں کی ترکیب میں دو حروف صحیح ایک ساکن اور دوسرا متحرک ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔

۱۷۲ - **دستہ :** (فارسی) اس کے متعدد معانی دیے ہیں ان میں پھولوں اور کاغذوں کا دستہ ، کسی آلۂ کار کا دستہ وغیرہ معروف مفاہیم ہیں۔ لیکن دستۂ فوج کے لیے جو لفظ Division of Army دیا ہے وہ صحیح نہیں ہے اس کے علاوہ Brigade اور Squadron بھی معنی بتائے ہیں۔ آخری تو اب ہوائی فوج سے مخصوص ہو چکا ہے معلوم نہیں مؤلف کے زمانے میں وہ کس معنی میں مروج تھا۔ غالباً پندرہ بیس سپاہیوں کے مجموعے ہی کو کہتے ہوں گے جو دستۂ فوج ہی کہلاتا ہے۔ Brigade اس لیے غلط ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی فوج میں مجموعۂ عساکر دستہ سے بہت بڑا ہوتا تھا۔ چنانچہ مرزا خوقان بیگ مرزا غالب کے دادا Brigadier تھے اور ان کو کافی بڑی جاگیر ملی ہوئی تھی۔ دستۂ فوج کے لیے کافی عرصہ سے Column کا لفظ استعمال ہوتا رہا ہے۔ اب اور شاید پہلی جنگ عظیم کے بعد سے Column کے لیے Section اور تین سیکشنوں کا ایک پلاٹون تین پلاٹونوں کی ایک کمپنی ہوتی ہے۔ سیکشن میں دس لشکری اور ان پر ایک سیکشن کمانڈر ہوتا ہے۔ ڈویژن آج کل تین بریگیڈوں سے بنتی ہے اور ایک بریگیڈ میں تین بٹالین اور ایک بٹالین میں تین کمپنیاں لیکن مختلف ملکوں اور مختلف شعبوں میں یہ اصطلاحات لچک دار ہوتی ہیں۔ بہر حال دستۂ فوج کو Division کہنا غلط ہے مؤلف کے زمانے میں غالباً Column کا لفظ ہی مستعمل ہو گا اس لیے آج کل مؤلف کی معلومات غلط سلط لگتی ہیں۔

دستہ کے ایک اور معنی قبا کا تکمہ (بڑا بٹن) بھی دیے ہیں یہ بھی انوکھی چیز ہے۔ اور اپنے زمانے کی یادگار ہے۔ ایک اور معنی دستہ کے خیابان بھی دے رکھے ہیں یہ بھی غلط ہی ہیں کیونکہ خیابان پھولوں کی کیاری ہے اور اس میں گلدستہ سے کئی گنا پھول ہوتے ہیں۔ ایک کیاری سے دسیوں گلدستے بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر دستہ کے لفظی معنی پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ اس میں کئی چیزوں کی تعداد دس پندرہ سے زائد نہیں ہو گی یعنی اتنی چیزیں جو بآسانی ایک ہاتھ میں آ سکیں۔ دستہ کے یہ تین معنی اقرب‌العہد ہیں۔

پھولوں کا دستہ، آلاتِ کار کا دستہ، کاغذوں کا دستہ۔

۱۷۳ - **دستی** : (فارسی - ہندی) اس کے بھی کئی معنی دیے ہیں۔
۱ - دستۂ آلات (یہ غلط ہے کہ دستہ خود ہی مصغر سا ہے) چھوٹا قلمدان، چھوٹی سی مشعل - کشتی کا ایک داؤں۔ آخری معنی کے سوا بقیہ معانی اب متروک‌الاستعمال ہیں کیونکہ وہ اشیاء ہی معدوم ہو چکی ہیں نہ وہ مشعل ہے نہ وہ قلمدان اور نہ ان کے مصغرات۔ ایک معنی جو مؤلف نے نظر انداز کر دیے ہیں وہ ہیں بکرے یا گائے کے ہاتھ۔

۱۷۴ - **دسہ، دھسا، ڈھسا** : (ہندی) یہ لفظ پنجابی‌الاصل ہے اور لکھنؤ میں داخل ہو گیا ہے۔ بمعنی کمبل، کیم۔ مؤلف نے کھردری اون کا کمبل بتایا ہے۔ لیکن کشمیری دھسا یا دھسہ اچھی اون کا ہوتا ہے۔

۱۷۵ - **دسنا** (ہندی) بمعنی نظر آنا، نمودار ہونا یہ درست ہے لیکن بمعنی دکھانا درست نہیں ہے نہ اس کی کوئی سند قدیم اردو ادب سے ملتی ہے۔ اصلاً یہ پنجابی لفظ ہے اس کا بدل مغربی ہندی میں دکھنا جس کا متعدی دکھانا ہے لیکن جب سے نظر آنا گیارھویں صدی میں، غزنوی عہد میں متداول ہونا شروع ہوا اس کے ایک دو صدی بعد یعنی تغلق عہد میں دارالخلافہ کے

تبدیل کیے جانے پر دسنا دکنی ہو گیا اور دلی وغیرہ کے کلام میں مستعمل نظر آتا ہے ۔ پنجابی مصدر = دسنا ، حال = دسدا اے دکنی = دسدا ہے ۔

۱۷۶ ۔ **دشمن گداز :** یہ فارسی کا اسم فاعل قیاسی فارسی اور اردو ادب میں نامانوس سا ہے بمعنی دشمن کو پگھلا دینے والا ، جلا دینے والا ۔ تاہم خدشہ ہے کہ کہیں اصل میں یہ دشمن گداز (تیر یا نیزہ) ہنر اور کاتب کی تصحیف کا نتیجہ نہ ہو ۔ تصحیف کی چند مثالیں اوپر گزر چکی ہیں ۔

۱۷۷ ۔ **دعائیہ :** (جملۂ دعائیہ) یہاں حرف جملۂ دعائیہ کا انگریزی بدل بتانا مقصود ہے تاکہ تقابلی گرامر سے کچھ واقفیت پیدا ہو ۔
جملۂ دعائیہ = A Benedictory Sentence

۱۷۸ ۔ **دغا** (فارسی) بمعنی دھوکا ، فریب ، غداری ۔ مؤلف کی حس تقابلیت یہاں بیدار ہو گئی ہے اور وہ اس کا تعلق معنوی (غالباً) عربی کے دغل اور دغدغہ سے قائم کرنے کی کوشش میں ہیں ۔ جو بعید از قیاس مساعی ہیں ۔ عربی سامی زبان ہے اور فارسی آریائی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے اس لیے بجز معربات کے جو نا گزیر ہیں از قسم فیل فالوذج وغیرہ دونوں زبانوں کا رشتہ اس طرح کا نہیں جیسا اردو ، پنجابی ، اودھی اور سندھی کا آپس میں ہے ۔ دغا اور دغل ہم معنی ضرور ہیں لیکن محض اتفاقاً یونہی اتفاقیہ امر کے طور پر عربی کا قطع اور انگریزی (انڈو جرمانی) کا Cut ہم معنی ہیں ۔ دونوں کا ایک دوسرے سے نسلی تعلق نہیں ہے ۔ دغدغہ میں تو دغا سے معنوی قرب بھی مفقود ہے ۔

۱۷۹ ۔ **دغلا :** اس کو مؤلف ہندی قرار دیتے ہیں اور یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ ہندی زبان میں غین کہاں ؟ اصلاً یہ معرب ہے دگلا سے جسے ہنڈی بھی کہتے ہیں ۔ عربی خوانوں نے دگلا کی گاف کو غین سے بدل لیا ہے ۔ محمد حسین آزاد نے قصص الہند میں تراوڑی کی لڑائی کے موقع پر پرتھوی راج چوہان کے دگلے کا ذکر کیا ہے ۔

۱۸۰ - **دفالی ، ڈفلی ، ڈپھالی :** بمعنی دف بجانے والا ، مجازاً خوشامدی مقلد اور شیخی خوری - عربی میں دف ایک خاص ساز کا نام ہے جو مغربی ہندی کی بولیوں میں آ کر جن میں لہذا زبان شامل ہیں ڈف اور ڈپھ (پنجابی) ہو گیا ہے - مؤلف نے دفالی کو فصیح قرار دیا ہے اور بقیہ دونوں صورتوں کو غیر فصیح لیکن اکبر نے اپنے شعر میں ڈفالی باندھا ہے -

سید کی بات حضرت حالی سے پوچھیے
بدھو میاں کی بات ڈفالی سے پوچھیے

۱۸۱ - **دفر قلیہ :** اس کے معنی پتلا شوربہ ہیں - مؤلف اسے فارسی بتاتے ہیں - یہ فارسی نہیں بلکہ ترکی ہے اور بڑا قاف اس کی گواہی دے رہا ہے - مؤلف فارسی میں دخیل ترکی لغات کو فارسی بتاتے ہیں اور ان کی مخصوص صوتیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں - ترکی کا قاف عربی کے قاف سے جزواً صوتی مماثلت رکھتا ہے - اور اس کا اثر یورپی زبانوں میں بھی ہوا ہے چنانچہ Opaque وغیرہ قسم کے الفاظ کا آخری Que ترکی سے گیا ہے - کچھ حضرات اسے عربی کا شاخسانہ قرار دیتے ہیں قطعی تحقیق ابھی باقی ہے - فوری فیصلہ کرنا عدم دانشمندی کا ثبوت ہوتا ہے - مسلسل استدلال اور تاریخی پس منظر ہی ایسے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے میں معاون ہو سکتا ہے - ہٹ دھرمی اور خودرائی کبھی صحیح نتائج پیدا نہیں کر سکتی -

۱۸۲ - **دق :** (عربی) کے لفظی معنی پتلا ہونا ، پیچیدہ ہونا بتائے ہیں - پہلے معنی یعنی پتلا ہونا غلط ہیں اس کے لیے مادہ رق (یا مشکوک طور پر) رک ہیں - دق کے مرض کو اس لیے ایسا کہتے ہیں کہ اس میں پیچیدگی (Complication) پیدا ہو چکی ہوتی ہے - پیچیدگی متضاد ہے سادگی اور اکہرے پن کی - جب بخار کے ساتھ دوسرے عوارض جمع ہو جائیں تو مرض پیچیدہ ہو جاتا ہے - دقیق شعر یا نثر وہ ہے جس میں معانی کے اخالیط بہت ہوں - یا معانی لفظوں کے ساتھ بیل کی طرح لپٹے ہوئے

ہوں ۔ تپ دق کا ترجمہ Hectic Fever کیا ہے لیکن Hectic Fever شدید نوع کے بخار کو کہتے ہیں ۔ مؤلف انیسویں صدی کی انگریزی لکھتے ہیں ۔ جو کئی لحاظ سے متغیر ہو چکی ہے ۔ Hectic کا ایک اور مثالی لفظ Hectic Activity ہے اس میں بھی Hectic شدید اور سخت کے معنوں میں ہے ۔ انیسویں صدی میں Activity کا لفظ حرکیت کے معنوں میں متداول تھا ۔ بیسویں صدی میں اس کے ایک معنی سرگرمی (ادبی ، سیاسی ، معاشرتی وغیرہ) ہو چکے ہیں ۔ مقصد پلیٹس کی انگریزی کی اصلاح نہیں بلکہ ایک صدی میں پیدا ہونے والے معنوی تغیرات کی نشان دہی کرنا ہے ۔

۱۸۳ ۔ **دقائق** (عربی) اس کو مؤلف نے دقیق کی جمع بتایا ہے جو صحیح نہیں دقائق دقیقہ کی جمع ہے دقیقہ بمعنی باریک اور مشکل بات ہے ۔ اس سے پہلے لفظ دقیق پر تبصرہ ہو چکا ہے ۔ فعال کے وزن پر جو جمع آتی ہے ان کا واحد فعیلہ کے وزن پر ہوتا ہے ۔ چنانچہ :

جمع	واحد
نفائس	نفیسہ
حقائق	حقیقہ (حقیقت)
غرائب	غریبہ
حدائق	حدیقہ بمعنیٰ باغ

لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں مستثنیات بھی ہیں جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں ۔

دقیقہ اور دقیق کے بالترتیب مترادف انگریزی Minute (Noun) (۶۰ سیکنڈ کا وقفہ) اور Minute ہیں پہلا اسم اور دوسرا صفت ہے ۔

۱۸۴ ۔ **دلق** : (عربی) اس کے معنی بتائے ہیں درویشوں کا چیتھڑوں سے بنا ہوا لباس" ۔ درویشوں کا یہ لباس جسے مرقع بھی کہتے ہیں اور اردو میں گدڑی بھی پیوند شدہ لباس ہوتا ہے نہ کہ بھیک

منگے دیوانوں کا پھٹا ہوا لباس ۔ داق سلوانے کا طریقہ خاص طور پر داتا گنج بخش نے کشف المحجوب میں بتایا ہے اس میں ایک دلکشی ہوتی ہے ۔

۱۸۵ ۔ دم (فارسی) اس کے متعدد معانی بتائے ہیں سانس ، لمحہ ، پانی کا گھونٹ ، ہوا کا جھونکا Whiff دھوکا فریب وغیرہ لیکن بمعنی بہار کی دھونکنی نہیں درج کیا ۔ کاوہ آہنگر کی تاریخ اور درفش کاویانی کی ساخت میں دم ہی کام آئی تھی ۔ مؤلف نے دم دادن دم دینا محاورہ دیا ہے بمعنی دھوکا دینا اور اسے بیک وقت فارسی اور ہندی گردانا ہے ۔ دم دادن فارسی محاورہ ہے اور دم دینا اس کا ہندی ترجمہ ۔ آغا شاعر قزلباش دہلوی کا ایک مطلع ہے :

پی پلا کر اسے رحمت کی قسم دیتے ہیں
کیسے بندے ہیں کہ اللہ کو دم دیتے ہیں

اور اقبال کہتے ہیں آیا ہے تو جہاں میں مثال شرار دیکھ !
دم دے نجائے ہستیٔ ناپائیدار دیکھ !

دم دلاسا مرکب تراقی ہے جس میں دل دہی کے معنی ہیں ۔ دلاسا اصل میں دل آسا یعنی دل کو آسودہ کرنے والی بات مد کو ترکیب فاعلی میں اڑا دیا گیا ساتھ ہی ہم آغازی یعنی Alliteration بھی پیدا ہو گئی جو نثری اور عام گفتگو کے آہنگ کی خالق ہے ۔ مؤلف نے دلاسا کو اس کی قواعدی املا سے لکھا ہے یعنی DIL-A'SA

۱۸۶ ۔ دماں : (فارسی) مؤلف کے نزدیک یہ سنسکرت کے دمن سے مشتق کرتے ہیں جب کہ صحیح یہ ہے کہ مصدر دمیدن سے اسم حالیہ ہے مصدر دمیدن بمعنی زور زور سے سانس لینا چنگھاڑنا (ہاتھی کا) پھونکنا دھونکنی وغیرہ کا ، پھوٹنا زمین سے سبزہ وغیرہ کا ، دماں ایک ایسا لفظ ہے جو فارسی اردو ادبیات میں صرف پیل کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے ۔ پیل دماں چنگھاڑتا ہوا ہاتھی ۔ جب سے سعدی نے 'گلستان' میں یہ شعر لکھا ہے :

نہ دمن است آں نزدیک خرد مند
کہ با پیل دماں پیکار جوید

اسی وقت سے دماں کے سنتے ہی پیل دماں کی خوفناک تصویر ذہن میں ابھر آتی ہے - ساتھ ہی پیل مست بے زنجیر بھی ذہن میں وارد ہوتا ہے - سنسکرت میں دماں Dam'a'n کی جگہ Damān ہے بمعنی خوفناک اسی لیے مؤلف اس کے معنی خوفناک لکھتے ہیں - مؤلف کی اپج شاذ ہی نشانے پر بیٹھتی ہے اکثر وہ محض جدت طرازی کا نمونہ ہوتی ہے اور انحراف برائے انحراف کی مثال -

۱۸۷ - **دمدمہ** : اس لفظ پر عربی اور فارسی دونوں کے ہونے کا گمان ہوتا ہے دمدمہ اگر عربی ہے تو قطعی طور پر فعفعہ کے وزن پر ہو گا جس کی بحث آ چکی ہے - معنی بار بار توپ کے دغنے کی آواز اور مجازاً وہ مقام جہاں پر توپ لگی ہوئی ہو - لیکن مؤلف اسے سنسکرت کے دھم دھم سے مشتق کرتے ہیں - اس صورت میں یہ دھم دھم کا معرّب ہو گا اور یہ بھی غیر ممکن نہیں فارسی اس طرح ممکن ہے کہ دم بمعنی توپ کے چلنے کی آواز ہے توپ دم کرنا محاورہ ہے - غرض دمدمہ ایک لچکدار قسم کا لفظ ہے اور ذاتی تعصبات کی راہ پیدا کر سکتا ہے -

۱۸۸ - **دمہ** : (فارسی) اس کے دو معنی لکھے ہیں (۱) ضیق النفس (۲) دھونکنی - یہ دونوں لفظ اصلاً دم بمعنی سانس سے مشتق ہیں لیکن فارسی شاعری میں دھونکنی کے لیے دمِ آتا ہے - مرزا حبیب قاآنی شیرازی ایک قصیدے میں کہتے ہیں -

نفس دم ، مرگ آھنگر . . . .
یعنی جنگ کے میدان میں جب سانس دھونکنی بن جاتی ہے اور موت لوھار کا روپ دھار لیتی ہے تو . . . . الخ
قاآنی مرزا غالب کے ہم عصر تھے ان کا ایرانی الاصل ہوتا لفظ دمِ کی صحت کا قرینہ ہے -

۱۸۹ - **دند** : فارسی ، پنجابی ، سنسکرت لاطینی Dentus بمعنی دانت

لیکن بمعنی پسلی صحیح نہیں ۔ پسلی کو دندہ کہتے ہیں ۔ چنانچہ ایک جدید ایرانی سکالر تخلیق حوا کے بارے میں کہتے ہیں

حوا را از دندۂ آدم آفریدند

آقاء م ۔ فریدنی ۔ نظریۂ ارتقاء

۱۹۰ ۔ **دُند** : (فارسی) بمعنی کھڈی کی کشتی جو بنت کا فریضہ انجام دیتی ہے دیگر معانی (ہندی) جنگی نقارہ ، شور شرابا ، ظلم و جور وغیرہ ۔

۱۹۱ ۔ **دندان** : (فارسی) بمعنی دانت دند کی جمع ہے لیکن اسے ژند زبان کے حوالے سے واحد لکھا ہے مشہور فارسی شعر ہے جس سے دندان کا جمع ہونا ظاہر ہے :

دندان تو جملہ در دہانند
چشمانِ تو زیرِ ابرو آنند

ممکن ہے ژند میں دندان ہو جس کے معنی پنجابی میں دانتوں کا پچی ہو جانا ہیں ۔

۱۹۲ ۔ **دندانہ** : (فارسی) اس کے بعض ایک معنی درج ہیں یعنی آہنی آلات وغیرہ کے دانت نما کنارے (Tooth of an axe) ۔ لیکن دندانہ بمعنی شوشۂ سین و شین وغیرہ حروف بھی ہے ۔ دندانہ اور شوشہ میں فرق یہ ہے کہ سین ، شین وغیرہ کے دندانے ہوتے ہیں اور غیر سین الفاظ مثلاً ، بین ، ترتیب وغیرہ حروف ب اور ی کے شوشے ہیں ۔ شوشہ چھوڑنا بمعنی افواہ پھیلانا ہے اس بنا پر کہ افواہ پھیلانے اور حروف کے شوشے چھوڑنے (شوشہ گذاشتن کا لفظی ترجمہ ہے) میں ایک خاص قسم کی مہارت اور طراری درکار ہوتی ہے ۔

۱۹۳ ۔ **دنگل** : (ہندی) اس کی اصل دنگ اور دنگنا بمعنی اچھل کود جو پہلوان اکھاڑے اور مقابلوں میں دکھاتے ہیں ۔ (م ۔ الف)

۱۹۴ ۔ **دنگیت** : (ہندی م ۔ الف) ۔ دنگا کرنے والا ، بروزنِ ڈکیت ، پھکیت وغیرہ ۔

۱۹۵ - **دنوندھا :** (ہندی م - الف) بمعنی دن کا اندھا (Dayblind) مؤلف نے اس کو اسم فاعل اور اسم معنی دونوں طرح بتایا ہے لیکن اس کا کینڈا صرف اسم فاعل کا سا ہے - مولوی عبدالحق نے اس قیاس پر دو نئے لفظ وضع کیے ہیں - رتوندا اور رنگوندا = رات کا اندھا اور رنگوں کا اندھا (Colour Blind) -

۱۹۶ - **دوا :** دیوا بمعنی چراغ - دیوا پنجابی ہندی مشترک گروہ کا رکن ہے - اس کا دہلوی روپ دیا ہے جو اردو میں مقبول و متداول ہے - دوا مخفف دیوا ایک محدود گروہ کی زبان پر ہوگا -

۱۹۷ - **دوجا :** بمعنی دوسرا (ہندی) ہندی اور پنجابی کا مشترک سرمایہ ہے - اودھی اور ہندی دونوں میں مروج ہے -

۱۹۸ - **دوجھا :** (ہندی م الف) یعنی دوسری بیوی سے بیاہا ہوا پنجابی دوہاجو -

۱۹۹ - **دوخت کرنا :** بمعنی دوختن سینا پرونا - یہ اس عہد کی یادگار جب خرید کرنا ، زیاں کرنا ، دغا کرنا (بقول فرہنگ آصفیہ 'اردو' کے الفاظ ہیں) وضع ہو رہے تھے - یعنی اپ بھرنش پراکرت جب فارسی اور عربی سے مل کر ایک نیا مرکب بنا رہی تھی -

۲۰۰ - **دودنا :** (ہندی م - الف) بمعنی مکر جانا ، انکار کرنا -

۲۰۱ - **دودہ :** (فارسی) دود = دھؤاں کے بعد ہائے مختفی کے اضافے سے دھوئیں کا جماؤ بنا لیا گیا ہے بمعنی کالک -

۲۰۲ - **دوالی دیوالی :** ہندی کا مخفف برائے روزمرہ تلفظ ہے - اصل لفظ دیپا والی یعنی چراغوں والی (رات) -

۲۰۳ - **'دوالی ، دوالی :** مرکب عربی و ہندی بمعنی پیٹی باندھے کنایہ از لشکری و سپاہی و جند وغیرہ - یہ لفظ اردو میں مقبول نہیں ہوسکا -

۲۰۴ - **دواناپن ، دوانپن :** اس سے پہلے دوانہ کو دیوانہ کی بگڑی ہوئی شکل بتایا تھا - راقم کو یہ دونوں لفظ مرجح نہیں محسوس ہوئے

اور محض لغت تراشی معلوم ہوتی ہے - دوانپن دیوان ہونے کی طرف بھی ذہن کو منتقل کرتا ہے بجائے دیوانہ پن کے جو بہترین روپ ہے شعر میں اگر دیوانپن بضرورت لایا گیا ہے تو اس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ یہ ہم وزن و ہم آہنگ ہے دیوانہ پن کا کہ دیوانہ کی ہائے مختف تقطیع میں ساقط ہو جاتی ہے -

۲۰۵ - **دوباز** : (فارسی) اس کے دو معنی درج ہیں :

۱- کبوتر کی ایک نسل
۲- کاغذ پتنگ

معنی ۲ اب قدیم ہو چکے ہیں کیونکہ ایسی چیزوں کا کاچر مٹ چکا ہے جو لکھنوی تہذیب کا طرۂ امتیاز تھے - پنجابی میں دباج کہتے ہیں -

۲۰۶ - **دوبر ، دوبھر** : اس کے تین معانی درج کیے ہیں :

۱- مشکل کام
۲- سخت گیر آدمی
۳- کابوس Night Mare

دوبھر میں بھر بھاری کا مخفف ہے جو دشواری کا مفہوم دے رہا ہے - کابوس عربی کا لفظ ہے اس میں بھی بھاری بوجھ سینے کا ہے جو دوران خواب محسوس ہوتا ہے - مولانا ظفر علی خان نے 'بہارستان' کی ایک نظم میں کابوس کا لفظ برتا ہے :

آ پہنچا لاہور میں روس
شملے کی چھاتی کا کابوس

دوبھر کے معنی نمبر ۲ یعنی سخت گیر آدمی میں بھی دوسروں کے لیے دشواری پیدا کرنے والے کا مفہوم ظاہر ہے - دوبھر ایک قیمتی اور رنگا رنگ لفظ ہے اور قابلِ قدر اخالیط معانی کا حامل ہے -

۲۰۷ - **دوڑنا دھوپنا** : مرکب مصدر ترادفی ہندی - بجائے خود اس مصدر میں کوئی قابلِ اعتراض بات معلوم نہیں ہوتی لیکن اس کو کیا

کیا جائے کہ یہ مقبول تر زبان کا رتبہ نہیں حاصل کر سکا دھوپنا
ایک تو الٹریشن کے لیے ہے دوسرے تابع مہمل کے طور پر جو
دھوپ سے مصدر بنایا گیا ہے۔ اس کی جگہ فصیح دوڑ دھوپ
کرنا ہی ہے۔

۲۰۸ - دَول ، دُول ، دِول : عربی۔ تینوں جمع کی صورتیں ہیں جن کا
واحد دولت ہے۔ دو معنی میں درج ہے :

۱۔ حکومتیں ۲۔ مال و دولت

اگرچہ دولت عربی میں بمعنی چکر کھا کر ملنے والی حکومت ہے
تلک الایام نداولھا بین الناس دوسرے معنی فارسی اور اردو
میں کہیں نہیں مستعمل نظر آئے بلکہ اس کی جگہ مال یا ثروت
یا جاہ و حشم یا زر وغیرہ استعمال میں آئے ہیں۔ حالی کی نظم
'پولٹیکل اسپیچیں' میں دول کا لفظ اصل معنی میں آیا ہے۔

اے بزم سفیران دول کے سخن آرا
ہر خردو کلاں تیری فصاحت پہ فدا ہے

۲۰۹ - **دول** : بہ فتح اول مقبول ترین جمع ہے۔ اور دول غیر مقبول
ترین :

۲۱۰ - **دولاب** : دولاب (رہٹ)۔ پہلی صورت کو عربی اور دوسری کو
فارسی یا معرب بتایا ہے نیز اس کی ترکیب عربی رول گھومنا :
آب سے بنائی ہے دوسرا قیاس یہ ہے کہ ڈول ہندی کا معرب دول:
آب ہے لیکن دونوں کسی قدر بعید معلوم ہوتے ہیں اور عربی کا
سالم اور مستقل دولاب یہ صحیح نظر آتا ہے :

۲۱۱ - **دوند** : (فارسی - م - الف) دونده بمعنی دوڑنے والا کا مخفف۔
آنند و روند کے نمونے پر۔ یہ تخفیف بضرورت شعری عمل میں آئی
ہوگی۔ اس کی سند شاید علامہ علی اکبر خان دہخدا کی ضخیم
فرہنگ لغت نامۂ دہخدا میں دستیاب ہو سکے۔

۲۱۲ - **دوی** : فارسی بمعنی دو ہونا جس کا صحیح املا دوئی ہے اور جسے
مؤلف نے تلافی مافات کے طور پر رومن حروف میں درج کر

دیا ہے ۔ یعنی (dui) ۔ اگرچہ دوی جدید ایرانی اسلا اور تلفظ ہے لیکن ظاہر ہے کہ لغت میں صرف ہمزہ ڈالنا رہ گیا ہے اور بس ۔

سند : دوئی اینجا نمی گنجد بروں شعر ۔
کہ اینجا من بباشم یا تو باشی

۲۱۳ ۔ دہا : فارسی + ہندی الف اسے بھی سید احمد دہلوی 'اردو' لفظ شمار کریں گے ۔ صحیح فارسی اسلا دہہ ہے جس کے آخر میں ہائے مخفی فارسی کی ہے ۔ دہا بمعنی عشرہ و عشرۂ محرم اب غریب الاستعمال ہے ۔

۲۱۴ ۔ دہر : عربی بمعنی زمانہ گروندہ و پائندہ ہے لیکن مؤلف نے اس کو دہریہ کے معنی میں بھی لکھ دیا ہے جس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی ۔ البتہ دہری صحیح لفظ ہے ۔
غالب کہتے ہیں :

دہری کیوں کر ہو جو کہ ہووے صوفی
شیعی کیوں کر ہو ماورا النہری

دہریہ بر نمونۂ قدریہ جبریۂ لا ادریہ وغیرہم ہے ۔

۲۱۵ ۔ دھلینڈی : ہولی کا دوسرا دن جب خاک اڑائی جاتی ہے یہ دھول اور الینڈنا ، انڈیلنا سے مل کر بنا ہے ۔ مرزا قتیل اپنی 'ہفت غاث ، میں لکھتے ہیں کہ یہ خاک نہیں بلکہ عبیر اور گلال ہوتے ہیں جو رنگین مٹی ہیں :

۲۱۶ ۔ دھی : ہندی بمعنی بیٹی مخفف از سنسکرت دھید ۔ یہ بھی پنجابی ، ہندی مشترک گروہ کا رکن ہے اور خاص توجہ کا طالب ہے ہندی والوں نے اسے چھوڑا اور بیٹی کو جو دہلوی تھا اپنا لیا :

۲۱۷ ۔ دھنتر : (پراکرت) اسے دہن اور اتر سے مرکب بتایا ہے ۔ بمعنی بہادر ، با رسوخ ، جری وغیرہ ۔ دھنتر پنجابی میں بھی اسی

معنی میں ہے۔ شاہ حاتم دہلوی نے ایک مقطع میں اسے
برتا ہے :

مارنے کو رقیب کے حاتم
شیر ہے ، ببر ہے ، دھنتر ہے

'فرہنگ آصفیہ' میں اس کے معنی ہیں ۔ دولت مند ، امیر ، زبردست
تیس مار خاں ، رستم ، سرکش ، راجہ اندر کا حکیم ایک قسم
کا چورا ۔

۲۱۸ ۔ **دِیوان ۔ دَیوان :** اسے مؤلف ژند کے دی + آن سے مرکب بتاتے
ہیں حالانکہ دیوان خالص عربی ہے جمع دواوین بمعنی رجسٹر
دفتر مجموعۂ اشعار شاعر ۔ پہلی صورت فصیح اور مقبول ہے۔

۲۱۹ ۔ **دھینگ :** دھینگڑ بمع مشتقات دھینگا مشتی ، **دھینگ دھانگڑا۔**
دھینگ بمعنی زبردست بقیہ اس کے مشتقات ہیں ۔ جعفر زٹلی نے
سیا سنگھ بخشی کی ہجو میں کہا ہے ۔

سیا سنگھ جی تم بڑے دھینگ ہو
گرر پنکھیا بیل کے سینگ ہو

۲۲۰ ۔ **دھواں :** (ہندی) آپ تسلیم کریں یا نہ کریں یہ دھواں کوئی
لفظ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ چیز ہے ۔ جسے ہم آپ دھؤاں کہتے
ہیں گویا املا سراپا غلط ہے ۔ ہمزہ سے مؤلف کو خاص کد ہے
حالانکہ دیباچے میں اس کے اندراج کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ۔
الفاظ ہمزہ دار کو Humzated Word کہا ہے ۔ لیکن فہرست
حروف ابجد میں اس کو شامل نہیں کیا ۔ غرض ہمزہ جیسے معنی
خیز حرف پر عنایت خاص ہے اگر رومن حروف نہ ہوتے تو
سیکڑوں ہمزہ دار الفاظ پہنچانے نہ جا سکتے ۔
(Dhoa'n)

۲۲۱ ۔ **دھولا :** برائے دھلا ہوا (ہندی) یہ روپ بھی جو مستقل اسم
مفعول بنتا ہے مصدر دھونا سے اب عرصے سے متروک ہے غالباً
ہندی جدید میں بھی قلیل الاستعمال ہو گا ۔ للو لال جی کی پریم
ساگر میں شاید مل سکے :

۲۲۲ - دیپک : ہندی بمعنی معروف چراغ لیکن مؤلف نے اسے بطور مصدر یعنی دیپ جلانا بھی درج کیا ہے - یہ معنی بھی بعید از قیاس ہیں اور معلوم نہیں کہاں سے مؤلف کو ہاتھ آئے ہیں -

۲۲۳ - دیجور : شب دیجور بمعنی کالی رات مؤلف نے اسے دجو= تاریک +ور سے مرکب بتایا ہے - اور ساتھ ہی دیج کو دجو کا ممالہ بھی بتایا ہے - یہ امالہ بھی غیر اصولی ہے - قیاس ہے کہ اس قسم کے اشتقاق ڈاکٹر ڈنکن فوربس نے اپنی قابل قدر لغت ہندوستانی انگریزی میں پیدا کیے ہوں گے وہ مؤلف سے عربی زیادہ جانتے ہیں کم از کم قیاسی اشتقاقیات میں دور از کار باتیں کم کرتے ہیں - دیجور اس قسم کا پر اسرار لفظ ہے جیسا ہتھکنڈا ہے جس کا کوئی اور چھور نہیں ملتا سوائے اس کے کہ اسے ہاتھ کا ہتھیار مان لیا جائے جو منطقی قیاس ہے - انشا کے شعر میں شب دیجور اس طرح آیا ہے :

اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی
اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

۲۲۴ - دیہلی : (ہندی) بمعنی ڈیوڑھی ممکن ہے کہ دیہلی ڈیوڑھی ہی کا عوامی مخفف ہو -

۲۲۵ - ڈاکن : (ہندی) یہ ڈاکو کی مؤنث ہے - قواعد کے لحاظ سے اس میں کوئی خراب بات نظر نہیں آتی لیکن عام چلن اسے بھی بعض دوسرے قواعدی لفظوں کی طرح حاصل نہیں ہو سکا - انگریزی والوں نے شاعرہ کے لیے لفظ Poetess ترک کر دیا ہے اب اس کے لیے بھی (Poet) کا لفظ بولتے اور لکھتے ہیں - ڈاکن سے ذہن غالباً ڈائنیا کی مؤنث کی طرف جاتا ہے اسی لیے رواج نہ پا سکا :

۲۲۶ - ڈاکنی : (ہندی م - الف) - ڈائن ، بد روح جو بچوں کو آہستہ آہستہ مار ڈالے - بازاً بد مزاج عورت - مؤلف کو یہاں چڑیل کا لفظ درج کرنا چاہیے تھا -

۲۲۷ - **ڈاکیت ڈاکیتی :** بمعنی ڈکیت ، ڈکیتی - یہ اشباع فتحہ بصورت الف ممدودہ اودھی کے علاقے میں رائج ہوگا جسے مؤلف نے درج کر دیا ہے - عام تلفظ ڈکیت ہی مقبول و متداول ہے -

۲۲۸ - **ڈالا** - (ہندی) اسم مکبر ہے ڈال کا جو مؤنث ہے اور ڈالی بالکل چھوٹی سی شاخ شجرہ ہے نازک اور ظریف و لطیف جیسے کونپل - ڈالا بھی یاد گاری الفاظ میں سے ہے جو اودھ میں اودھی کے عناصر سے ہے - ڈال ہندی گیت کی چیز ہے - ڈالی نسبتاً کم ہندوی ہے اردو شعراء جیسے اقبال کے ہاں ملتی ہے -

۲۲۹ - **ڈومچا :** ڈونچا (ہندی) بمعنی باغ ، رکھوالوں کا جھونپڑا ، چبوترہ یہ اردو سے مشرق ہندی تک رسائی حاصل کر گیا ہے - بنگالی میں بھی متداول ہے -

۲۳۰ - **ڈانٹھ :** ڈانٹھل ، ڈانٹھی (ہندی) تین روپ میں ہے بمعنی ڈنٹھل پودے وغیرہ کا - مغربی ہندی اور لہندا وغیرہ میں ڈال پر فتحہ ہے جو اودھی میں کھچ کر الف ممدودہ ہو گیا ہے -

۲۳۱ - **ڈانڈ :** (ہندی) اس کے معنی نیزے کی لکڑی لمبی موٹی چھڑی - انیس اور دبیر کے مراثی میں جنگ کے موقع پر ڈانڈ کا استعمال عام ہے -

۲۳۲ - **ڈانک :** ڈاک (ہندی) ڈانک رہیلکھنڈی روپ ہے ڈاک کا -

۲۳۳ - **ڈانکا :** (ہندی) ڈاکا رہیلکھنڈی روپ ہے - مگر ڈانک اور ڈانکا کی یہ وضاحت مؤلف نے نہیں کی البتہ تجسس اور تحقیق کے مواد ضرور بہم پہنچا دیا ہے - رہیل کھنڈ کے بڑے علاقوں میں بریلی ، رامپور ، شاہجہاں پور وغیرہ ہیں جہاں نون غنہ زائد وسطی تلفظ کا خاصہ ہے - یہ لوگ اس طرح کر اس طرحاں اور چاول چانول بولتے ہیں -

۲۳۴ - **ڈاہ :** (ہندی بمعنی حسد ، دکھ ، جلاپا ، سوتیا ڈاہ = سوت کا جلاپا ، متضاد سوتیا چاہ ہے - ڈاہ کو اردو کا مقبول اور وسیع العلاقہ لفظ جاننا چاہیے -

۲۳۵ - **ڈبگر :** (ہندی) اس لفظ کے معنی چمڑے کی ترازو وغیرہ بنانے والا - لیکن خشک چمڑے سے اور بھی چیزیں بنائی جاتی ہیں اسے کچا چمڑا بھی کہتے ہیں چنانچہ ڈبگر کھیل کی چیزوں پر ڈب چڑھاتے ہیں تا کہ دستہ محفوظ رہے اور ہاتھ نہ پھسلے - خشک چمڑے کی سچیاں بھی ڈبگر ہی بناتے ہیں یہ اچھا خاصا مشکل کام ہے -

۲۳۶ - **ڈبرو ڈمرو :** (ہندی) ڈگڈگی کا دوسرا نام ہے - ڈبرو اور ڈمرو میں ب اور م کا مبادلہ ہے - اس مبادلہ کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا جا چکا ہے - مبادلہ کا ایک عضویاتی اور امراضی مظہر یہ ہے کہ مزکوم کے آلات نطق جب متاثر ہوتے ہیں تو اس کا میم مبدل بہ باء ہو جاتا ہے - چنانچہ ایک مزکوم شخص کے منہ سے ڈمرو کی بجائے ڈبرو نکلے گا - (ب ، پ ، ف ، و ، م) پانچوں شفوی حروف ہیں Labials اور یہ آپس میں بدلتے رہتے ہیں - جب کسی لفظ کے آخر میں MB آئے اور ما قبل حرف علت ہو تو B کی آواز خاموش ہو جاتی ہے اس لیے کہ دو ہم مخرج حروف بصورت سکون الگ الگ آواز نہیں دیتے بلکہ دوسرا خاموش ہو جاتا ہے انگریزی میں اس کی مثالیں (Lamb) ، لیم (Limb) لم ، (Comb) کوم = کنگھی ، (Bomb) بام (Tomb) = ٹوم = مقبرہ ، (Thumb) تھم (انگوٹھا) مگر درمیانی صورت میں دونوں بولتے ہیں جیسے Bombing, Thimble, Symbol مستثنیٰ = Combing اس میں B خاموش ہے -

۲۳۷ - **ڈومنی :** (ہندی) ڈوم کی مؤنث ایک نیچ ہندو ذات کو کہتے ہیں - اس کے علاوہ مؤلف نے انہیں خانہ بدوش قبیلہ بھی بتایا ہے - (Gypsy) ان کی عورتیں طرح دار اور مترنم آواز والی ہوتی ہیں -

۲۳۸ - **ڈھالو :** (ہندی) ڈھالو زمین = ڈھلوان زمین - ڈھلوان صفت بھی ہے جیسے مثال بالا میں ہے اور اسم مجرد بھی - پہاڑ کی ڈھلوان - ڈھالو اودھی کا لفظ ہے -

۲۳۹ ۔ ڈھکوسنا ۔ (ہندی) بمعنی یاوہ گوئی ، ہرزہ سرائی ژاژ خائی ، بکواس ، گپ ۔ ڈھکوسلا اسی سے ہے لیکن بطور مصدر کمتر مستعمل ہے ۔

۲۴۰ ۔ ڈھلمل : ڈھلمل ۔ دونوں طرح متداول بتایا گیا ہے ۔ صحیح اور فصیح پہلی صورت ہے جو ڈھیلا سے بنی ہے ۔ مل کا میم بطور تابع مہمل ہے ۔ اور قافیہ کا آہنگ بھی دے رہا ہے ۔

۲۴۱ ۔ ڈھونچا : (ہندی) ساڑھے چار کا ہندسہ اس کا پہاڑا بھی ریاضی میں شامل ہے ۔

۲۴۲ ۔ ذات : 'سخندان فارس' کے حوالے سے اس پر کچھ اظہار خیال کیا جا چکا ہے تاہم 'فرہنگ آصفیہ' ، نے جو اس سلسلے میں داد تحقیق دی ہے وہ تمام شکوک کو ختم کر دیتی ہے ۔ فرہنگ میں ہے ۔

"ذات ۔ ع ۔ ذو کا اسم مؤنث (۱) ۔ صاحب ۔ مالک ، خداوند جیسے ذات الکمالات ، ذات الصدر ، ذات الجنب : (۲) حقیقت شے ، ہستی ، نفس ہر چیز ، جوہر ، مادہ ، ماہیت ، عین ، نفس ، اصلیت ، طبیعت ، سرشت ، بنیاد ، یہ لفظ در اصل عربی کا اسم اشارہ ہے جس کے آخر ہائے وقف بڑھا دی ہے ۔ چونکہ ہا جزو کلمہ ہو گیا اس واسطے اس کو تائے قرشت سے بدلہ کر ذات کر دیا ۔ پس ذات کے لغوی معنی مشاراً الیہ ہوتے ہیں ۔ مگر چونکہ ہر شے کی ہستی مشاراً الیہ ہوتی ہے ۔ اس واسطے خداوند اور ذات شے پر اعلان ہونے لگا : (۳) الف ۔ جسم ، وجود ، شخص ، دیہ ، سریر ، کایا جیسے ان کی ذات سے امید نہ رکھو ۔ (۴) الف ۔ قسم ، صنف بھانت جیسے ایک ذات کا روپیہ صرف کیا : (۵) الف ۔ قوم ، نژاد ، گوت ، پیدائش ، جات ، نکاس ، بنس ، خاندان ، نسل ، بدن ، اس معنی میں ہندی جات ہے مگر اردو والوں نے بلحاظ فصاحت اور الفاظ کی طرح اس کو زائے ہوز سے بدل کر ذات کر لیا ۔ عربی دانوں نے اس کو کوئی لفظ نہ سمجھ کر ذائے تخذ سے اپنے لفظ کے مطابق لکھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ طغرا نے بھی اپنے ہاں باندھ دیا :

ذات پات نہ پوچھے کوئی
ہر کو بجھے سو ہر کا ہووے

اس کے بعد دوسرے متعارف معانی دئے ہیں ۔

۲۴۳ ۔ **ذاتیلا** : ذات کا مزید علیہ بنایا ہے بمعنی اصلی ، ذاتی ، اعلیٰ ۔

۲۴۴ ۔ **ذرا** : عربی ذرا بمعنی کم مقدار شے اس کا سہند جرا بتایا گیا ہے لیکن محاورہ ''ایک ذرے میں'' ، یعنی ذرا سی دیر میں، اس میں ذرے بہ تشدید درست معلوم نہیں ہوتا بلکہ ایک ذرے میں اور ایک زری یا ایک ذری بمعنی تھوڑی سی دیر جملہ "میں راہ میں ایک ذری ٹھہر گیا تھا" تا ہم ذرا کو زاء سے لکھنا صحیح نہیں اس طرح اصل لفظ ذرہ سے ہم دور جا پڑتے ہیں ۔ محاورہ ذری کی ذری میں بھی ہے لیکن فرہنگ پلیٹس سے غیر حاضر ہے ۔

۲۴۵ ۔ **ذقن** : (عربی) بمعنی ٹھوڑی ہے لیکن ذقن بمعنی ڈاڑھی بھی درج کیا ہے جو مجازی پیرایہ ہو سکتا ہے ۔

۲۴۶ ۔ **ذقاق** : عربی ذوق سے مبالغے کا صیغہ ، بہت چکھنے والا بہت کھانے والا ۔ یہ لفظ آج کی دنیا میں بھی کار آمد بلکہ غیر شعوری متبادل Taster کا ہے Taster چائے وغیرہ کے کارخانوں میں باقاعدہ ماہر ذوائق چاء ہوتے ہیں ۔

۲۴۷ ۔ **راب** : (ہندی) اس کی سنسکرت اصل رب بتائی ہے ۔ راب گڑ کی بالائی شکل ہے ۔ انگریزی میں اسے Molasses کہتے ہیں ۔ راب کا لفظ عام تو ہے لیکن جس لطافت اور طرفگی سے اس کو امیر خسرو نے برتا ہے اس کا کوئی جواب نہیں ان کی ایک انملی ہے جو یک مصرعی ہے :

ع چیل بسولا لے گئی تو کاہے سے پھنکوں راب

۲۴۸ ۔ **راتنا** : بمعنی رنگنا ایک تیسرا روپ بھی ہے راچھنا ۔ دونوں کا مفہوم عشق میں مبتلا ہونا بھی ہے ۔ معلوم نہیں یہ مفہوم مجازی کس لغوی مفہوم سے ماخوذ ہے ۔

۲۴۹ - **راڑ ، راز** : (ہندی) بمعنی شور و شر ، جھگڑا ، تنازعہ ، بحث و تمحیص وغیرہ - ہندی بھاشا میں راء مہملہ اور راء ثقیلہ کا تبادلہ ہے دوسری مثال پیر اور پیڑ پیڑا تیسرا روپ ہے -

۲۵۰ - **راس** : بمعنی سر عربی - اس کے معنی کے ساتھ ایک راس - ایک راس بیل بھی مندرج ہے - لیکن جب تک اسم معیت کا تذکرہ نہ ہو یہ ترکیب متوسطوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی - دو راس بیل بھی آسکتا ہے -

۲۵۱ - **راغ** : بمعنی سبزہ زار (فارسی) ہے لیکن دامن کوہ میں صرف شعری اپچ معلوم ہوتا ہے جب شعرا کو دامن کوہ میں کچھ سبزہ نظر پڑا تو راغ کو دامن کوہ کے معنی بھی بخش دیے ایسی لسانی ۔خاوت لغت کو وسیع مگر یاوہ ایزادی کی مثال بھی بناتی ہے - اس کی بحث تمہید میں آ چکی ہے -

۲۵۲ - **راکھشس** : (ہندی) مخفف - راکھسس - لیکن راکھشس اپنے صوتی کینڈے کی وجہ سے زیادہ مقبول ہے بہ نسبت اپنے مخفف راکھس کے - یہ ہندو صنمیات کا خاص لفظ ہے - اس کے تین انواع ہیں - ۱ - کویرا دیوتا کے ملازم جو آسمانی مخلوق ہیں - ۲ - نیم آسمانی مخلوق جو شیاطین سے ہیں - ۳ - وحشی شیطان قسم کے ظالم لوگ جو عورتوں کو اغوا کرکے لے جاتے ہیں ۔ لواحقین کو مار ڈالتے ہیں یا بیدست وپا بنا دیتے ہیں - تیسری قسم کچھ جرائم پیشہ وڈیروں سے ملتی جلتی ہے - لنکا کا راجہ راون راکھشس ہی تھا جس نے شیطانی ابلیسی کام کیا تھا -

۲۵۳ - **راکھشس بیاہ** : مرکب اضافی بہ اضافت مقلوب بے جوڑ بیاہ -

۲۵۴ - **راکھشس ویلا ، بیلا** : (ہندی) وہ ساعت منحوس جب راکھشس (ہندی) آدھی رات کو کابوس بن کر سینے پر سوار ہو جاتا ہے - اس قسم کے توہمات کا بھانڈا جدید نفسیات نے خوب پھوڑا ہے -

۲۵۵ - **راکھشسی** : راکھشس کی مؤنث مراد چڑیل

۲۵۶ - **راکھڑی ، راکھی** : دونوں کا مفہوم متعارف ہے بھائی کی کلائی پر جو سرخ دھاگا بہن تعویذاً باندھتی ہے - ڑ میں محبت کا

انداز ہے ۔ پنجابی میں وارث شاہ کو یہ ڑ بہت پسند ہے ۔
بھاڑے وغیرہ ۔

۲۵۷ ۔ **راکھنا ، رکھنا** : الف کے ساتھ اودھی روپ ہے ۔ اودھی کو جب کلاسیکی موسیقی کی زبان کہنا چاہیں تو پوربی کہہ دیتے ہیں ۔

۲۵۸ ۔ **راگ** : ہندی سنسکرت میں راگ بروزن کیف ہے صرف عربی اور سنسکرت میں متحرک الآخر لفظ ملیں گے ۔

۲۵۹ ۔ **راگنی** : راگ کی بیوی متصور ہے ۔ ایک زائد معنی زن قطامہ بتائے ہیں ۔

۲۶۰ ۔ **رالنا** : یہ ترلنا ملنا کا متعدی مصدر ہے ۔

۲۶۱ ۔ **ران** : (فارسی) امر کا صیغہ از مصدر راندن بمعنی نکال دینا ، دھتکارنا وغیرہ مؤلف نے ران جھوڑنا کو راند چھوڑنا کا روپ بتایاہے یہ بول چال کی اردو ہے جو فکشن میں برتی جا سکتی ہے

۲۶۲ ۔ **رانجھا** : اسے ہیر کے معشوق کا نام بتایا ہے ۔ اپنے طور پر یہ رشتہ درست ہے ۔ لیکن کلاسیکی نہج پر نہیں ۔

۲۶۳ ۔ **رانجھرا** : (ہندی) رنگین کھلونے بنانے والا (م ۔ الف)

۲۶۴ ۔ **راندھنا** : بمعنی پکانا ۔ پکانا راندھنا تو مندرج ہے لیکن ریندھنا غیر حاضر ہے ۔ شاید دہلوی بولی کا اودھی بدل ہو ۔

۲۶۵ ۔ **راو چاو ، راؤ چاؤ** : (ہندی ، م ۔ الف)

۲۶۶ ۔ **راول** : بمعنی سردار ، شہزادہ لکھا ہے ۔ ہمارے یہاں راول پنڈی اور راولا کوٹ ہیں ۔ یہ فوجی سرداروں کے گاؤں ہیں ۔

۲۶۷ ۔ **راوی** : (عربی) اس کی جمع راوین بتائی ہے ۔ لیکن جمع مکر رواۃ ہے جو غیر حاضر ہے ۔

۲۶۸ ۔ **رانے لگانا** : بمعنی رانے دینا یہ محاورہ فصیح نہیں ہے اور دیہاتی یا اودھی اردو میں ہوگا ۔

۲۶۹ - **رائگاں ، رائیگاں** : اسے راہ + گاں کا مرکب بتایا ہے یعنی راہ میں پڑی ہوئی چیز مفت رسید ۔

۲۷۰ - **رباب** : آلۂ موسیقی عرب و افغان ۔ اس کی مغربی شکل Rebeck ہے جو ہسپانیہ میں وضع ہوئی ہوگی ۔

۲۷۱ - **رباط** : بمعنی سرائے اس کا مادہ ربط بتایا ہے ۔ بمعنی Rendesvous ۔ تاجروں کے قافلے کی ملنے کی جگہ ۔ یہ اشتقاق مفید ہے ۔

۲۷۲ - **رپڑنا** : (ہندی) م ۔ الف بمعنی دوڑنا بھاگنا ۔ آردو والوں کے لیے نیا ہے ۔

۲۷۳ - **ربوب** : عربی رب کی جمع بروزن فعول ہے ۔ ارباب زیادہ متداول ہے ۔

۲۷۴ - **ربیب** : عربی بمعنی سوتیلا بیٹا لفظی معنی لے پالک ۔

۲۷۵ - **رباعی** : عربی لغوی معنی چار مصرعوں والی ۔ اس کے لیے مؤلف نے تین برابر کے انگریزی نام فراہم کیے ہیں ۔

۱ ۔ Four and four together

۲ ۔ Tetrastich

۳ ۔ A stanza of four lines

۴ ۔ Quatrain

ان چار مترادفوں میں دوسرا اور چوتھا زیادہ 'علمی' ہیں دوسرا یونانی ہے اور چوتھا بھی یونانی Stanza لاطینی ہے اور جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہے اس کے لغوی معنی بیت کے ہیں Abode ۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ ایک سامی النسل اور ایک آریائی نسل کی زبان میں ایک ہی صنف کے نام ہم معنی ہوں ۔ یہاں مؤلف نے نسبتاً زیادہ صحت خیال کا ثبوت دیا ہے ۔ رباعی کا نام Quatraw اول اول اس کے انگریزی مترجم فٹز جیرالڈ نے انیسویں صدی کے اواسط میں رکھا تھا ۔ چار مصرعوں کی اس فلسفیانہ نظم کو جو خاص اوقات میں شاعر کہتا ہے Epigram

بھی کہتے ہیں اس میں قافیہ کی صورت Abab ہوتی ہے ۔ علامہ اقبال نے اپنے ان دو تین شعری قطعات کو جو 'ضرب کلیم' میں ہیں ۔ Epigram ہی کہا ہے ۔

۲۷۶ ۔ رج : (ہندی م ۔ الف) بمعنی خاک ، دھول ، جذبۂ جنسی ، اہتزاز ۔

۲۷۷ ۔ رجوگن : صلاحیت و استعداد و ملکہ ۔

۲۷۸ ۔ رجا : بمعنی سیر ۔ فارسی ، یہ بھی پنجابی ، ہندی مشترک گروہ کا لفظ ہے ۔

۲۷۹ ۔ رجال : عربی جمع رجل بمعنی آدمی ، اس کے ساتھ رجال الغیب دیا ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فضا میں چکر لگاتے رہتے ہیں اور مختلف وقتوں میں مختلف مقاموں پر قیام کرتے ہیں ۔ ان کا اثر لو گھڑیوں میں رہتا ہے ۔ اگر ان گھڑیوں میں سفر کریں تو منحوس ہے ۔ غرض بہت توہمات بھرا تصور ہے اس کا ہندی بدل یوگنی ہے ۔ یہ ہندی نجوم کا اثر مسلمانان ہند پر ہے ۔

۲۸۰ ۔ رجز : عربی بمعنی بحر شعر مشتمل بر چھ مستفعلن ، رجزخواں شعر خواں ، یہ معنی زیادہ عمومیت اختیار کرگئے ہیں رجز جنگی اشعار کو کہتے ہیں ۔

۲۸۱ ۔ رجعت : عربی (م ۔ الف) مختلف دلچسپ معنی عربی ادب سے دیے ہیں ۔ (۱) لوٹنا (عام) (۲) بیماری کا دوبارہ عود کر آنا (۳) سفر سے واپسی (۴) ناراضگی کے بعد گھر آجانا (۵) خط کا جواب (۶) خاک کا خاک کو واپس جانا (۷) دیوانگی ، خبط ، مراق ۔

۲۸۲ ۔ رچاوٹ (ہندی م ۔ الف) رچاؤ کا معادل رچاؤ ہماری تاثراتی تنقید میں بہت عام ہے ۔

۲۸۳ ۔ رچھ : (ہندی رچھ کا روپ رچھ خاص پنجابی ہے جو ہندی سے کبھی ملا ہوا تھا پھر مشرق میں جا کر بظاہر الگ ہوگیا ۔ اردو ہیں ریچھ ۔

۲۸۴ - ردیف: (عربی لغوی معنی گھوڑے کے پیچھے کا سوار) قصیدہ و غزل میں وہ ایک یا زیادہ لفظ جو بہ تکرار قافیہ کے بعد لائے جائیں عربی میں ردیف نہیں لاتے اس بنا پر کہ عربی زبان کے افعال کی ساخت ایسی ہے کہ بار بار وہی لفظ جو حصہ فعل یا محاوراتی جز ہو، نہیں لا سکتے ۔ نہ اس کا بطور ہی ہے ۔ مثلاً روتے روتے، آتے آتے وغیرہ کا فعلی بدل عربی میں نہیں ۔ صرف فارسی اردو میں ہے ۔ ردیف اصطلاح عربوں کی نہیں اہل عجم کی ایجاد ہے ردیف دار غزل یا قصیدے کو مردف اور بے ردیف والی کو غیر مردف کہتے ہیں ۔

۲۸۵ - رڑک : یہ بھی پنجابی، ہندی مشترک لفظ ہے، بمعنی چبھن، آنکھوں میں آشوب چشم سے یا پاؤں میں کانٹے سے پیدا ہونے والی ۔

۲۸۶ - رز : فارسی بمعنی انگور، انگور کی بیل تاکستان Vineyard نیز مدینے کا ایک قلعہ، رزم اس صورت میں یہ رزم کا مرخم ہے جو فردوسی وغیرہ مثنوی نگاروں نے اختیار کیا ہے بضرورت قافیہ گز، خز وغیرہ

۲۸۷ - رست و خیز : فارسی کا مرکب عطفی بمعنی اگنا، لیکن بمعنی قیامت Resurrection نہیں درج کیا جس صورت میں یہ مخفف ہوکر رستخیز اور مزید علیہ رستاخیز ہوگیا ہے ۔

اقبال : دل ہر ذرہ میں غوغائے رستاخیز ہے ساقی

۲۸۸ - آگے چل کر رست خیز دیا ہے جو غلط ہے رست بضم درست ہے ۔

۲۸۹ - رستنی : فارسی بفتح اول، عربی کے ناشئات کا فارسی مترادف ہے رستنی میں یانے لیاقت ہے ۔

۲۹۰ - رسمسا : (ہندی) اہل اردو اسے جانتے ہیں مرکب از رس + مسا یعنی کم رس والا سالن وغیرہ بمعنی معطر و مطرا بھی ہے ۔

۲۹۱ - رسمسیلا : رس مسا کا مزید علیہ ہے ۔

۲۹۲ - رسنا ہندی بمعنی زبان ہے (م ۔ الف) ۔

۲۹۳ - رُسنا : پنجابی ہندی مشترک لفظ بمعنی روٹھنا ۔

۲۹۴ - رسناؤنی : رسنا بمعنی زبان کا مزید علیہ ، یہ دونوں تشریحات مؤلف کی نہیں ہیں ۔

۲۹۵ - رسیانا : ہندی م ۔ الف رس سے بھر جانا ۔

۲۹۶ - رُسیل : جلد رسنے والا ، حساس ، پنجابی میں رُسو ہے ۔

۲۹۷ - رسوائی : ہندی م ۔ الف گنّے کے پہلے رس کے چکھنے کی رسم ۔

۲۹۸ - رسہ ول : بمعنی ۳۷۰

۲۹۹ - رشف : عربی (م ۔ الف) بمعنی چسکی لینا ۔

۳۰۰ ; رضائی ۔ فارسی اسے مصدر رضیدن سے مشتق بتایا ہے ۔ دوسرا اشتقاق رضا خاں لکھنوی کی ایجاد ہے ۔

۳۰۱ - رقیق : عربی ، پتلا اور عمدہ ۔

۳۰۲ - رکھ : بمعنی ذخیرۂ گیاہ Hay Stack یہ مصدر رکھنا Preserve سے ہے اور پنجابی میں بھی انھی معنوں میں مستعمل ہے لیکن ذخیرۂ اشجار کے لیے بھی صحیح ہے ۔

۳۰۳ - رکھوائی : اسم معاوضہ ہے مصدر رکھنا سے انگریزی = Cost of Storage -

۳۰۴ - رکھی : (ہندی م ، الف) رکھوالا کے معنوں میں ہندی کے لفظوں میں آنے والی آخری یائے معروف (طشتری وغیرہ میں) کو شوکت سبزواری یائے نسبتی قرار دیتے ہیں اس طرف پہلے بھی اشارہ ہو چکا ہے ۔ زیادہ قرین قیاس نتیجہ یہ ہے کہ یہ ی نسبتی نہیں فاعلی ہے جو نسبتی کے قریب ہے لیکن مختلف بھی ہے ۔ اس کے علاوہ یہ سنسکرت کے لاحقہ ا یہ کا مخفف ہے یعنی کھشتریہ سے کھشتری ہے ۔ رکھی کی ی بھی فاعلی ہے یعنی رکھوالا ۔

۳۰۵ - رکھیا : (ہندی م ۔ الف) حفاظت ۔ بعض ہندی الفاظ کے آخر کی یا مصدری ہے ۔ اچھیا ، مسینہ بمعنی صداقت وغیرہ میں ۔

۳۰۶ - رگنا : (ہندی م ۔ الف) = محبت کرنا ۔

۳۰۷ - رگید ، رگیدنا : ہندی اور اردو دونوں میں متعارف ہے لغوی

معنی تعاقب اور اصطلاحی دھکا دے کر مسلسل پیچھے ہٹائے جانا اصطلاحی معنی نمبر ۲ = علمی مار مارنا ۔

۳۰۸ ۔ **ولا** : بمعنی آمیزش ۔ پنجابی ۔ ہندی مشترک سرمایہ ۔

۳۰۹ ۔ **رسبا** : بمعنی کھرپا ۔ پنجابی ۔ ہندی مشترک سرمایہ ۔

۳۱۰ ۔ **رمدو پھتو** : سوق ، دم چھلا ، طفیلی وغیرہ ۔ رمضان اور فتح دین کی بگڑی ہوئی شکلیں ۔

۳۱۱ ۔ **رن** : (ہندی) بمعنی میدان ، میدانِ جنگ ۔ اس کے تحت مؤلف نے کچھ معلومات افزا لفظ دیے ہیں :

۱۔ رن بھومی = میدانِ جنگ
۲۔ رنچھوڑ = کرشن مہاراج
۳۔ رن کامی = مشتاقِ وغا
۴۔ رندھیر = مستقل مزاج جنگجو

۳۱۲ ۔ **رن بن** : ہندی مرکب نیم ترادفی بمعنی جنگل ، بیابان ۔

۳۱۳ ۔ **رن** : بکسر اول ہندی بمعنی ادھار ، قرض ۔

۳۱۴ ۔ **رنجت** : بمعنی شادماں (م ۔ الف) ۔

ڑ

۳۱۵ ۔ مؤلف نے لکھا ہے کہ ڑ سے شروع ہونے والا اردو میں صرف ایک لفظ ہے اور وہ ہے ڑوڑا بمعنی روڑ ، سنگپارہ ۔ مگر یہ بھی شاذ ہی ہے اور محض اپچ کے لیے یا صوتیات کی عشق کے لیے ملحوظ ہوتا ہوگا ۔

ز

۳۱۶ ۔ **زال** : اس کا اصل زوردہ بتایا ہے رستم کے باپ کا نام ۔

۳۱۷ ۔ **زخ** : اسے زخم کا مخفف (سرخم) بتایا ہے ۔

۳۱۸ ۔ **زخم ، چشم زخم** : بمعنی نگاہ محبوبانہ لیکن فارسی نثر میں نگاہ بد کو کہتے ہیں ۔

۳۱۹ ۔ **زعفران** : عربی ہے لیکن اسے اطالوی کے Zeffaran سے نکلا ہے
یہ برعکس بات ہے ۔ اصل لفظ زعفران ہے ۔

۳۲۰ ۔ **زیٹر مارنا** : بمعنی زٹل مارنا صحیح ہے لیکن زیٹر زٹل کا مشتق
نہیں جیسا مؤلف نے لکھا ہے ۔

۳۲۱ ۔ **زنبور ، زمبور** : فارسی کو مخفف زنبورک شترتال بتایا ہے ۔
م سے زمبور مقبول نہیں ہے ۔ زنبور کے معنی پلاس غیرحاضر ہیں ۔

۳۲۲ ۔ **زندہ** : از مصدر زیستن اس مصدر کو ژند کے جیو (سنسکرت جیو)
سے متحد الاصل بتایا ہے جو درست ہے ۔

ژ

۳۲۳ ۔ **ژندہ** : (فارسی) اس کے محض ایک معنی چیتھڑا بتائے ہیں لیکن
بمعنی زبردست بھی ہے ۔ چنانچہ فردوسی در مدح سلطان محمود :

به دل ابر بهمن ، به کف رودِ نیل
به تن ژنده پیل و بجاں جبرئیل

س

۳۲۴ ۔ **سار** : (فارسی) بمعنی شتر بتایا ہے لیکن سار بمعنی رسی ، باگ
ہے چنانچہ ساربان ، سار اصلاً فسار تھا بیسار بمعنی پرندہ مماثل بہ
کبک بھی ہے ۔

۳۲۵ : **سارا** : عنبر سارا کی مثال کے بغیر اور اس کا وطن شہر سارا
خلیج عمان بتایا ہے ۔

۳۲۶ ۔ **سارنی** : (ہندی م ۔ الف) اونٹنی ۔

۳۲۷ ۔ **ساغر** : (فارسی) بمعنی پیالہ ہے لیکن بمعنی پینا Goblet بتانا
غلط ہے ۔

۳۲۸ ۔ **سامھنے** : سامنے کا روپ ۔

۳۲۹ ۔ **ساس** : کو سانس کا دوسرا روپ بتایا ہے ۔

۳۳۰ ۔ **ساکو** : ایک معنی غراند = گواہی ۔

۳۳۱ - **سال** : (ہندی) دردِ شدید پنجابی میں سـّل ہے ۔

۳۳۲ - **ساوج** : (ہندی م - الف) اتفاق سے Savage کا مماثل معنی ہے ۔ بمعنی وحشی ۔

۳۳۳ - **سانّا** : چھاننا کا دوسرا روپ ۔

۳۳۴ - **سائوس**: عربی اصلاً سائس بمعنی منتظم تھا ۔ اشباع سے سائیس ہوگیا۔

۳۳۵ - **سپولا** ، **سپولیا** ، **سپیلا** : تین روپ ہیں ۔

۳۳۶ - **سراچہ** : (فارسی) مخففِ سرا اور سراچہ ہندی بمعنی بانس ہے ۔

۳۳۷ - **سورٹھ** ۔ ایک قسم کا گیت لیکن پنگل کی ایک بحر کا کام بھی ہے ۔۔ سورٹھ چھند دیکھیے 'بحر الفصاحت' نجم الغنی رامپوری ۔

ط

۳۳۸ - **طباق** کے معنی تضاد کے جو علم بدیع میں ہیں درج نہیں ۔

ظ

۳۳۹ - **ظبی** : بحوالہ ابوظبی - ظبی بمعنی غزال ہے (م - الف) ۔

۳۴۰ - **ظرف** : عربی بمعنی برتن اور بمعنی عمدہ بھی ہے ۔ ظرافت بمعنی عمدہ خیالی اسی سے ہے ۔

ع

۳۴۱ - **عفریت** : عربی بمعنی دیو ، جن ، بھوت اصلاً بمعنی غار ہے کہ عفریت اسی میں رہتا ہے ۔

غ

۳۴۲ - **غار** : عربی اصلاً بمعنی فریب ہے مادہ غ - ر - ر (مغرور) ۔ چونکہ غار فریب دہ ہے اس لیے ایسا کہلانے لگا ۔

ق

۳۴۳ - **قرابین** : انگریزی Carbine کا مؤرد ہے ۔ تبدیلی میں الف اور راء کا تقدم و تاخر دخیلی ہے ۔

ک

۳۴۴ - کاٹن : (ہندی م - الف) بمعنی کاٹنا - یہ مصدر برج کا ہے -

۳۴۵ - کاغذ : عربی الاصل ہے اسے کاگد کا گا کی آواز پیدا کرنے والا عجیب و غریب توجیہہ ہے - خود کاگد کبیر کے ہاں مستند ہے کاغذ کا -

۳۴۶ - کاش کے ، کاشکے : بمعنی کاش بتایا ہے لیکن اصلاً یہ فارسی میں کاشکہ تھا کھنچ کر بضرورت شعری کاشکے کر لیا گیا :

ع کاشکے تم مرے لیے ہوتے

کھ

۳۴۷ - کھوسنا : ہندی = چھیننا - ملتانی میں کھسنا ہے - پنجابی میں کھوہنا -

ل

۳۴۸ - لبھکاوٹ : اہلِ اردو کے لیے ہندی کا تحفہ ہے -

۳۴۹ - لوہیا : بمعنی آہنگر لوہے والا -

۳۵۰ - لہانگی : شام چڑھی لاٹھی - ڈانگ پنجابی -

م

۳۵۱ - مچلا : (ہندی م - الف) بمعنی مچلنے والا - طرار ، ہوشیار -

۳۵۲ - موہی : موہنے والا ، موہن ، نون اور ی دونوں لاحقے اسم فاعل کے ہیں -

ن

۳۵۳ - نشبد : (ہندی) بالکل خاموش -

۳۵۴ - نشٹ : برباد ، اردو میں متعارف ہے -

۳۵۵ - نظمی : بمعنی ناظم نامانوس لغت ہے -

۳۵۶ - **نوتن** : بمعنی تازہ و فرحاں لڑکی نیوتا کی مؤنث - یہ ہندو نسوانی نام معروف ہے -

۳۵۷ - **نیاتیا** : حاصل مصدر بمعنی عمدگی و تہذیب و خوش اطواری (م - الف) -

۳۵۸ - **نیرج** : اسے ہندی بتایا ہے بمعنی نیر = پانی ، لیکن صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کرناٹکی زبان (کنڑی) کے نیر = پانی (ہندی مجازاً آنسو) کا معرب ہے جو جنوبی ہند میں سکونت پذیر عربوں کا تصرف ہے -

و

۳۵۹ - **واستو** : ہندوؤں کے ناموں کے بعد مستعمل ذات بمعنی نجیب ہے -

۳۶۰ - **وارن** : قربانی - برج کا مصدر بمعنی وارنا -

۳۶۱ - **ودانیہ** : وسیع المشرب و کثیرالاحباب -

ہ

۳۶۲ - **ہتھیا** : چھوٹا سا دستہ آلات - چھوٹی ہتھی -

۳۶۳ - **ہتنا** : جان سے مارنا - گؤہتیا ، جی ہتیا Homicide -

۳۶۴ - **ہدبدانا** : پگھل جانا (ہندی م - الف) -

۳۶۵ - **ہڈیلا** : ہڈی والا - مضبوط -

۳۶۶ - **ہرشٹ** : (ہندی م - الف) بمعنی خوش و شادماں -

۳۶۷ - **ہریا** : ہل میں جتنے والا بیل -

۳۶۸ - **ہلہلاہٹ** : گھبراہٹ - بڑبڑانا (Hilhilahat) -

ی

۳۶۹ - **یدھ** : سنسکرت بمعنی جہاد و جنگ ، یدھشٹر بمعنی جنگجو و بہادر و شجاع -

۳۷۰ - **یگ** : بمعنی جوڑا (ہندی م - الف) -

۳۷۱ - **یوتی** : جوان عورت (Yuti) -

فرہنگ آصفیہ

فرہنگ آصفیہ

(چند معروضات)

مولوی سیّد احمد دہلوی کی مرتبہ فرہنگ آصفیہ اردو کے طلبا و شعراء کے لیے ایک نعمت عظمیٰ ہے اس کی تیاری میں کئی سال صرف ہوئے اور کئی دشوار مراحل سے گزر کر اپنی ترمیم شدہ صورت میں ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی ۔ مرکزی اردو بورڈ ، لاہور نے اس کا عکسی ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں چھاپا ۔ اس طرح ایک نایاب علمی خزانے سے مستفید ہونے کا موقع اردو داں طبقے کو نصیب ہوا ۔ ترقی اردو بورڈ کراچی کی لغت جو آکسفورڈ ڈکشنری کے خطوط پر شائع ہو رہی ہے اگرچہ 'فرہنگ' پر مفید اور جدید اضافے کی حیثیت رکھتی ہے تاہم اس سے فرہنگ کی جامعیت ، افادیت اور اہمیت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا ۔ اگر کوئی کمی فرہنگ میں ہے تو الفاظ کی معنوی تاریخ کا فقدان ہے جو آکسفورڈ لغت کا طرۂ امتیاز ہے ۔ اس مختصر مضمون میں فرہنگ آصفیہ کے متعلق بعض معروضات پیش کرنا مقصود ہے جو مختلف عنوانات کے تحت ہوں گے ۔

اردو لسانیات

اردو لسانیات اور اردو زبان کی تاریخ و ارتقاء سخت متنازع فیہ مسئلہ ہے ہر صوبے سے تعلق رکھنے والا ماہر لسانیات اپنے صوبہ کو اردو کا مؤلد و منشا قرار دینے کی پوری کوشش کرتا ہے چنانچہ 'پنجاب میں اردو ، 'دکن میں اردو' اور 'بہار میں اردو' جیسی مساعی ہمارے سامنے ہیں۔ ان نظریات کو میں یہاں شق وار پیش کرتا ہوں تا کہ ان کا تاریخی تناظر واضح ہو جائے :

۱ - ۱۸۸۰ء میں چارلس لائل نے یہ نظریہ پیش کیا کہ اردو بالائی دوآبے کی زبان ہے اور اس میں پنجابی اور مارواڑی عناصر شامل ہیں ۔ بالائی

دوآبے سے مراد دلی اور میرٹھ کا علاقہ تھا یہ نشاندہی پہلی دفعہ کی گئی اور صحیح ثابت ہو گئی۔ مارواڑی عناصر راسو کی وجہ سے اور پنجابی عناصر غلطی سے مشترک الفاظ کی بنا پر بتائے گئے۔ اسی کو 'پنجاب میں اردو' میں آگے چل کر مزید تقویت دی گئی اور پنجابی کو اردو کی ماں قرار دیا گیا۔

۲ - ۱۸۸۰ء کے آس پاس 'آبِ حیات' میں برج بھاشا کو اردو کی ماں قرار دیا گیا۔ یہ خیال فرہنگِ آصفیہ نے بھی اپنالیا اور عرصہ دراز تک مقبول رہا۔

۳ - ۱۹۰۰ء میں گریرسن نے اپنے اس سابقہ نظریے کو رد کرتے ہوئے کہ اردو کوئی مستقل زبان نہیں بلکہ بقول مصنفِ 'باغ و بہار' (دیباچہ 'باغ و بہار') دلی کے بازاروں میں مختلف قوموں کی بولیوں کا معجون مرکب ہے، ہیورنلے کے خیال سے اتفاق کیا اور دلی اور میرٹھ بالائی دوآبہ کے علاقہ کو اس کا اصلی وطن قرار دیا۔

۴ - ۱۹۲۸ء میں محمود شیرانی نے 'پنجاب میں اردو'، میں پنجاب کو اردو کی ماں قرار دیتے ہوئے اس کا اصلی وطن قرار دیا۔

۵ - ۱۹۳۴ء میں گراہم بیلی نے تاریخ ادبِ اردو (انگریزی) میں اردو کا وطن بالائی دوآبہ کو اور جنم دن ۱۱۹۳ء قرار دیا جبکہ غوریوں نے دلی کو لاہور کی جگہ اپنا دارالحکومت قرار دیا۔

۶ - ۱۹۲۷ء میں رام بابو سکسینہ نے ہیورنلے، گریرسن اور بیلی کے نظریے سے اتفاق کیا۔

'پنجاب میں اردو' کا نظریہ اس بنا پر قابلِ قبول نہیں کہ فاضل مصنف نے کسی مرحلے میں اور کسی مقام پر یہ نہیں بتایا کہ جب بقول ان کے غوری سلاطین نے لاہور کی بجائے دلی کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو اس وقت دلی میں کون سی زبان رائج تھی۔ یہ خیال انتہائی غیر منطقی ہے کہ اہلِ پنجاب کی زبان اس عہد میں پنجابی ہوتے ہوئے دلی پہنچتے پہنچتے اردو میں کس طرح بدل گئی۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ دورانِ تبدیلیٔ دارالخلافہ پنجابی مبدل بہ اردو ہو گئی اس طرح کہ 'پانڑیں' پانی میں بدل گیا اور 'کوٹ والا' کوتوال میں اور دوسرے موقع پر یہ لکھتے ہیں کہ

اردو دلی اور آس پاس کے علاقے کی زبان ہے اور یہ زبان اہل پنجاب والے تبدیلیٔ دارالخلافہ کے وقت اپنے ساتھ دلی لے گئے ہوں گے - واضح رہے کہ پانڑیں نہ صرف پنجابی ہے بلکہ سندھی اور مراٹھی بھی ہے اور تبدیلیٔ دارالخلافہ کے وقت دلی میں اپنی موجودہ صوتیات (پانی) کے ساتھ رائج تھا - مصنف 'پنجاب میں اردو' نے بابا فرید گنج[؟] شکر کے بعض اردو ملفوظات پیش کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے عہد میں پنجاب میں اردو بولی جاتی تھی لیکن اس کی اصل وجہ کی تحقیق نہیں کی کہ گنج شکر کئی سال دلی میں رہ چکے تھے جبکہ وہ اپنے دہلوی مرشد خواجہ بختیار کاکی کے زیر ارشاد تھے اور وہیں سے اردو زبان پنجاب میں لائے - یہ حقیقت اب بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اردو زبان جہاں بھی گئی لکھنؤ ، بہار ، کلکتہ اور پنجاب وہ اپنے اصل وطن دلی اور میرٹھ ہی سے گئی اور اس کے لے جانے والے یا تو دلی کے بڑے حکام (برہان الملک سعادت خاں بانی سلطنت اودھ) تھے یا صوفیاء کرام اور تاجر حضرات ، دکن میں اردو کو لے جانے والے لوگ دلی کے افواج و حشم اور سکونت پذیران تھے - رانی پرتھا دیوی نے جو خط 'ہندی' زبان میں اپنے بیٹے کے نام لکھا تھا اس کی زبان کو آج ہم بجز چند الفاظ کے اردو کہہ سکتے ہیں (ملاحظہ ہو یہ خط وصیت مقتبس در 'کیفیہ' برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی ، انجمن ترقی اردو دہلی ۱۹۵۱ء) اس کے باوجود کیفی صاحب 'پنجاب میں اردو' کے قائل ہیں اور خود اپنے پیش کردہ مواد کی تاریخی اور لسانی اہمیت کے منکر - قطعی اور معروضی بات یہی ہے کہ اردو اور پنجابی ہمشیرہ زبانیں ہیں اردو مخصوص تاریخی عوامل کے باعث ارتقاء پذیر ہوتی گئی اور پنجابی مخصوص اسباب سے پیچھے رہ گئی - اس کا سب سے بڑا سبب دلی کی قدامت اور اس کا مستقر حکومت ہند ہونا ہے -

پنجابی ، ہندی مشترک الفاظ

فرہنگ کا ایک توجہ طلب رجحان یہ ہے کہ اس میں بعض ایسے الفاظ کو ہندی الاصل قرار دیا گیا ہے جو پنجابی اور ہندی میں مشترک ہیں مثلاً رڑکنا (چبھنا) سوہرا (خسر) جھونا (چلانا چکی کا) سوہنی ، دھی (بیٹی) بلنا جلنا (مرکب توافق کے طور پر جلنا بلنا) پنڈ فارسی دہ کے مترادفات میں مذکور جو اس کے پنجابی ہونے کا اعتراف مخفی ہے - تلاش سے اور ایسے الفاظ بھی مل سکتے ہیں کچھ پلیٹس کی اردو ، ہندی

انگریزی لغت ۱۸۸۴ء میں موجود ہیں مثلاً لٹکانا (لٹبا کرنا) ٹابر کو بھی ہندی الاصل بتایا جاتا ہے لیکن اس کے ہندی معنی جھیل ، جوہڑ اور خاندان دونوں بتائے جاتے ہیں جبکہ اس کے معنی خاندان اور ٹبر (پنجابی) دونوں درج ہیں ۔ اصل یہ ہے کہ ٹابر کی دو حیثیتیں ہیں اپنی اصلی ہیئت میں یہ ہندی ہے اور اس کے معنی جوہڑ کے ہیں لیکن بمعنی ٹبر : کنبہ (خاندان) یہ خالص پنجابی ٹبر کی اشباعی یا اردو صورت ہے ۔ پنجابی ، اردو صوتیات کے اس گوشوارے سے معلوم ہو سکے گا کہ بعض الفاظ کے سلسلے میں پنجابی تے کو کھینچ کر الف ممدودہ بنا لیا جاتا ہے نیز دوسری حرکات کا اشباع بھی عمل میں آتا ہے :

پنجابی	معنی	اردو
مننا	تسلیم کرنا	ماننا
اچنا	ناپنا	اینچنا
کھچنا		کھینچنا
کن		کان
ترنا		تیرنا
بنھنا		باندھنا
چھلنا		چھیلنا

ٹابر ٹبر بمعنی کنبہ کی مؤرد شکل ہے جو دلی کے پنجابی محلے میں وضع کی گئی بعض لفظ ایسے بھی ہیں جو تلفظ میں پنجابی اور اردو میں یکساں ہیں لیکن معنی میں جزوی مماثلت ہے جندرا ایسا ہی ایک لفظ ہے جو پنجابی میں بمعنی تالا ہے اور اردو میں بمعنی پرزہ ۔

ایسے الفاظ تو ہندی الاصل قرار دینے کا پس منظر قابل مطالعہ ہے کسی نامعلوم تاریخی دور میں علاقۂ پنجاب کے باشندے مشرق علاقوں دلی ، یوپی وغیرہ کی طرف ہجرت کر گئے ۔ دلی میں ان کی زبان کے چند لفظ اردو میں دخیل ہوئے اور یوپی کے بعض مقامات میں بھی ۔ لیکن یوپی میں اردو کی مہاجرت (تجارتی سفر) سے قبل یا قریبی ماضی میں جب ہندی یا پوربی اور برج بھاشا کا زور اور رواج تھا یہ پنجابی ، ہندی مشترک الفاظ مقامی ہندی میں دخیل ہو کر 'ہندی' قرار دے دیے گئے ۔ کلکتہ کے للولال جی نے انھیں اپنی وضعی ہندی تصنیف 'پریم ساگر' میں برتا اور ہندی اور سنسکرت کے لغت نگاروں اور ان کی تقلید میں مستشرقین نے

انھیں ہندی الاصل مان کر اپنی فرہنگوں میں داخل کیا ۔ ان میں جان گلکرسٹ ، فوربس ، ہنٹر ، جان شیکسپئر ، پلیٹس وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندی دانوں کی علمی اولیت نے ان مشترک الفاظ کو بجائے مشترک قرار دینے کے جو لغت میں ناممکن لیکن دیباچوں میں بالکل ممکن ہے ، ان پر ہندی کا ٹھپہ لگا دیا ۔ پنجابی بولنے والوں کے تساہل اور علمی پس ماندگی نے اس فیصلے کے خلاف کبھی احتجاج نہیں کیا جو ان کا کلچری فریضہ تھا ۔ جدید پنجابی فرہنگوں میں یا مستشرقین کی مرتبہ گرامروں اور لسانی جائزوں میں (پنجابی گرامر ، گراہم بیلی ، ہندوستان کا لسانی جائزہ ، جارج گریرسن) جب کوئی طالب علم ایسے الفاظ کو بطور پنجابی مندرج پاتا ہے اور پھر مستشرقین اور ان سے متاثر اہلِ زبان کی مرتبہ فرہنگوں میں انھی کو بطور ہندی الفاظ کے دیکھتا ہے تو ایک طرح کے تحیر سے ضرور دو چار ہوتا ہے ، لیکن جب اس پس منظر پر غور کرتا ہے جس میں پنجابیوں کی پورب دیس کو ہجرت ظاہر ہوتی ہے تو ان لفظوں کی اصل کو جان لیتا ہے کہ کس عہد میں وہ پنجاب میں بدونِ اختلافِ نوع مروج تھے اور ہجرت کے نتیجے کے طرز پر مشرقی صوبوں میں 'شبد ساگر' اور دوسری ہندی کی فرہنگوں میں جگہ پا گئے ۔ اس سلسلے میں یہ امر افسوسناک معلوم ہوتا ہے کہ فرہنگ آصفیہ کے فاضل مؤلف بھی پلیٹس اور فیلن کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں اور کسی موقع پر بھی ان عناصر کی اصل کا سراغ لگانے کی کوشش نہیں کرتے ۔

مؤلف فرہنگ نے اپنے طول طویل دیباچے میں ہر سطح پر اردو لسانیات ، صوتیات اور اشتقاقیات (عمومی اور خصوصی) پر روشنی ڈالی ہے لیکن بجز معدودے چند الفاظ کو پنجابی سے اردو میں دخیل بتانے کے اور یہ بتانے کے کہ پنجابی اور اہلِ اردو کے لیے ایک دوسرے کی زبان کا اہلِ زبان کی طرح بولنا دشوار کام ہے ۔ اردو میں پنجابی کے لفظوں کے جزوی ہی سہی لیکن قطعی طور پر ثابت الفاظ کے دخیل ہونے کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا ۔ کم از کم یہ بتایا جا سکتا تھا کہ دلی ، لکھنؤ کانپور اور بجنور جیسے شہروں میں پنجابی محلے مستقلاً موجود تھے ۔ بطورِ نتیجہ اس سفر و مہاجرت کے جو اٹھارھویں صدی کے اواسط سے لے کر ۱۹۴۷ء تک بلافصل جاری رہی ۔ اس سلسلے میں تین تحقیق شدہ مثالیں درج کی جاتی ہیں ۔

۱ - سید انشا کا شعر :

سنایا رات کو قصہ جو ہیر رانجھے کا
تو اہل درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

۲ - نامۂ شاہ مراد لاہوری جو لکھنؤ سے شاعر نے اپنے بھائی مقیم لاہور کو لکھا - حال ہی میں یہ نامہ مکمل طور پر شائع ہو گیا ہے -

۳ - نجم الغنی کی "بحر الفصاحت" میں اردو میں دخیل غیر زبانوں کے الفاظ کی فہرست بہم پہنچائی ہے ان میں پنجابی کا لفظ جعلیا بمعنی جعلساز شامل ہے - اس لفظ کو پلیٹس نے شامل کیا ہے لیکن سیّد احمد دہلوی نے درج نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا چلن جیسا کہ پنجابی ہجرت کی تفصیل سے منتج ہوتا ہے ، صرف پورب دیس میں ہو سکا دلی میں اس کی صدائے باز گشت سنائی نہیں دی - واضح رہے کہ پنجابیوں کی پورب دیس کو مہاجرت تجارت پارچہ ، ملازمت وغیرہ کے سلسلے میں ہوتی رہی ہے - پنجابی کپاس اور دیسی کپڑا وافر پیداوار رکھتا تھا اور پورب دیس میں اس کی کھپت بہت تھی -

لسانیات اور تقابلی صوتیات

مؤلف فرہنگ تقابلی لسانیات پر کافی عبور رکھتے ہیں اور تقابلی صوتیات اور اشتقاقیات سے بھی با خبر ہیں - لغت میں ہر حرف کی متبادل صوتی صورتیں درج کر دی گئی ہیں لیکن جوں جوں آگے بڑھتے ہیں تبادلۂ حروف قریب المخرج کی مثالیں کم ہوتی جاتی ہیں مثلاً حرف الف کے تحت یہ مثالیں وافر ہیں لیکن آنے والے حروف میں بتدریج کم ہوتی جاتی ہیں اور بعض تبادلہ پذیر حروف کا گروپ بتا دیا جاتا ہے - بعض مقامات پر یہ غلط انگیز بھی ہے مثلاً زائے فارسی کے تحت اس کا تبادلہ زاء معجمہ سے بتایا گیا ہے اور مثال میں اژدہام اور ازدحام کا تبادلہ درج ہے - یہاں غلطی یہ ہے کہ عربی سے نا واقف حضرات ازدحام کو اژدہام یا زیادہ سے زیادہ اژدحام لکھتے رہتے ہیں بلکہ سالوں سے لکھتے چلے آئے ہیں شاید اژدھا وغیرہ ان کے ذہن میں رینگ رہے

ہوتے ہیں ۔ ازدحام (ہجوم) کا مادہ ز ۔ ح ۔ م ہے باب افتعال میں آ کر حرف ت دال سے بدل جاتا ہے ۔ اژدہام جیسے عجیب الخلقت لفظ میں اصل کی حائے حطی کو بھی ہائے ہوز سے بدل ڈالا گیا ہے جو من مانی کارروائی ہے ۔

اشتقاقیات قیاسی سے بھی مؤلف مسحور ہیں لیکن قدیم شہروں ملکوں کے نام اور ان کی روایتی اصل کئی جگہ نا قابل تسلیم ہے مثلاً یونان اور مصر کی اصل یاوان اور مصرایم بن عام بن نوح درست نہیں ۔ یونان (Jonia) کا معرّب ہے اور مصر بمعنی بڑا شہر ہے ۔

نوشیرواں شہنشاہ ساسانی کے نام کو نوشیں رواں بمعنی میٹھی جان والا سے مرکب بتایا گیا ہے لیکن جدید تحقیقات بتاتی ہے کہ اصل میں یہ انوشک روبان بمعنی روح پائندہ ہے اور یہ تحقیق مولوی سیّد احمد کی زندگی ہی میں ہو چکی تھی ۔ انوشک کی ایک صورت انوشہ بھی ہے جو فارسی سے ایک قدیم دستیاب شعر میں موجود ہے :

ہژبرا بہ گیہاں انوشہ بذی
جہاں را بہ دیدار تو شہ بذی

بابل ، ایران عرب وغیرہ ملکوں کی زبانوں اور ان سے یادگار الفاظ داستانی دلچسپی ضرور رکھتے ہیں اور لسانی تخیل آرائی کے نمونے ہیں ۔ انبیاء اسرائیل والا قصہ خاص طور پر دلچسپ ہے ۔ بختی اونٹنی کو بخت نصر شاہ بابل سے منسوب کرتے ہیں جو دور از کار خیال ہے ۔ تاہم ان مثالوں میں تاریخی عدم صحت زیادہ ہے اور لسانی تخیل کمتر وجہ ایراد ۔

اس سے قبل میں اس بات کا ذکر کر چکا ہوں کہ مؤلف پر مستشرقین کا اثر ہے اس ضمن میں خاص طور پر ہندی شبدوں کے باب میں کلکتہ کے پروفیسران کی ہندی دانی مسلسل ایک ڈیڑھ صدی تک ہمارے ماہرین لسانیات اردو کے لیے مشعل راہ رہی ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ جان پلیٹس اور ڈاکٹر فیلن سے خاص طور پر مؤلف نے استفادہ کیا ہے ۔ یہ استفادہ دو طرفہ ہے کیونکہ فیلن کی اردو ۔ انگریزی لغت کی ترتیب و تیاری میں مؤلف فرہنگ معاون رہے ہیں خاص طور پر دلی کے مخصوص

محاورات و امثال کے سلسلے میں مولوی سید احمد صاحب کا ہندی زبان کا علم ذاتی اکتساب کا نتیجہ ہوا ہے اور فیلن سے مراسم ذاتی کا بھی۔ مرتبین 'فرہنگ' نے اپنے پیش لفظ میں دونوں ماہرین لسان کے لغاتی کارناموں کا موازنہ اور تاثیر و تاثر کی طرف مفید اور انکشافی اشارے بھی کیے ہیں جو کئی غلط فہمیوں کو دور کر دیتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کی نظر سے پلیٹس کی لغت نہیں گذری یا گذری ہے تو انھوں نے ان سے اختلاف کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کیونکہ لفظ ٹابر کا ایک مبدل پلیٹس نے ٹبار بھی دیا ہے جو 'فرہنگ' میں مندرج نہیں۔ پلیٹس کی لغت ۱۸۸۴ء میں لندن سے شائع ہوئی تھی اور فیلن کی اردو انگریزی لغت ۱۸۷۹ء میں۔ فرہنگ آصفیہ کی سب سے بڑی خوبی اس کی اولیت ہے پھر اس کی صحت اور جامعیت اور استناد پسندی جو کسی بھی لفظ کی صحت کو کھٹاک سے روشن کر دیتی ہے۔ فرہنگ میں ہندی الفاظ کا ذخیرہ بہ نسبت پلیٹس و جان شیکسپئر وغیرہ کے بہت کم ہے بلکہ بعض سامنے کے ہندی لفظ جنھیں ایک اعتبار سے پوربی کہنا زیادہ مناسب ہو گا مثلاً چنکارنا بمعنی جانوروں کو بلانے کی آواز، فرہنگ سے غیر حاضر ہے لیکن جان شیکسپئر اور پلیٹس میں موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مستشرقین بہ نسبت ہمارے اردو لغت نویسوں کے ہندی اور ژند یا ژند اوستا وغیرہ کا علم زیادہ رکھتے تھے اس لیے ان کی فرہنگوں کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان سے دیوناگری رسم الخط اور ہندی و سنسکرت کے الفاظ بہ آسانی سیکھے جا سکتے ہیں۔

قواعد

فرہنگ میں قواعد زبان کے بعض مسلمہ اصولوں سے بوجہ نا معلوم انحراف کیا گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ فرہنگ نگار کا کام ہر لفظ کی پوری گرامری تنقیح و نشاندہی نہیں بلکہ ان کی بنیادی نوعیت بتانا ہی کافی ہے مثلاً لفظ تیرہ کو محض اسم مذکر بتایا جائے گا نہ کہ اسم عدد اور مکی مدنی مصری و غیرہم کو محض صفت بتایا جائے گا بجائے صفت نسبتی بتانے کے جو اس کی پوری قواعدی تشریح ہے۔ لیکن اسمائے فاعل کو صفت بتانا سراسر غلط ہے۔ درد انگیز اور درد مند اور اسی قبیل کے سیکڑوں لفظوں کو بجائے اسم فاعل بتانے کے اسم صفت کے طور پر درج کیا گیا ہے اور دونوں کے لازمی امتیاز سے قطع نظر کر لیا گیا ہے۔ اسم فاعل اسم کی

قسم باعتبار بناوٹ کے اور صفت باعتبار معنی کے ہے، اس لیے اس فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر مذکورہ الفاظ کو محض اسم بتایا جاتا تو غلط ہوتا اسم صفت بتانے سے یہ گمان گذرتا ہے کہ مؤلف اسم صفت اور اسم فاعل میں فرق کو نہیں جانتے اور یہ بڑا سوء ظن ہے۔

عروض کو مؤنث قرار دینے کی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی غالباً اہل دلی کی خاص اپج ہو گی کیونکہ عروض بہ وجہ علم ہونے کے مذکر ہے کہ علم خود مذکر ہے۔ عروض بہ معنی جزو آخر مصرع اولیٰ بیت کو مذکر بتایا گیا ہے جو محتاج وضاحت نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ عروض (علم) کی تانیث ہی پر زور دینا منظور تھا۔

علم عروض

تمام یا بیشتر زبان دانوں کی طرح مؤلف فرہنگ کو بھی عروض سے مناسبت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مؤلف رباعی اور قطعہ کے اوزان میں امتیاز نہیں کرتے۔ لفظ اولیاء کے تحت سرمد شہید ص ۳۲۳ جلد اول، پر شاعر مذکور کی رباعیات درج کی گئی ہیں لیکن ان میں سے پہلی کو رباعی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیوں کہ وہ رباعی کے کسی مخصوص وزن میں نہیں ہے بلکہ وہ شعری قطعہ ہے جو حسب ذیل ہے:

بروز حشر الٰہی چوں نامۂ عملم
کنند باز کہ آں روز باز خواہ منست
بکن مقابلہ آنرا ز سر نوشت ازل
اگر زیاد و کمی باشد آں گناہ منست

یہ قطعہ بحر مجتث کے مزاحف اوزان میں ہے جبکہ رباعی صرف بحر ہزج میں مخصوص اوزان کے ساتھ کہی جاتی ہے۔

وزنِ مصرع اولیٰ : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
وزنِ مصرع ثانی : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات
وزنِ مصرع ثالث : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن
وزنِ مصرع چہارم : مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات

رباعی اور قطعہ کا عروضی تنازعہ ایک مستقل باب عروض ہے جس میں بہ ضمن رباعیاتِ بابا طاہر، ڈاکٹر اقبال، عندلیب شادانی اور

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے حصہ لیا ہے۔ 'خیام' میں سید سلیمان ندوی سے اس ضمن میں فرو گذاشتیں ہوئی ہیں جن کی طرف اطہر ہاپوڑی نے اپنے مقالہ 'سیّد سلیمان ندوی اور اوزانِ رباعی' شامل 'ہفت مقالہ' شائع کردہ انجمنِ ترقی اردو کراچی ۱۹۷۰ء میں بخوبی کیا ہے۔

عربی، فارسی

مولوی سیّد احمد دھلوی عربی اور فارسی زبانوں سے بخوبی واقف ہیں لیکن مرزا غالب کی طرح انھوں نے بھی بعض عربی الفاظ کو خالص فارسی قرار دے دیا ہے، ان میں آہ اور خنجر قابل ذکر ہیں جنھیں مرزا غالب نے 'دستنبو'، میں خالص فارسی جان کر استعمال کیا تھا۔ اس کی تحقیق سید جمیل الدین احمد نے مجلہ 'نوائے ادب' بمبئی میں کی ہے۔

علم بدیع

مؤلف علمِ بیان اور علمِ بدیع میں فرق جانتے ہوئے بھی ان کے فرق کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ لفظ تجرید کے تحت لکھتے ہیں "علمِ بیان کی ایک صنعت کا نام جس میں زوایدات کو دور کرکے صرف ایک معنی سے غرض رکھتے ہیں جیسے گل، اس کے معنی ہیں گلاب کا پھول مگر باقاعدۂ تجرید مطلق پھول پر اطلاق ہونے لگا۔" اس تشریح میں حسبِ ذیل تسامحات ہیں:

الف: علم بیان میں صنائع نہیں آتے بلکہ یہ اسالیبِ بیان کے تنّوع کا علم ہے۔ اس میں تشبیہ، استعارہ، مجاز، کنایہ، تعریض وغیرہ زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اب تجرید کی صنعت کی تعریف اور مثالیں ایک مستند تالیف 'معیارالبلاغہ' مؤلفہ دیبی پرشاد سحر بدایونی سے ملاحظہ فرمائیں:

تجرید: ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے موصوف بہ صفت مذکور حاصل کرنا بطریق مبالغہ' شئے اول کے صنعتِ مذکور میں تاکہ معلوم ہو کہ شے اول ایسی کامل الصفت ہے جس سے اس صفت سے موصوف دوسری شے حاصل ہوسکتی ہے فارسی اردو میں اس کے اقسام بہت ہیں اردو میں یہ ہیں:

اول بذریعۂ لفظ شے

نظیر: جب میں روتا ہوں تو آنکھوں سے برس جاتی ہے
کبھی بھادوں کی جھڑی اور کبھی ساون کی جھڑی

مؤلف 'معیار البلاغہ' نے اس کے بعد دو قسمیں اور بھی گنائی ہیں جن میں صنعتِ تجرید کار فرما ہے لیکن سمجھنے کے لیے نظیر کا شعر کافی ہے۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ مؤلفِ فرہنگ کے ہاتھ یہ صنعت کہاں سے لگی، کیونکہ عربی فارسی اور اردو شاعری پر بلاغت کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی سیکڑوں کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی یہ دستیاب نہیں ہوتی۔ میر شمس‌الدین فقیر دہلوی کی فارسی عربی تالیف 'حدائق البلاغت' اور اس کے اردو ترجمہ موسوم بہ ''اردو ترجمۂ حدائق‌البلاغت'' از امام بخش صہبائی دہلوی ۱۸۴۲ء نیز نجم‌الغنی کی مفصل تالیف 'بحرالفصاحت' میں سے کسی ایک میں تجرید کی صنعت اس نہج پر مذکور نہیں ہے جس نہج پر وہ 'فرہنگ' میں ہے۔ یہ کہنا کہ گل بمعنی گلاب، کا پھول ہے صحیح نہیں کیونکہ گل مطلقاً پھول ہے اور تحقیقاً بمعنی گلاب کا پھول نہ کہ تعمیماً مطلق پھول۔ اس کے علاوہ تجرید بمعنی خلاصہ بھی جو اس کے مختلف معانی میں شامل ہیں چنانچہ بخاری کے خلاصہ کا نام 'تجریدالبخاری' ہے۔ عصری ادب اور مصوری میں تجریدی افسانہ اور تجریدی مصوری معروف ہیں۔ یہاں تجریدی بمعنی تخیلی و غیرمادی ہے جو Abstract Art کا ترجمہ ہے۔

بعض فروگذاشتہ الفاظ

'فرہنگ' میں بعض ضروری الفاظ نظر انداز ہو گئے ہیں۔ ان میں اوبنا بمعنی بیزار ہونا، تخیّل بمعنی خیال آرائی اور دیجور بمعنی سیاہ (شب دیجور) ہیں۔ ان کی غیر حاضری صحیح معنوں میں فروگذاشت ہے۔

کچھ اور تسامحات

۱۔ پادری کو فارسی کے پدر سے مشتق بتایا ہے جبکہ اصلاً یہ انگریزی Father (پادریوں کا ایک نوع کا خطاب) کی مؤرد صورت ہے جو چھاؤنیوں میں وضع ہوئی۔ پادری اور میم (Madam) صحیح معنوں میں 'لشکر' کے الفاظ ہیں۔ ہر چند کہ پدر اور Father متحد الاصل آریائی لفظ ہیں لیکن بر صغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری کے زمانے میں Father پادری بن گیا۔

جاکٹ کو ہندی الاصل بتایا گیا ہے جو اصلاً انگریزی ہے Jacket۔ پنس کو انگریزی Pinnace کا مؤرد بتایا گیا ہے جو اصل میں ایک

قسم کی کشتی ہے جب کہ پینس ایک قسم کی ڈولی ہے مرزا غالب کا شعر ہے :

پینس میں گذرتے ہیں جو کوچے سے ہمارے
کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

یہ غلطی ڈاکٹر فیلن کی معلوم ہوتی ہے جنھوں نے مولوی صاحب کو بتایا ہوگا کہ پینس کی اصل کیا ہے ۔

یہ چند معروضات ِ معروضی محض علمی جستجو کا نتیجہ ہیں ورنہ 'فرہنگ ِ آصفیہ' کی افادیت اور جامعیت میں کسے کلام ہوسکتا ہے ۔

نوٹ : دلی ، امیر خسرو اور پنجابی کا دخل :

امیر خسرو دھلوی جن کا نبوغ کئی میدانوں میں نمایاں اور مسلم ہے ، چودھویں صدی عیسوی کے شاعر ، مغنی اور نثرنگار ہیں ۔ ان کا ایک معروف شعر ہے :

دلی والے بتان ِ سادہ
پگ بستہ و چیرہ کج نہادہ

اب اسی فارسی گو اور ریختہ گو مغنی شاعر کو جو دلی سے دور پٹیالی کے قصبے میں پیدا ہوا اور بعد ازاں دلی میں وارد ہوا ، دیکھیے کہ کس انداز اور کس قسم کی ملی جلی زبان میں اظہار تاثر کرتے ہیں اور شعر کا پہلا دخیل در فارسی لفظ کس زبان سے لاتے ہیں ، وہ لفظ ہے پگ جو ہندی میں بہ معنی قدم اور پنجابی میں بہ معنی پگڑی ہے ۔ اس لفظ کے دخل سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اہل پنجاب جو فطرتاً مہم جو اور سفر پسند واقع ہوتے ہیں چودھویں صدی ہی میں اپنے وطن سے نکل کر دلی جیسے بارونق اور جاذب ِ نظر شہر میں وارد ہو چکے تھے ۔ چیرہ بھی پنجابی زبان کا لفظ ہے جو چھوٹی پگڑی کی ایک نوع ہے ۔ مؤلف ِ فرہنگ نے پگڑی کو تو حرف ِ اسم تصغیر قرار دیا ہے لیکن اصل یہ ہے کہ دونوں پگ ہی کی تصغیریں ہیں ۔

اس مثال سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ دلی اور شمالی ہند کے دوسرے بڑے شہروں میں اہل پنجاب کا مختلف النوع دور سکونت یا مہاجرت قدیم سے چلی آرہی ہے جو زبان کے اجزاء دخیل سے ظاہر ہوجاتی ہے ۔

دکن میں اُردو

'دکن میں اردو'، 'پنجاب میں اردو' کے ردِ عمل کے طور پر اس کے مصنف نصیرالدین ہاشمی نے لکھی اور اس کے چار پانچ سال بعد۔ ہاشمی صاحب کے ہاتھ میں بھی اسی قسم کی دلیل تھی جیسی 'آبِ حیات' کے مصنف کے پاس تھی یعنی برج بھاشا کے لسانی نمونوں کی طرح دکن میں اردوئے قدیم کے ادبی سرمائے (نظم و نثر) کا موجود ہونا۔ 'آبِ حیات' کے مصنف نے اپنا دعویٰ اس طرح پیش کیا تھا:

"ہر شخص کو معلوم ہے کہ اردو برج بھاشا سے نکلی ہے"

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آزاد کے ذہن اور علم میں ہیورنلے اور گریرسن والی معلومات تھیں یا نہیں جن میں برج بھاشا کا لازماً مذکور ہے۔ تاہم انھوں نے اپنا نظریہ گویا کہ پیش نہیں کیا بلکہ کہا کہ پہلے ہی سے اردو کو برج بھاشا کی بیٹی تسلیم کرلیا گیا ہے۔ انھوں نے امیر خسرو، راسو، اور بھگت کبیر، تلسی داس کی شاعری کے نمونے دے کر اپنی دلیل محکم کرلی اور ہر قسم کے وارد ہونے والے اعتراض سے محفوظ ہو بیٹھے۔

آزاد نے امیر خسرو کی ذواللسانینی شاعری یعنی برج اور کھڑی کے اختلاف پر نظر نہیں رکھی اور دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا۔ اردو ریختہ، برج، ہندی سب ان کے ذہن میں ایک ہی زبان کے تین چار نام ہیں۔

دکن میں اردو جیسا کہ میں ابتدا میں لکھ آیا ہوں اپنے اصل وطن دلی و میرٹھ سے پہلے پہل علاؤالدین خلجی کی افواج کے ذریعے پہنچنا شروع ہوئی اور پھر عہدِ تغلق میں دارالخلافہ کی تبدیلی پر خلجی عہد میں علاؤالدین حسن گنگو نے دکن میں جب بہمنی خاندان کی بنیاد ڈالی تو یہ گویا دکن میں اردو کی ترویج و ارتقاء کی ضمانت تھی کیونکہ حسن گنگو نے اپنے مرشد کی تلقین پر اردو کو جامۂ عمل پہنایا ہے۔ دلی سے دکن کے سیاسی معاشرتی تعلقات قائم ہو گئے۔ شعراء علماء، صوفیا، تجار دکن پہنچنا شروع ہوئے۔ قطب شاہی دور تک دکن میں دکنی پھلنے پھولنے لگی۔ ساتھ ہی اس میں مقامی بولیوں مراٹھی، تلگو وغیرہ کے عناصر دخیل ہونے لگے، پنجابی عناصر نمایاں حد تک دکن میں نمو پانے لگے۔

اس کی وجہ دکن میں وارد ہونے والے اہلِ دہلی میں اہلِ پنجاب کا نمایاں عنصر تھا۔

دکنی اردو پر تحقیقی کام وقیع ہے۔ حکیم شمس‌اللہ قادری کی 'اردوئے قدیم' اور نصیرالدین ہاشمی کی 'دکن میں اردو'، ان ادبی آثار کے خد و خال نمایاں کرتی ہیں جو دکن کی سر زمین میں نمودار ہوئے اور اب تک ان کی قدامت دلی کی زبان کے ادبی ورثے سے عاری ہونے کو اور بھی قطعیت سے ثابت کرتی ہے۔ دکن میں اردو کا ورودِ مسعود ایک اہم اور ناگزیر تاریخی عامل ہے جس کے خد و خال بالکل نمایاں اور روشن ہیں۔ خواجہ بندہ نواز گیسودراز کی معراج العاشقین، اردو نثر کا اولین کارنامہ ہے اور دیوانِ حسن شوق اور دیوان سلطان محمد قلی قطب شاہ معانی نظم کے نمونے ہیں۔ یہ بات افسوسناک ہے کہ ابھی تک دکنی زبان میں مراٹھی تلگو تامل وغیرہ زبانوں کے عناصر کی واضح طور پر نشان دہی نہیں کی گئی۔ صرف مستشرقین کے بیانات کو دہرایا گیا ہے۔ یہ سلسلۂ تحقیق ہنوز نا مکمل اور ادھورا ہے۔

الفاظ و معانی

فرہنگِ آصفیہ ایک عظیم اور مہتم بالشان لسانی کارنامہ ہے۔ اس میں اغلاط تلاش کرنا اور ان کو صحیح ثابت کرنا آسان کام نہیں لیکن جیسا کہ ایک مغربی مصنف لکھتا ہے کہ جو لکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی کتاب میں کوئی غلطی نہیں وہ احمق ہے اور اس سے بڑا احمق وہ شخص ہے جو یہ سمجھے کہ فلاں کتاب میں کوئی غلطی نہیں ہوسکتی۔ بہ مصداق ان تصورات کے سید احمد دهلوی کے علمی کارنامے میں اغلاط خصوصاً محاورے اور ضرب المثل اور لغات عامہ و خاصہ کی بہت ملیں گی۔ ایک عام نقص جسے ہیئت کی خرابی کہیے اور جو مرزا غالب کی نظر میں کسی فرہنگ کا بڑا نقص ہوتا ہے اس میں پیش پا افتادہ اور آسان الفاظ کا داخل کرنا ہے لیکن علی‌الرغم اس نقص کے بعض عامۃ الورود لفظوں کی غیر معمولی تعریف بھی کسی لغت نگار کا خصوصی کارنامہ ہوسکتی ہے۔ انگریزی کی معروف لغت Twentieth Century Dictionary میں Laugh کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

Peculiar distortion of face caused by mirth
یعنی خوشی کے باعث چہرے میں ایک قسم کا بگاڑ پیدا ہونا ۔ اس تعریف میں نفسیاتی حقیقت بھی ہے اور ایک مخصوص مشاہدۂ خد و خال بھی جو Laugh جیسے عام لفظ کو دلچسپ معنی دے رہا ہے ۔ 'فرہنگِ آصفیہ' میں ایسی کوئی خوبی نہیں ، البتہ معانی کے بیان میں وضاحت اور اختصار قابل تعریف ہے ۔ فرہنگ کا ایک اور نقص ، اور یہ عام فرہنگوں کا نقص ہے کہ مخصوص الفاظ بلکہ معمولی الفاظ کے زیادہ سے زیادہ معانی بتائے جائیں ۔ اس میں اصولی طور پر تو کوئی خرابی نہیں کہ اس سے لغت خواں کا ذخیرۂ الفاظ فزوں ہوتا ہے لیکن خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی لفظ کے معانی بیان کرتے کرتے ایک ایسا پہلو بتایا جاتا ہے جو لفظ کی حقیقی معنویّت اور علمی فریضہ کے متضاد ہوجاتا ہے ۔ اس کی ایک مثال لفظِ منطق ہے جس کے قابل اعتراض معنی فصاحت و بلاغت بتائے گئے ہیں اس پر بحث مناسب مقام پر ہوگی ۔ اب بطورِ ضمیمہ بعض ایسے الفاظ و معانی کا حوالہ دیا جاتا ہے جو محاکمہ نگار کے خیال میں غلط یا جزوی طور پر غلط ہیں ۔

الف

۱ ۔ اصطلاح : اس کے معنی درج کیے ہیں "اصطلاح (ع) اسم مؤنث ۔ "جب کوئی قوم یا گروہ" کسی لفظ کے معنیِ موضوع کے علاوہ یا اس سے ملتے جلتے کوئی اور معنی ٹھہرا لیتا ہے تو اسے اصطلاح یا محاورہ کہتے ہیں" پلیٹس کے تبصرے میں راقم نے اعتراض کیا تھا کہ اصطلاح اور محاورہ ایک چیز نہیں بلکہ مختلف از یک دیگر ہیں ۔ پلیٹس نے اس بات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے کہ اصطلاح کے صحیح معنی انگریزی Technical بنا دیے جائیں اس کو محاورہ کے مترادف بھی ٹھہرا دیا ہے ۔ فرہنگ میں مزید ہے "کیونکہ اصطلاح کے لغوی معنی باہم مصلحت کر کے کچھ معنی مقرر کر لینے کے ہیں اسی طرح وہ الفاظ جن کے معنی بعض علوم کے ساتھ مختص کر لیے ہیں اصطلاح علوم میں داخل ہیں ۔ خیال رہے کہ اصطلاحی اور لغوی معنی میں کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہوتی ہے" مؤلف نے

بھی پلیٹس کی طرح اصطلاح کے علمی لفظ ہونے پر اکتفا نہ
کرتے ہوئے اسے محاورہ بھی قرار دے دیا ہے اس بنا پر کہ
دونوں صورتوں میں قوم یا گروہ کی نظر میں معانی خصوصی
مقرر کر لیے گئے ہوتے ہیں اور اسی حقیقت کی طرف مولانا حالی
نے محاورہ روز مرہ کی بحث میں اشارہ کیا ہے کہ محاورہ کے
لفظوں میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی یوں اصطلاح اور محاورہ کی
ایک مشترک خصوصیت کو نظر میں رکھ کر ایک تمثیل کاذب
پیدا کر دی ہے جو ایک منطقی مغالطہ ہے اگر اصطلاح اور
محاورہ میں بس یہی اشتراک معنی ہے کہ دونوں میں معانی
متعین ہیں تو یہ اشتراک دونوں کو عین یک دیگر نہیں بنا سکتا
محاورہ کے معنی بیان کرتے ہوئے مؤلف نے اس کے ایک معنی
اصطلاح عام بتائے ہیں اور لفظ حیوان کے حوالے سے اس کی
منطقی وسعت اور عمومیت کو محدود کر کے دکھایا ہے۔
لیکن اس سے بھی معاملہ نہیں سلجھتا بلکہ اصطلاح عام کہہ کر
اصطلاح کی اصطلاح کو الجھا دیا ہے۔ اصطلاح ہے ہی خاص
علمی لفظ اور اس امر کی طرف دونوں صاحبان مذکور اچھی
طرح اشارہ کرسکے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جدت
سے اور بھی فائدہ اٹھانا ابھی باقی تھا اور یہ کام وحید الدین
سلیم پانی پتی نے کر دکھایا۔ 'وضع اصطلاحات' میں اصطلاحات
کی ساخت اور مقصد و منہاج کا تو کوئی تذکرہ نہیں بلکہ اس
میں صرف محاورات کی ساخت اور تسلسل پر زور دیا گیا ہے۔
آج کوئی ذی فہم شخص اصطلاح کو محاورہ نہیں کہتا بلکہ اسے
صرف علمی Terminology کے مساوی المعنی جانتا ہے اور
یہی صحیح مؤقف ہے۔ ''اصطلاحی اور لغوی معنی میں کوئی نہ
کوئی نسبت ضرور ہوتی ہے'' مؤلف نے اس جملے میں پورا علم بیان
رکھ دیا ہے۔ علم بیان میں الفاظ کے لغوی معانی (موضوع لہ')
اور اصطلاحی (غیر موضوع لہ') معانی کی طرف توجہ مبذول

ہوتی ہے ان نسبتوں کو ہم تشبیہ ، مجاز مرسل ، استعارہ کنایہ ، تلویح ، تعریض وغیرہ کہتے ہیں - یہ واضح رہے کہ علمی اصطلاحات کبھی لغوی اور کبھی غیر لغوی معانی میں استعمال ہوتی ہیں -

اصطلاحات لغوی معنی میں : (جغرافیہ) آتش فشاں پہاڑ ، بادل ، کہرا ، دھند ، پالا ، شبنم

اصطلاحات غیر لغوی معنی میں : انہار (علم عروض) ، ترفع (زائدی علم النفس) ضرب (علم ریاضی) جذر (علم ریاضی) انعطاف نور (طبیعیات) جمہوریت ، اشتراکیت آمریت (علم سیاسیات) وزن ، آہنگ ، توازن ، بعد ، گہرائی ، نغمہ ، ترنم ، تضمین ، خمسہ ، مخمس ، تناسب وغیرہ (جمالیات ، مصوری ، شاعری ، موسیقی) :

اصطلاح اور محاورہ کو الگ الگ چیز تسلیم کرنے والے علماء میں مولانا حالی اور ڈاکٹر شوکت سبزواری ہیں (دیکھیے 'مقدمہ شعر و شاعری' اور 'اردو لسانیات' مقالہ روز مرہ اور محاورہ)

۲ - ابتر : اس کے معنی لکھے ہیں : ''ابتر (ع) دم کٹا ، ذلیل و خوار - یہ عروض کی اصطلاح میں ایک زحاف کا نام'' - عروض کی اصطلاح میں ابتر زحاف کا نام نہیں زحاف کا نام 'بتر' ہے بمعنی دم کاٹنا - ابتر وہ رکن ہے جس پر بتر کا زحاف وارد ہو - تفصیل کسی عروضی رسالے میں دیکھی جا سکتی ہے -

۳ - ارسطو : اس کے تحت عظیم یونانی فلسفی کے احوال زندگی اور علمی کام کا جائزہ لیا ہے - ارسطو کو منطق اور سیاسیات و حیاتیات کے علاوہ علم معانی اور علم عروض کا مؤلف بھی بتایا ہے جو صحیح نہیں - ارسطو کے زمانے میں علم معانی جسے آج کل Semantics کہتے ہیں اور امریکہ میں اسے بہت ترقی ہوئی ہے ، ابھی وضع نہیں ہوا تھا البتہ عربوں نے بارھویں صدی میں اسے مدون کر دیا تھا اور اسے بلاغت کی صفت سے بحث کرنے والا قرار دیا تھا - علم عروض (Prosody) پر ارسطو نے کوئی

کتاب نہیں لکھی البتہ فن شاعری پر اس کی معروف و مقبول تصنیف 'بوطیقا' ہے جس میں یونانی شاعری کی مقبول بحروں پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ ارسطو کی ,Rhetoric یعنی علم بیان و بدیع کا ترجمہ متی بن یونس نے ریطو ریقا کے نام سے کیا تھا اور اس کا ملخص ابو نصر فارابی نے تیار کیا تھا۔ دیکھیے 'الفہرست' ابن الندیم۔

۴ - اشتعالک : اس شاذالورود لفظ کو عربی اور فارسی سے مرکب بتایا ہے گویا عربی کے 'اشتعال' پر فارسی کی کاف بڑھائی گئی ہے کاف کی نوعیت نہیں بتائی غالباً تصغیری مراد ہو گی۔ چونکہ یہ عجیب و غریب لفظ فارسی کی فرہنگوں اشٹینگاس وغیرہ میں نہیں ملتا۔ اس لیے اس کی کاف کو فارسی الاصل سمجھنا تسامح ہو گا۔ البتہ یہ ہندی کا کاف بطور مصدر ضرور ہو سکتا ہے جو یہاں زائد المعنی ہے کہ عربی کا اشتعال بجائے خود مصدر ہے۔ اس پر ہندی کا کاف ایزاد کرنے کا مقصد اشتعال کو مؤنث بنا کر اس میں تصغر پیدا کرنا مقصود ہو سکتا ہے۔ خود ہندی میں بھی کاف آخر تصغیری ہے بال سے بالک وغیرہ۔ ہر حال میں افظ تھوڑا سا اشتعال کے معنی میں ہے۔ مولانا حالی اپنے 'مقدمہ' میں اسے استعمال کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جس طرح شاعری سے نفسانی جذبات کو اشتعالک ہوتی ہے اسی طرح روحانی خوشیاں بھی بڑھتی ہیں"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا حالی کے سوا کبھی اور اردو کے لکھنے والے کو یہ لفظ پسند نہیں آیا کہ نہ حالی سے پہلے اس کا سراغ ملتا ہے اور نہ ان کے بعد کسی اردو کی کتاب یا مقالے میں اس کی شکل نظر آئی ہے۔

ب

۵ - باؤلی : اس کو بمعنی سیڑھی دار زمیں دوز کنواں فارسی الاصل بتایا ہے در حالیکہ یہ ہندی الاصل ہے۔

۶ - بروا : پلیٹس کے تبصرے میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔ مؤلف

فرہنگ آصفیہ بھی بروا کو بیری کا مصغر نہیں جانتے اور صرف
پودا کے معنی دیتے ہیں یا مجازاً لڑکے کے مفہوم میں - ہندی کا
ایک لاحقۂ تصغیر بالتحقیر یا بالاستحسان ہے 'وُا' - جورو سے
جروا ، بیو سے بیوُا ، بیری سے بروا -

پ

۷ - پرچ : بمعنی پیالی کے نیچے کی چھوٹی رکابی : اس کو انگریزی
کی (Prich) بتایا ہے مگر یہ لفظ کسی انگریزی ڈکشنری میں
نہیں ملتا - شاید فیلن صاحب نے اپنی اور سید صاحب کی لغت
کے لیے گھڑ لیا ہے : پلیٹس میں صحیح طور پر ہندی بتایا
گیا ہے -

۸ - پورن ماشی کا چاند : یہ لفظ بدر کے معنی لکھے ہیں - پورن
کے معنی پورا اور ماشی کے معنی چاند کے ہیں - اس لیے پورن
ماشی کا چاند کہنا ایسے ہی ہے جیسے ماہ رمضان کا مہینہ کہنا -
سنسکرت کا ماشی اور فارسی کا ماہ متحد الاصل ہیں -

ت

۹ - تر پھلا : (ہلیلہ ، بلیلہ ، آملہ کا مجموعہ) اس کو فاعلن کے وزن
پر لکھا ہے - عام تلفظ میں اسے بر وزن فعولن بولتے ہیں -
اصلاً سنسکرت میں تری پھلا تین پھلوں کا مجموعہ ہے -
پنجابی کا ترے ، سنسکرت کا تری اور انگریزی Three متحد
الاصل ہیں -

۱۰ - ترجمان : اس پر پلیٹس کے محاکمے میں بحث ہو چکی ہے - مؤلف
بھی اسے عربی الاصل قرار دیتے ہیں یقیناً ان کی نظر سے رشیدی
یا المعربات یا غیاث اللغات نہیں گذری ورنہ یہ غلطی نہ کرتے -
کبھی کبھی عجمیت آسیب بن کر عبدالرشید پر حاوی ہو جاتی
ہے - مثلاً آدم کے لفظ کی اصل وہ عجم میں تلاش کرتے
ہیں - ترجمان کو اشٹینگاس ترزفان اور ترفان کی شکلیں بھی
بتاتا ہے -

چ

۱۱ - چانگلا : بمعنی چنگا ، بھلا ، اچھا ، اسے ہندی کا لفظ قرار دیا ہے - لیکن اصلاً یہ مراٹھی زبان کا لفظ ہے اور دلی پر مرہٹوں کی یورش کے زمانے میں وہاں کی زبان میں داخل ہو گیا ہو گا۔ اس سے پہلے راقم مراٹھی فقرہ 'گڑ بڑ جھالا' کی وضاحت بطور مراٹھی جملے کے 'اخبار اردو' کراچی ۱۹۸۲ء میں کر چکا ہے - چانگلا اور گڑ بڑ جھالا ایک ہی زمانے میں دلی کی زبان میں دخیل ہوئے ہوں گے -

ف

۱۲ - فارس : اس کو ف یعنی فارسی درج کیا ہے معرب از پارس لکھنا چاہیے تھا - مؤلف نے اس کی اصل پارس بتا دی ہے جو اس علاقے کا حاکم تھا اسی کے نام سے یہ منسوب ہوا - آج کل پارس جنوبی ایران کا صوبہ ہے -

۱۳ - فہرست : اس کو بجا طور پر فارسی الاصل بتایا ہے - فوربس اور اس کے شاگرد رشید پلیٹس اسے ژند کے پیری ہرسٹہ سے ماخوذ کہتے ہیں - یہ عین ممکن ہے تا ہم راست راست بھی فہرست کا کینڈا فارسی کا سا ہے - اس کے آخر میں جو سین اور تاء ساکن آ رہے ہیں اس کے عجمی الاصل ہونے کا اعلان کر رہے ہیں - بعض عربی کے علماء اسے ابن الندیم کی کیٹلاگ 'الفہرست' دیکھ کر عربی بتاتے ہیں ، یہ صحیح نہیں ہوسکتا - عربی کا کوئی لفظ اپنے آخر میں سین اور تاء ساکن باہم نہیں رکھ سکتا - اس کے فارسی اور غیر عربی ہونے کا ایک اور ثبوت بھی ہے اور وہ ہے اس کی ترخیم بصورت فہرس ، جمع = فہارس -

ق

۱۴ - قافیہ : (Rhyme) - اس کی تشریح حسب ذیل کرتے ہیں : "قافیہ (ع) اسم مذکر - لغوی معنی پیچھے چلنے والا - ردیف سے پہلے کا حرف - اصطلاح میں چند دور کے اخیر حروف کی مشابہت[1]

---

۱ - غزل کی تعریف میں بھی مشابہت والی بات لکھ دی ہے نیز غزل کے معنی عورتوں سے کھیلنا لکھے ہیں جو غلط ہے -

جو بیتوں یا مصرعوں کے آخر میں واقع ہوتے ہیں مثلاً :

جھکا ساقیا اس طرف ایک جام
جھلکتی ہو جس سے مئے لالہ فام

یہاں جام اور فام قافیہ ہے ۔ کسی قافیہ کے الفاظ بحکم اخیر بھی آئے ہیں جیسے اس شعر میں

زر چاہتے ہو ؟ میری سعادت !
سر چاہتے ہو ؟ میری سعادت

یہاں زر اور سر قافیہ ہیں ۔ قافیہ کے اصلی اخیر حرف کو روی کہتے ہیں چنانچہ اول جام کا میم اور خام کا میم حرف روی ہے" اس تعریف میں بہت سی اغلاط ہیں ۔

الف ۔ "چند دور کے اخیر حروف کی مشابہت" ۔ یہ تعریف عدم مزاولت کتب عروض و قافیہ کے باعث غلط محض ہے ۔ قافیہ کے اصلی حروف اپنے مقام پر مشابہ بہ یک دیگر نہیں ہوتے بلکہ معینہ طور پر یا بتکرار لائے جاتے ہیں ۔ جیسے دل ، مل اور ہل میں لام اور ما قبل کا کسرہ ۔ اصل قافیہ یہ ہیں اور دل ، مل اور ہل ہم قافیہ الفاظ ہیں یعنی ان کے آخر کے حروف وہی ہیں ۔ مشابہت کا لفظ مرزا غالب بھی ضرور استعمال کرتے کہ وہ بھی عروض ، اور گرامر و بیان و بدیع کے باب میں ایک ذہین مگر Layman کی طرح کا اپروچ رکھتے تھے ۔

ب ۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ "یہاں سر اور زر قافیہ ہیں بلکہ کہنا چاہیے یہاں سر اور زر قافیے ہیں یا قوافی ہیں تا ہم قافیہ ہیں یعنی ان دونوں کے آخر میں وہی ایک حرف 'راء' آ رہا ہے ۔

ج ۔ "قافیہ ردیف سے پہلے کا حرف" ۔ یہاں اول تو ردیف کا ذکر بدون ایں تفصیل کہ عربی میں ردیف نہیں ہوتی غلط انگیز ہے ۔ دوسرے مؤلف نے اولاً چند دور کے اخیر حروف کہا تھا اب صرف ایک حرف کہہ رہے ہیں ۔ وہ کسی موقف پر قائم نہیں رہتے اس لیے تضاد کی زد میں ہیں ۔ شعری تکنیکیات و عوامل کی تعریف لکھتے وقت فرہنگ نگار کو خصوصاً جب وہ ذاتی طور

ہر شاعر نہ ہو کسی عروضی رسالے کو سامنے کھول کر رکھ لینا چاہیے - مؤلف نے علم بیان کی بوہی جو تعریف لکھی ہے وہ بظاہر جامع ہے لیکن مانع نہیں اس بات کا پتہ صہبائی کے اردو ترجمہ 'حدائق البلاغت' کے غائر مطالعہ سے لگ جائے گا - اس مؤلف کی پیش کردہ تعریف میں اختصار نے نقص پیدا کر دیا ہے - انہیں لازمی طور پر اس تعریف کے آخر میں یہ جملہ ایزاد کرنا چاہیے تھا "جن میں سے بعض کم اور بعض زیادہ واضح ہوں صفحہ ۲۷۵ جلد اول - - - - - - "کئی طریق سے ادا کر سکیں" - اس جملے سے ان کی تعریف ختم ہوتی ہے اس کے فوراً بعد مقتبسہ جملہ "جن میں سے بعض - - - - - الخ" اضافہ کرنا چاہیے -

۱۵ - **قانون** : مؤلف لکھتے ہیں "(یونانی) یہ لفظ Cannon سے بگڑ کر عربی میں قانون بن گیا ہے - اس کے بعد اس کے متعدد مترادفات دیے ہیں آخر میں لکھا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک قانون کانون کا معرّب ہے - اور عربی میں مستعمل ہے جس سے ان کی بن آئی ہے - کانون کے معنی آتش دان یا بھٹی کے ہیں جس کا تعلق معنوی قانون سے نہیں ہے - اس لیے ایسے حضرات کی بن آنا ممکن نہیں ایک خیال یہ بوہی گذر سکتا ہے کہ اولاً Cannon کو بصورت کانون اختیار کیا گیا پھر یہ دیکھ کر کہ یہ کافی حد تک عربی نہیں کہ قاف سے عاری ہے قانون بنا لیا گیا لیکن یہ خدشہ بے بنیاد ہے اس لیے کہ یونانی کے الفاظ بتوسط سریانی عربی میں آئے ہیں اور سریانی میں قاف قرشت خود موجود ہے - جو تعریبات میں حاوی ہے -

۱۶ - **قالبوت قلبوت** : دونوں روپ میں بمعنی جسم ، پیکر وغیرہ ہے - اسے مؤلف نے عربی کے قالب کی بگڑی ہوئی صورت بتایا ہے - یہ غلط محض ہے کیونکہ قالبوت اصل میں فارسی کے کالبد کی بدلی ہوئی شکل ہے - کالبد کی دال کو ت سے بدلا گیا اور پھر ب کے زبر کو کھینچ کر واو معروف بنایا گیا - کالبد کے کاف

کامن کو عربی شکل دینے کے لیے قاف قرشت میں ڈھال لیا گیا
سعدی کا شعر ہے :

آدمی را عقل باید در بدن
ورنہ جان در کالبد دارد حمار

کالبد متضاد ہے روح کا اور بمعنی قالب ہے جو خود بھی روح کا متضاد ہے اردو اور پنجابی میں عام جسم ، بدن کے تعاقب میں قلبوت لکڑی کے اس سانچے کو کہتے ہیں جس پر چمڑا منڈھ کر جوتے کی شکل ٹھہرائی جاتی ہے ۔ وارث شاہ نے اپنے شاہکار 'ہیر رانجھا' کی متصوفانہ توجیہہ کرتے ہوئے ہیر کو روح اور رانجھے کو قلبوت قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو ہیر رانجھا محمد افضل خان ایڈیشن لاہور) ۔

۱۷ ۔ قسائی : بمعنی قصاب درج ہے لیکن اس تبدیلی کی مناسب تشریح مفقود ہے ۔ قصاب کے قاف کو رہنے دیا گیا پھر صاد کو سین سے بدل کر اور آخر میں یاء معروف ہندی کی برائے فاعلیت ایزاد کی گئی ۔ اس طرح قصائی مہند بنایا گیا ۔ نائی کے کینڈے پر ۔

ک

۱۸ ۔ کنایہ : اس کے تحت مولف لکھتے ہیں ''کنایہ (ع) اسم مذکر (۱) رمز ، اشارہ ، مبہم بات ۔ سین (۲) معنی ، منشا ، مراد ، مقصد ، مطلب اختصاراً یا بغرض عدم اظہار ایک یا دو لفظوں میں ادا کیا جائے ۔ جیسے یوں کیا ، ووں کیا ۔ اس طرح بھی سمجھایا ، اُس طرح بھی سمجھایا وغیرہ اِس کے بعد کنایتاً کا لفظ زیر توضیح لائے ہیں ۔ عربی فارسی اور اردو کے علم بیان کے پڑھنے والوں کے لیے یہ تعریف انحرافی اور نئی محسوس ہو گی ۔ اس کے ساتھ ہی محمد حسین آزاد کی پیش کردہ بلکہ وضع کردہ کنایہ کی وہ تعریف بھی یاد آ جاتی ہے جو ان کی جامع القواعد فارسی میں درج ہے ۔ اور غالباً اسی پر فرہنگ کی تعریف مبنی

ہے دونوں حضرات میں مراسم تھے اور کچھ شک نہیں کہ مؤلف فرہنگ نے دوران تدوین آزاد سے مشورہ طلب کیا ہو۔ 'مصباح القواعد' میں کنایہ کو اسم کنایہ قرار دیا ہے اور ایں آیں فلاں بہماں وغیرہ کو اسمائے کنایہ کے تحت لائے ہیں۔

ہر کرا ایں دھند آں ندھند

اس ایں اور آں میں کنائے کا ابہام موجود ہے لیکن آزاد کو چاہیے تھا کہ کنایہ کو، اگر قواعد صرف ہی میں تلاش کرنا تھا تو اسمائے کنایہ کو حروف کنایہ کہتے یہ رسم قواعد اللسان کے قریب تر تھا جیسے اور حروف ہیں حروف ندبہ، استحسان، نفرین، ربط وغیرہ ویسے ہی حروف کنایہ ہوتے اسم اشارہ کو بھی راقم کے خیال میں حرف اشارہ قرار دینا چاہیے۔ بظاہر آزاد نے اسم اشارہ کے طرز پر اسم کنایہ وضع کیا ہے۔ علم بیان کی رو سے کنایہ بالکل چیز دگر ہے۔ کنایہ وہ لفظ ہے جو اپنے لفظی معنی میں نہ آیا ہو بلکہ غیر لفظی معنی میں مستعمل ہو تاہم اس کے لفظی معنی بھی منطبق اور جائز ہوں مزید یہ کہ غیر لفظی معنی لفظی معنی سے مستنبط ہوں۔ جیسے سفید ریش بمعنی عمر رسیدہ، تنگ دست بمعنی مفلس۔ کنایہ کے انواع تعریض اور تلویح ہیں جن میں کنائیت پائی جاتی ہے مگر مخصوص انداز میں تفصیلی مطالعہ کے لیے دیکھیے اردو ترجمہ 'حدائق البلاغت' از امام بخش صہبائی دہلوی طبع نولکشور ۱۹۲۷ء۔

م

۱۹ - **مور چال** : مورچا۔ دونوں روپ میں معروف ہے وہ گڑھا جو جنگ میں دفاع کے لیے شہر کے گردا گرد کھودا جائے۔ یہ فارسی لفظ ہے اور مورچا مورچال کا مخفف بلکہ مرخم ہے۔ مؤلف کی نظر سے دیوان جعفر زٹلی نہیں گذرا ورنہ وہ اس کا ایک اور روپ یعنی مور چل بھی دیکھ لیتے۔ اس فارسی لفظ کی اشتقاقیات یہ ہے کہ کھدے ہوئے مورچے کی ہئیت چیونٹیوں کے

بنائے ہوئے مورچے (سوراخ اور اوپر کی مٹی) کی سی ہوتی ہے۔
مور = چیونٹی ۔ چال چالش کا مرخم ہے ۔ اور جعفر زٹلی کا
مور چل مزید مرخم ۔

۲۰ ۔ **مسکوٹ** : اس کو انگریزی کے لفظ Mess کا عکس بنایا ہے ۔
لیکن کوٹ کی توجیہہ نہیں کی گئی ۔ کوٹ کا لاحقہ انگریزی
حکومت کے دور میں چھاؤنیوں میں Mess کے علاوہ رائفل کے
بعد لگا لیا جاتا تھا یعنی رائفل کوٹ اور لکھنے بولنے میں
Rifle Koth آتا تھا ۔ Koth کسی انگریزی لغت میں نہیں
ملتا یہ قیاس ممکن ہے کہ ہندی کا کوٹ بمعنی قلعہ ، محفوظ مقام
بعد میں ایزاد کر دیا گیا ہو ۔ مؤلف مسکوٹ کہتے ہیں لیکن
راقم نے مسکوٹ سنا ہے ۔ مسکوٹ کے ایک اور معنی بھی
ہیں : سازش ۔ مولوی عبدالحق 'مقدمات عبدالحق' میں لکھتے
ہیں ۔

"مولویوں نے مسکوٹ کر کے اس کو خلاف شرع قرار دے دیا"
آج کل افواج پاکستان کے مراکز میں بلا استثناء میس ہی بولا
جاتا ہے ۔

۲۱ ۔ **منطق** : اس کی تعریف اور ارتقاء علمی بہ تفصیل دی ہے ۔ میں
نے اوپر لکھا ہے کہ تعدد معانی کے جوش میں منطق کے ایک
معنی فصاحت و بلاغت ہی بتائے گئے ہیں ۔ یہ انتہائی غیر
معقول روش ہے ۔ منطق صحت خیال کا علم ہے اور صحت خیال
استدلال اور فطری تعقل سے پیدا ہوتی ہے ۔ استدلال کے متضاد
غیر عقلی جذبات کا پر جوش اظہار ہے جسے یونانی میں Rhetoric
اور عربی میں فصاحت و بلاغت کہتے ہیں ۔ دونوں کا
مقصد (منطق اور فصاحت) کا سامعین کو ترغیب دلانا اور اپنا
ہم خیال بنانا ہے لیکن دونوں کے طریقہ کار میں زمین
آسمان کا فرق ہے ایک کا طریقہ عقلی اور استدلالی ہے اس کا
لہجہ دھیما اور ٹھہرا ٹھہرا ہوتا ہے ۔ فصاحت کا کام استدلالی
فائدہ اٹھانا نہیں بلکہ ذہنی جوش دلانا اور اپنا ہم خیال بنانا

ہوتا ہے۔ دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ ارسطو نے منطق پر بھی رسالہ لکھا ہے اور فصاحت و بلاغت (Rhetoric) پر بھی مبسوط کتاب لکھی ہے ظاہر ہے کہ دونوں کا موضوع یکسر مختلف از یک دیگر ہے۔ فرہنگ میں سے اگر اس معنی کو حذف کر دیا جائے تو یہ زبان کی بڑی خدمت ہو گی۔



حواشی و تعلیقات

(وارث سرہندی)

جز اول

پلیٹس کی فرہنگ

۱ - بقول ناقد پلیٹس نے متعدد مقامات پر یاے مجہول کی جگہ یاے معروف لکھی ہے ، جس کی وجہ سے عربی کے "باری" اور فارسی کے "بارے" میں امتیاز کرنا مشکل ہے - ناقد کی یہ بات ایک حد تک درست ہے ، لیکن پلیٹس نے ہر لفظ کا تلفظ رومن رسم الخط میں بھی درج کیا ہے اس لیے ایسی غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے - اگرچہ فارسی "بارے" کو "باری" عربی رسم الخط میں لکھا گیا ہے ، مگر رومن رسم الخط Bare میں بھی لکھا گیا ہے - اس لیے اس کو "بارے" پڑھنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی -

۲ - "آرے" فارسی بمعنی ہاں کو پلیٹس نے "آری" لکھا ہے ، مگر "ارے" کو یاے مجہول سے صحیح لکھا ہے - اور اس کے بعد "آرے ہے" کو بھی یاے مجہول سے لکھا ہے - موجودہ طرز املا کے پیش نظر یہ واقعی نا ہمواری ہے ، مگر اس نا ہمواری کی وجہ یہ ہے کہ پلیٹس کی لغت کی اشاعت سے بہت زمانہ بعد تک بھی عام تحریروں میں یاے معروف اور یائے مجہول میں تمیز نہیں کی جاتی رہی - میں نے خود ایسی بہت سی قلمی تحریریں دیکھی ہیں جن میں املا کی حد تک یاے معروف اور یاے مجہول کو ایک دوسرے کا متبادل سمجھ کر بلا امتیاز

(تصریح : ان تعلیقات میں "ناقد" سے مراد اس کتاب کے مصنف جناب جابر علی سید ہیں)

استعمال کیا گیا ہے ان حالات میں اس خصوص سے پلیٹس کو معذور سمجھنا چاہیے - پلیٹس نے ترتیب میں الف ممدودہ اور الف مقصورہ میں بھی امتیاز نہیں کیا اور ان سے شروع ہونے والے الفاظ کو ایک ہی باب میں اکٹھا درج کیا ہے - الف ممدودہ و مقصورہ کے باب میں ''فرہنگ آصفیہ'' میں بھی یہی روش اختیار کی گئی ہے - اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ کا چلن یہی تھا - چنانچہ ان کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا -

۳ - ناقد کو اعتراض ہے کہ ''تجرید'' کو بمعنی ''تجرد'' درج کیا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ کلام شاعر یا انشاے دبیر کو مستند مان کر ایسا کیا گیا ہے - ناقد کے خیال میں فرہنگ نگار کو غلط معنی کسی کی سند پر درج نہیں کرنے چاہییں -

اس سلسلہ میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس معاملہ میں فرہنگ نگار مجبور و معذور ہوتا ہے - کیونکہ جو لفظ زبان میں غلط یا صحیح طور پر استعمال ہوا ہے وہ زبان کا حصہ بن گیا ہے - چنانچہ فرہنگ نگار جو الفاظ کا جامع اور مرتب ہوتا ہے - غلط الفاظ یا غلط معانی کو بھی لغت میں درج کرنے پر مجبور ہوتا ہے - اس کے اختیار میں صرف اتنا ہے کہ حاشیہ میں اپنا اختلاف یا صحیح صورت حال واضح کر دے - وہ یہ نہیں کر سکتا کہ زبان میں مستعمل کسی غلط لفظ یا غلط معنی کو نظر انداز کر دے جس طرح مورخ سبھی قسم کے واقعات بیان کرنے پر مجبور ہوتا ہے - اس کا ایک فائدہ بھی ہے کہ ایسے الفاظ کے لغت میں اندراج سے محققین کو مزید تحقیق کا موقع ملتا ہے اور ایسی اغلاط کے رواج کا زمانہ متعین کرنے میں بھی مدد ملتی ہے -

۴ - ناقد نے لکھا ہے ''پلیٹس نے اپنی فرہنگ کے دیباچے میں ڈاکٹر فیلن کے رد کردہ ادبی،علمی الفاظ کی حمایت کی ہے اور بظاہر ان

کو شامل بھی کر لیا ہو گا ، لیکن ان الفاظ کا پتہ نہیں چلا،،
ان الفاظ کا سراغ لگانے کے لیے فیلن اور پلیٹس کی فرہنگوں کا
تقابلی مطالعہ کرنا چاہیے اس طرح ان الفاظ کی ایک فہرست
بنائی جا سکتی ہے -

۵ - ابتہاج : ناقد کے بقول پلیٹس نے اس کے معنی خوبصورت ہونا ،
خوش ہونا بتائے ہیں اور ناقد کے خیال میں پہلے معنی متروک
ہیں اور دوسرے معنی میں فارسی اور اردو میں ''بہجت،، زیادہ
مستعمل ہے -

پلیٹس نے Goodly لکھا ہے - اردو میں اس کا ترجمہ "خوش
ہونا" نہیں بلکہ "اچھا یا خوب ہونا،، کیا جائے گا - قطع نظر
اس سے کہ فارسی میں "خوش،، ''اچھا،، کے معنی میں بھی
مستعمل ہے - مگر اردو میں "خوش ہونا،، to be glad کے
معنی میں مستعمل ہے - اور پھر پلیٹس نے یہ معنی اس کے مادہ
یا ماخذ کے بتائے ہیں اور ''ابتہاج،، کے معنی صرف Gladness
یعنی خوشی بتائے ہیں -

۶ - ''ابدال،، بقول ناقد پلیٹس نے ''ابدال،، کو "بَدل یا بَدل،، کی
جمع کہا ہے ناقد کو اس سلسلہ میں غلط فہمی ہوئی ہے -
پلیٹس نے ''بدِل،، نہیں بلکہ ''بدیل،، لکھا ہے - غالباً ناقد رومن
رسم الخط میں ہونے کے باعث "بدیل" کو "بدل" پڑھ گئے -

۷ - ''ابدال،، کے معنی بقول ناقد کے قریب المخرج حروف کا تبادلہ
بھی ہیں ، جو پلیٹس نے نظر انداز کر دیے ہیں - پلیٹس نے اس
کے معنی Change اور Exchange بھی لکھے ہیں - ان میں
تبادل حروف کا مفہوم بھی شامل ہے - اگرچہ پلیٹس نے صوتیات
کی اصطلاح کے طور پر اس کا ذکر نہیں کیا - شاید اس کی وجہ
یہ ہے کہ "صوتیات،، اس زمانہ میں نہ رائج تھا اور نہ ''ابدال،،
کو صوتیاتی اصطلاح کے طور پر اختیار کیا گیا تھا -

۸ - ''اَبوبکر،، بقول ناقد پلیٹس نے اسے ابو بکر (Abu Bikr) لکھا
ہے اور اس کے معنی کنواری کا باپ بتائے ہیں ، جو فاحش
غلطی ہے -

پلیٹس نے Abu Bikr نہیں بلکہ Abu Bakr لکھا ہے ، البتہ اس کے معنی کنواری کا باپ بتائے ہیں ، جو غلط ہیں - اس نے غالباً اس حقیقت کے پیش نظر کہ حضرت ابو بکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر تھے ، یہ غلط قیاس کیا کہ ان کی کنیت کا مفہوم کنواری کا باپ ہے -

۹ - ''انٹا'' کے معانی اور ''انٹا غفیل'' کے عدم اندراج پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے ''غفیل'' کو ''غافل'' کا امالہ قرار دیا ہے - مگر یہ درست نہیں ہے - یہ غافل کا امالہ نہیں ، بلکہ غصیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے - اردو میں عربی کے اس وزن کے الفاظ بکثرت رائج ہیں مثلاً عالم و علیم ، لائق ولئیق ، شاہد و شہید ، سالم و سلیم ، عاقل و عقیل وغیرہ معدودے چند الفاظ اس وزن پر خود بھی وضع کر لیے ہیں - اگرچہ وہ عربی میں مروج نہیں یہی حال ''غفیل'' کا ہے -

۱۰ - ''انٹا گھر'' کے معنی بقول ناقد پلیٹس نے Ball Room لکھے ہیں اور بقول ناقد اب اس کی جگہ اصل انگریزی رائج ہے -

پہلی بات تو یہ ہے کہ پلیٹس نے Ball Room کہیں نہیں لکھا بلکہ Billiard Room لکھا ہے - ''انٹا گھر'' اردو میں استعمال ہوتا رہتا ہے - اس لیے پلیٹس اسے درج کرنے میں حق بجانب ہے -

۱۱ - ''اصطلاح'' ناقد کو اعتراض ہے کہ اصطلاح کے معنی محاورہ غلط ہیں اور اس کے مسلمہ معنی Technical term ہیں - اب واقعی ایسا ہی ہے - مگر یہ حقیقت ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ''اصطلاح'' کا یہ جدید بلکہ اصطلاحی مفہوم دور جدید میں متعین ہوا ہے - اس سے پہلے ''اصطلاح'' کا لفظ محاورہ کے معنی میں بھی مستعمل رہا ہے - ضامن علی جلال لکھنوی نے اپنی مشہور تالیف ''سرمایۂ زبان اردو'' میں اصطلاح کا لفظ محاورہ سے ملتے جلتے معنی میں استعمال کیا ہے - دوسروں نے بھی ایسا ہی کیا ہے - اس لیے اس سلسلہ میں پلیٹس پر الزام نہیں آتا -

۱۲ - ''ایلا ، ایللا'' بمعنی ''یا علی یا خدا درج ہے'' بقول ناقد یہ دونوں لفظ ''اللہ'' اور ''الا اللہ'' کی بدلی ہوئی یا بگڑی ہوئی شکلیں ہیں -

اول تو پلیٹس نے ''ایلا'' درج ہی نہیں کیا - پلیٹس نے ''ایلی'' لکھا ہے ، جسے ناقد نے ''ایلا'' پڑھا - اور یہ حقیقت ہے کہ ''ایلی'' ''علی'' کی بگڑی ہوئی صورت ہے جیسا آج بھی ''علی'' کا تلفظ ''ایلی'' کرتے ہیں - اس لیے پلیٹس نے اس کے معنی ''یا علی'' درست بتائے ہیں - ''ایللا'' واقعی ''الا اللہ'' کی بدلی ہوئی صورت ہے -

ترتیب کے لحاظ سے اس کا ذکر ''اوبنا'' کے بعد ہونا چاہیے ، مگر ناقد نے اسے ''اوبنا'' سے پہلے درج کیا ہے -

۱۳ - ''اوبنا'' ناقد کو اعتراض ہے کہ پلیٹس نے ''اوبنا ، اوبھنا'' درج نہیں کیے مگر آگے چل کر ''اوب اور اوبھ'' لکھ دیے ہیں - ان الفاظ کے عدم اندراج پر ناقد کا اعتراض معقول ہے - آگے چل کر پلیٹس نے صرف ''اوبھ'' درج کیا ہے مگر ''آوب'' درج نہیں کیا - اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ ''اوب'' جدید املا ہے ''اوبھ'' کا - عین ممکن ہے کہ یہ املا پلیٹس کے زمانہ میں مروج نہ ہو -

۱۴ - ''بروا'' کے معنی پلیٹس نے چھوٹا درخت یا پودا بتائے ہیں - ناقد کو اس پر اعتراض ہے ، کیونکہ ان کے خیال میں یہ 'بیری' کا مؤنث ہے -

ناقد کا یہ قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے کہ 'بروا' 'بیری' کی تصغیر ہے - مگر یہ مؤنث نہیں بلکہ مذکر ہے - یہ ضروری نہیں کہ تمام اسمائے مصغّرہ مونث ہی ہوں - اس لیے مصغرہ مذکر بھی آتے ہیں مثلاً بھونگڑا -

پلیٹس نے 'بروا' کو 'بیری' کی تصغیر نہیں بلکہ 'پیڑ' کی تصغیر خیال کیا ہے - یعنی 'پیڑ' سے 'پڑوا' بنا جو 'بروا' بولا جانے

لگا - اس لحاظ سے اس کے معنی پودا درست ہیں - اردو میں
'پروا' پودا کے معنی میں استعمال بھی ہوتا ہے - 'بروا' کو
'بیری' کی تصغیر تسلیم کرنے کے بعد بھی اس کے معنی 'پودا'
ہو سکتے ہیں - کیونکہ بعض اوقات خاص الفاظ میں تعمیم ہو
جاتی ہے اور عام معنی میں استعمال ہونے لگتے ہیں - مثلاً 'رخش'
رستم کے گھوڑے کا نام تھا ، جو مطلق گھوڑے کے معنی میں
بھی استعمال ہونے لگا - 'بیری' بھی ایک درخت ہی ہے - اس
لیے اس کی تصغیر مطلق پودا کے معنی میں استعمال ہو سکتی
ہے -

'بروا' ہی پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے اعتراض کیا ہے کہ
ناول The Boy کا ترجمہ ڈاکٹر محمد صادق نے 'بروا' کیا ہے
اور اس کے معنی 'ننھا لڑکا' غلط سمجھے ہیں ، اگر یہ معنی غلط
ہیں تو کم از کم ڈاکٹر محمد صادق پر اس کی ذمہ داری عاید
نہیں ہوتی - پلیٹس نے لڑکے کے معنی میں 'بروا' الگ درج کیا
ہے اور اسے 'بٹوا' کی بدلی ہوئی صورت بتایا ہے جو 'بیٹا' کی
تصغیر ہے - اگر بفرض محال پلیٹس کا قیاس غلط ہو کہ یہ
'بٹوا' کی مبدل صورت ہے ، تو بھی مجازاً اس کے معنی لڑکا
یا بیٹا ہو سکتے ہیں - جس طرح 'نو نہال' ان معنی میں استعمال
ہوتا ہے -

۱۵ - **باسمتی :** ناقد کو اعتراض ہے کہ پلیٹس نے اس کے معنی 'چاول کی
اعلیٰ قسم' نہیں بتائے غالباً ناقد نے پلیٹس کا مکمل اندراج نہیں
پڑھا - سرسری نظر ڈال کر آگے بڑھ گئے ہیں ورنہ ان کو
اعتراض نہ ہوتا - پلیٹس نے 'باس' کے تحت 'باسمتی' درج کیا
ہے اور واضح طور پر اس کے معنی A fragrant kind of rice
یعنی خوشبو دار چاول کی ایک قسم بیان کیے ہیں -

۱۶ - **'بزر جمہر'** اس کو پلیٹس نے فارسی لفظ بتایا ہے - حالانکہ یہ
معرب ہے - ناقد کا اعتراض بڑی حد تک درست ہے - چونکہ

اصلاً یہ فارسی ہے یعنی 'بزرگ مہر' کا معرب ہے ، اس لیے پلیٹس نے اسے فارسی بتایا ہے - مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ موجودہ صورت میں یہ فارسی نہیں رہا - اسے معرب یا عربی لکھنا چاہیے -

۱۷ - 'پاپڑ بیلنا' ناقد کے خیال میں اصل محاورہ 'بارہ پاپڑ بیلنا' ہے اور یہی عام طور پر مستعمل ہے - مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے - 'پاپڑ بیلنا' زیادہ استعمال ہوتا ہے - ایک مشہور شعر ہے :

شاعری کھیل نہیں ہے جسے بچے کھیلیں
ہم نے پچپن برس اس فن میں ہیں 'پاپڑ بیلے'

ایسی صورت میں اگر پلیٹس نے 'پاپڑ بیلنا' درج کیا ہے تو وہ حق بجانب ہے -

۱۸ - 'پادری' ناقد کے خیال میں Father کا مورد ہے - جس کا (F) اردو میں 'پ' سے بدل گیا - کہنے کو تو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ 'پادری' 'پدر' سے بنا ہے - Father کو پہلے فارسی میں پدر کہا گیا اور پھر اردو والوں نے اس سے پادری بنا لیا - مگر حقیقت یہ ہے کہ 'پادری' پرتگالی Padre کا مورد ہے -

۱۹ - 'پاتھر' بقول ناقد یہ لفظ غیر فصیح اور متروک ہے - گویا یہ درج نہیں ہونا چاہیے - یہ درست ہے کہ 'پاتھر' غیر فصیح ہے مگر پلیٹس نے علاقائی الفاظ بھی شامل لغت کیے ہیں - اس لیے 'پاتھر' بھی درج کیا - غالباً پلیٹس نے بھی اسے غیر فصیح سمجھا ہے - اسی لیے 'پتھر' کا حوالہ دیا ہے -

۲۰ - 'پادھا' بقول ناقد یہ لفظ پنجابی میں منیم کے معنی میں مستعمل رہا ہے - میں نے 'پادھا' پنجاب میں استاد اور مذہبی راہنما کے معنی میں بھی بولتے سنا ہے -

۲۱ - 'پاداشت' بقول ناقد پلیٹس نے اسے 'پاداش' کا ہم معنی بتایا

ہے۔ مگر پلیٹس نے 'پاداش اور پاداشت' کو ایک ہی لفظ کی دو صورتوں کی حیثیت سے درج کیا ہے، محض ہم معنی کے طور پر نہیں۔

۲۲ - 'پارس' بقول ناقد پارس کے دو معنی ہیں ایک پارس پتھر جس سے چھو کر ادنیٰ دھات سونا بن جاتی ہے اور دوسرے معنی پہلو کے ہیں۔

پلیٹس نے 'پارس' بمعنی پہلو الگ درج کیا ہے۔ اس کو پارس پتھر سے مخلوط کرنا درست نہیں ہے۔ پلیٹس نے ان دونوں الفاظ کے ماخذ بھی الگ الگ بتائے ہیں۔ چونکہ پلیٹس نے خود کو محض اردو الفاظ کے اندراج تک محدود نہیں رکھا بلکہ ہندی الفاظ بھی شامل لغت کیے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی لفظ اردو میں رائج نہیں مگر ہندی میں مروج ہے تو وہ درج ہوگا اور اس پر اعتراض کا کوئی جواز نہیں ہے۔

۲۳ - 'پارنا' بمعنی مکمل کرنا کا رشتہ ناقد نے 'پار کرنا' سے جوڑا ہے۔ یہ کچھ ایسا ہی رشتہ معلوم ہوتا ہے جو بھان متی کی مختلف النوع اشیاء میں قائم کرتا ہے۔ 'پار کرنا' عبور کرنا، اڑانا یا چرانا کے معنی میں مستعمل ہے۔ اس کا 'پارنا' بمعنی مکمل کرنا سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ بلحاظ ترتیب 'پارنا' کا اندراج 'پاڑا' سے پہلے ہی ہونا چاہیے۔

۲۴ - 'پائینچہ' کو پلیٹس نے ہندی بتایا ہے۔ مگر ناقد کے خیال میں یہ فارسی ہے اور 'پا + ئیں + چہ' سے مرکب ہے۔ پلیٹس نے 'پائینچہ' سے پہلے 'پائچہ' درج کیا ہے اور اسے فارسی بتایا ہے۔ یہ اصلاً 'پائے + چہ' ہے۔ کسی فارسی لغت میں 'پائینچہ' درج نہیں ہے۔ اگر یہ 'پائیں + چہ' ہوتا تو فارسی کی فرہنگوں میں فارسی لفظ کی حیثیت سے ضرور شامل ہوتا ہے۔ اغلب یہی ہے کہ اردو والوں نے اس میں نون کا اضافہ کر کے 'پائچہ' سے 'پائینچہ' بنا لیا۔ اسی لیے پلیٹس نے اس کو 'پائچہ' کا مہند سمجھ کر ہندی لفظ کہا ہے۔

۲۵ - 'پرند' پلیٹس نے اسے صرف بفتح رائے مہملہ 'پرند' لکھا ہے۔ بقول ناقد دہلی اور پاکستان کے چاروں صوبوں میں 'پرند' بہ کسر ثانی مستعمل ہے ۔ ناقد کا خیال بالکل درست ہے اصل کے لحاظ سے بھی 'پرند' بہ کسر رائے مہملہ ہی درست ہے کیونکہ اصلاً یہ 'پرندہ' ہے جو فارسی مصدر 'پریدن' سے اسم فاعل ہے 'پرند' 'پرندہ' کا مرخم ہے۔

۲۶ - 'پسیج' بقول ناقد پلیٹس نے اس کے معنی 'روانگی و کوچ و زاد راہ لکھے ہیں ۔ مگر پلیٹس نے اس کے معنی روانگی و کوچ کہیں نہیں لکھے ۔ پلیٹس نے 'پسیج' کو صفت اور اسم مذکر کی حیثیت سے درج کیا ہے اور اس کے معنی یہ درج کیے ہیں ۔

Preparation for journey, prepared, ready

معلوم نہیں ان میں سے کس لفظ کا ترجمہ روانگی اور کوچ ہو سکتا ہے ۔

۲۷ - 'تجرد' ناقد کو اعتراض ہے کہ پلیٹس نے تجرد اور تجرید کو ہم معنی لکھا ہے اور ان کے انگریزی معنی Celibacy بتائے ہیں اور ناقد کے نزدیک تلخیص بھی تجرید کے ایک فنی معنی ہیں ۔

'تجرد' کے معنی پلیٹس نے درست لکھے ہیں ۔ البتہ 'تجرید' کے معنی Celibacy یا عدم تاہل درست نہیں ہیں ۔ باقی معنی صحیح بیان کیے ہیں ۔ تجرید کے معنی الگ کرنا ، تنہا کرنا اور برہنہ کرنا بھی ہیں ۔ فارسی میں 'تجرید' تنہائی و کنارہ گیری کے معنی میں بھی مستعمل ہے ۔ فرہنگ عمید میں یہ معنی درج ہوئے ہیں ۔ 'تجرید کے معنی تلخیص کسی فرہنگ میں نہیں ہیں ۔ 'تجرید البخاری' میں بھی 'تجرید' تلخیص کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ۔ یہاں یہ لفظ تنہا یا الگ کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ 'تجرید البخاری' میں صحیح بخاری سے ایک مضمون کی صرف ایک روایت درج کی گئی ہے ۔ یعنی ایک روایت بار بار درج نہیں کی گئی ۔ جبکہ صحیح بخاری میں ایک ہی روایت مختلف

ابواب کے تحت متعدد بار درج ہوئی ہے۔ چونکہ اس میں ایک روایت کو ایک ہی بار درج کیا گیا ہے، اس لیے اسے بخاری کی تجرید کہا گیا ہے۔

۲۸ - ترجیع بند: ناقد نے پلیٹس کی تشریح پر اعتراض کرتے ہوئے Stanza کی لمبی چوڑی تشریح کی ہے۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ یہاں ترجیع بند کی صحیح تعریف درج کر دینا کافی تھا۔

۲۹ - 'تنگہ، ٹکا' ناقد نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ پلیٹس نے ان کے معنی دو پائی بھی لکھے ہیں، حالانکہ اس کے معنی دو پیسے ہیں۔ ناقد نے یہ بھی بتایا ہے کہ 'ٹکا' کو بنگلہ میں 'ٹاکا' اور پنجابی 'ٹغا' بولتے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ 'پلیٹس' نے 'تنگہ' نہیں 'تنکا' درج کیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ پلیٹس نے 'تنکا' کے معنی دو پیسے ہی لکھے ہیں۔ البتہ 'ٹکا' سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے۔ 'ٹکا' کے معنی پلیٹس نے دو پائی بھی لکھے ہیں، جو درست نہیں۔ بنگلہ میں بھی 'ٹکا' ہی استعمال ہوتا ہے، مگر روپے کے معنی میں۔ پنجابی میں بھی اسے 'ٹکا' ہی بولتے ہیں۔ 'ٹغا' بولتے کسی کو نہیں سنا۔ ہو سکتا ہے ملتان اور اس کے نواح میں 'ٹغا' بولتے ہوں۔ اگر ایسا ہے، تو بھی اس تلفظ کو تمام پنجابی بولنے والوں کا تلفظ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

۳۰ - 'ترجمان' کو پلیٹس نے عربی لفظ بتایا ہے۔ ناقد کو اعتراض ہے کہ یہ 'تر زبان' کا معرب ہے۔ اس لیے عربی نہیں کہنا چاہیے۔ 'معرب' ہو کر کوئی لفظ عربی ہی کہلائے گا۔ معرب یا مفرس کے لیے پلیٹس نے الگ الگ علامات مقرر نہیں کیں۔ اس لیے 'معرب' کو عربی ہی کہا جائے گا۔

۳۱ - تعریب - کے عدم اندراج پر اعتراض کرتے ہوئے ناقد نے

Arabacised کا ذکر کیا ہے - اس کے صحیح ہجے Arabicised ہیں - یہ غالباً سہو قلم ہے -

۳۲ - 'تفریس' ناقد کو اعتراض ہے کہ پلیٹس نے اس کے معنی 'فارسی' بنانا نہیں لکھے - اول تو 'تفریس' ان معنی میں عربی یا فارسی میں مروج نہیں ہے - یہ اہل اردو کی اختراع ہے - اسی طرح 'تارید' بمعنی اردو بنانا بھی وضع کیا گیا ہے جو عربی یا فارسی میں مستعمل نہیں ہے - بہر حال یہ اصطلاحات اردو کی لغت میں درج ہونی چاہئیں - مگر تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ان معنی میں یہ الفاظ پلیٹس کے زمانے میں اردو میں رائج تھے ، یا نہیں قرین قیاس یہی ہے کہ ان معنی میں 'تفریس' کا اردو میں بھی چلن نہ تھا - اس صورت میں پلیٹس معذور ہے

۳۳ - 'ٹیک ، ٹھیک' پر کلام کرتے ہوئے ناقد نے لکھا ہے - 'معلوم نہیں کیوں ٹیکنا بیائے معروف بمعنی بالا آ گیا ہے اور کیونکر صحیح ہے Tikna -

حقیقت یہ ہے کہ 'ٹیکنا' Tikna بیائے معروف پلیٹس نے لکھا ہی نہیں ہے ، تو اس پر اعتراض کا کیا جواز ہے البتہ پلیٹس نے 'ٹھیک' بیائے مجہول درج کیا ہے ، مگر اس سے بننے والا محاورہ 'ٹھیک نکل جانا' درج نہیں کیا ، جو واقعی پلیٹس کی فروگذاشت ہے -

'ٹھیکی' پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے کہا ہے کہ ٹھیکی 'کا بدل' ٹیکی ، غلط ہے -

پلیٹس نے 'ٹیکی' کو 'ٹھیکی' کے بدل یا مترادف کے طور پر درج نہیں کیا پلیٹس نے 'ٹھیکی' کو بطور اسم مؤنث درج کیا ہے اور 'ٹیکی' کو صفت کی حیثیت سے درج کیا ہے - 'ٹھیکی' کے معنی سہارا ، اناج کی بوری اور بوجھ وغیرہ بتائے ہیں اور 'ٹیکی' کے معنی قابل اعتماد ، تائید کردہ ، یقینی وغیرہ لکھے ہیں - اس صورت میں اعتراض کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا -

۳۴ - 'ٹوہکا' 'ٹھیکا' الف ہی سے صحیح ہے۔ اگر پلیٹس نے صحیح املا اختیار کیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اسے بھونڈا قرار دینا مناسب نہیں ہے، بلکہ اس کی داد دینی چاہیے۔

۳۵ - 'ٹھینگا' پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے اعتراض کیا ہے کہ پلیٹس نے محاورہ 'زبردستی کا ٹھینگا سر پر' درج نہیں کیا۔ ناقد کے اعتراض پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے، البتہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صحیح محاورہ 'زبردست کا ٹھینگا سر پر' ہے۔ یعنی اس محاورہ میں صحیح لفظ 'زبردست' ہے، 'زبردستی' نہیں۔ نسیم اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں بھی 'زبردست' ہی ہے۔ مگر ناقد نے 'زبردستی' لکھا ہے۔ ممکن ہے ناقد کو مغالطہ ہوا ہو یا 'زبردستی' سہو قلم ہو۔

۳۶ - 'جابر' کے سلسلہ میں ناقد کو پلیٹس سے شکایت ہے کہ اس نے اس کے معنی ہڈی جوڑنے والا اور تلافی' مافات کرنے والا درج نہیں کیے۔ ان معانی کے ترک کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اردو میں یہ معانی رائج نہیں ہیں۔ اگر کسی نے 'جابر' کو ان معانی میں استعمال کیا ہے تو یہ مثال شاذ ہوگی۔ ایسی صورت میں پلیٹس کو یہ معانی نظر انداز کرنے پر مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ کیونکہ پلیٹس نے عربی اور فارسی کی نہیں بلکہ اردو اور ہندی کی لغت لکھی ہے۔

۳۷ - 'جاٹنی' یہ لفظ پلیٹس نے درج نہیں کیا۔ ناقد کو اس پر اعتراض ہے جو درست ہے مگر ناقد نے یہ بھی بتایا ہے کہ پلیٹس نے 'جاٹنی' کی جگہ 'جٹی' درج کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس نے 'جاٹنی کے معنی میں 'جٹی' درج ہی نہیں کیا۔ پنجابی میں 'جاٹ' کو 'جٹ' کہا جاتا ہے اور اس کی تانیث 'جٹی' ہے۔

۳۸ - 'جادہ' پلیٹس نے اس کو عربی 'جادت' کی فارسی شکل بتایا ہے۔ ناقد کے خیال میں 'جادہ' مستقلاً فارسی الاصل لفظ ہے، جسے کوئی فارسی لغت عربی تسلیم نہیں کرے گی۔

مگر کیا کیا جائے 'فرہنگ عمید' میں 'جادہ' کو عربی بتایا گیا ہے - 'جادہ' کا یہاں ذکر ترتیب کے خلاف ہے - اس کا اندراج 'جب' سے پہلے ہونا چاہیے - 'مفتاح اللغات' (عربی ، اردو ڈکشنری) میں بھی 'جادۃ' عربی لفظ کی حیثیت سے درج ہے -

۳۹ - 'جادج' بقول ناقد اس کو پلیٹس نے عربی (معرب) بتایا ہے جادہ کا - مگر حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس نے اسے عربی نہیں بلکہ فارسی بتایا ہے -

عربی کی عام اور مشہور کتب لغت بشمول 'المنجد' میں 'جادج' درج نہیں ہے -

۴۰ - 'جرگہ' کو پلیٹس نے فارسی لفظ بتایا ہے - ناقد کے خیال میں یہ پشتو لفظ ہے - 'جرگہ' اور 'جرگ' فارسی میں مستعمل ہیں - عین ممکن ہے یہ فارسی میں پشتو سے گیا ہو اور یہ ممکن ہے کہ پشتو میں فارسی سے آیا ہو - پشتو میں فارسی کے بہت سے الفاظ مستعمل ہیں - ایسی صورت میں اگر پلیٹس نے 'جرگہ' کو فارسی کہا ہے تو اس کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا -

۴۱ - 'چابک' پر بحث کرتے ہوئے فاضل ناقد نے فرمایا ہے کہ چابک فارسی میں بمعنی چالاک و متحرک ہے مگر فارسی میں تازیانہ کے معنی میں نہیں ہے - ناقد کا یہ ادعا درست نہیں ہے - 'چابک' کے سلسلہ میں 'فرہنگ عمید' میں یہ بھی کہا گیا ہے : 'بمعنی تازیانہ ہم گفتہ اند' اور 'فرہنگ عمید' میں 'چابک سوار' بمعنی ماہر گھوڑ سوار بھی درج ہے -

۴۲ - 'چادرا' درج کرنے کے بعد ناقد نے لکھا ہے کہ اس کا 'علاقہ تداول معلوم نہیں' گویا ناقد کے خیال میں یہ لفظ کہیں مستعمل نہیں ہے یا پھر تحقیق طلب ہے -

پلیٹس نے اس کا املا 'چادرہ' لکھا ہے اور اسے فارسی لفظ بتایا ہے - پنجابی میں بھی 'چادرا' استعمال ہوتا ہے - خود میں نے لوگوں کو 'چادرا' بولتے سنا ہے -

۴۳ - 'چاندنا ، چاندنی ، چاننا ، چانی' - ناقد کے خیال میں پلیٹس نے اس لفظ کے مذکورہ چار روپ دیے ہیں - مگر حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس نے اس کے پانچ روپ درج کیے ہیں - پانچواں روپ جو ناقد نے نظر انداز کر دیا ہے 'چاندن' ہے -

۴۴ - 'چیٹک' ناقد نے اپنے جائزہ میں یہ لفظ درج کر کے اس کے معنی اور سند درج کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ اس لفظ کے سلسلہ میں چاہتے کیا ہیں - قرین قیاس یہی ہے کہ وہ پلیٹس کی اس کوتاہی کی نشان دہی کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے مزہ کے معنی میں یہ لفظ درج نہیں کیا - کیونکہ پلیٹس نے مختلف معنوں میں 'چیٹک' چار مرتبہ درج کیا ہے ، مگر مزہ اور چسکا کے معنی میں یہ لفظ درج نہیں کیا -

۴۵ - 'چمرس' ناقد کا اعتراض یہ ہے کہ 'چمرس' کے ایک معنی چمڑے کا رسا بھی ہیں ، جو پلیٹس نے درج نہیں کیے - مگر یہ معنی اردو میں عام طور پر رائج نہیں ہیں ، شاید اسی وجہ سے پلیٹس نے یہ معنی نظر انداز کر دیے -

۴۶ - 'چہرہ شاہی' پلیٹس نے درج نہیں کیا اور اس پر ناقد کو اعتراض ہے اور اس کے معنی چاندی کا روپیا بتائے ہیں -
اصلاً 'چہرہ شاہی' صفت ہے یعنی بادشاہ کے چہرے والا - چونکہ روپے پر بادشاہ کے چہرہ کی تصویر ہوتی تھی ، اس لیے اسے چہرہ شاہی کہنے لگے - بطور صفت یوں بولتے تھے مثلاً 'دس روپے چہرہ شاہی' مجازاً چہرہ شاہی بطور اسم بھی تصویر دار روپے کے لیے استعمال ہونے لگا - اس لفظ سے صرف نظر پلیٹس کی کوتاہی ہے -

ترتیب کے لحاظ سے اس کا ذکر 'چٹیک' سے پہلے ہونا چاہیے تھا -

۴۷ - 'حباب' پلیٹس نے 'حباب سا' درج کیا ہے - ناقد نے اسے میر کے شعر میں مستعمل 'حباب کی سی' کی ایک صورت قرار دیا ہے -

میر نے 'حباب کی سی' کی ترکیب نا پائیدار کے معنی میں استعمال کی ہے اور پلیٹس نے 'حباب سا' کے معنی نازک ، کمزور ، اور خفیف بتائے ہیں -

۴۸ - '**خان و مان** ، خانماں' پلیٹس نے 'خانماں' کو خان بمعنی خانہ اور مان بمعنی گھر کا مرکب بتایا ہے اس پر ناقد کو اعتراض ہے اور ان کے خیال میں 'مان' کا میم تابع مہمل کا ہے ، جو الگ نہ معنی دیتا ہے اور نہ بولا جاتا ہے -

'فرہنگ عمید' میں 'خانماں' کی تشریح یوں کی گئی ہے :- 'مرکب از خان و مان کہ ہر دو بمعنی خانہ است' اور اس کے معنی گھر ، گھر والے اور گھر کا سامان بتائے گئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'مان' کے معنی بھی گھر کے ہیں -

۴۹ - 'خدیو' ناقد نے اس پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ 'یہ لفظ بمعنی بادشاہ ہے لیکن مصر کے ساتھ مخصوص اور اس کا تلفظ مختلف حرکات سے مستعمل ہے -

اگرچہ مصر کے بادشاہ کو 'خدیو' کہا جاتا تھا ، مگر یہ لفظ محض مصر کے لیے مخصوص نہیں بلکہ بلا تخصیص 'بادشاہ' کے معنی میں مستعمل ہے - فردوسی نے کہا ہے :

سیالک بدست خود ورای دیو
تبہ گشت وماند انجمن بے خدیو

اس کی ایک صورت 'خدیور' بھی فارسی میں رائج ہے -

۵۰ - 'خزاز' پلیٹس نے درج نہیں کیا - ناقد کو اس پر اعتراض ہے - ناقد نے یہ بھی فرمایا ہے کہ 'خزاز' امام ابو حنیفہ کی کنیت تھی -

پہلی بات تو یہ ہے کہ 'خزاز' کنیت نہیں ہے بلکہ پیشہ کی نسبت سے نام ہے جیسے بزاز ، سراج ، ملاح ، و علیٰ ہذا القیاس 'خزاز' کے معنی میں 'خز فروش' چونکہ امام ابوحنیفہ کپڑے

کا کاروبار کرتے تھے ، جس میں 'خز' بھی شامل ہے ، اس لیے ان کو 'خزاز' بھی کہا جاتا تھا ۔ یاد رہے کہ کنیت میں والدین یا اولاد کی نسبت ضروری ہے خواہ یہ نسبت حقیقی ہو یا مجازی ۔ 'ابو حنیفہ' البتہ کنیت ہے ۔ اسی طرح ابو الکلام ، ام القریٰ ، ابن الوقت ، بنت السحر کی قبیل کے الفاظ کنیت کہلاتے ہیں 'خزاز' چونکہ اردو میں عام طور پر مستعمل نہیں ہے ۔ اس لیے اس کے عدم اندراج پر پلیٹس کو ہدف اعتراض بنانا مناسب نہیں ہے ۔

۵۱ ۔ **'خوے'** پلیٹس نے درج نہیں کیا ۔ اسی پر ناقد کو اعتراض ہے جو موصوف نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ فارسی میں بکثرت وارد ہوتا ہے اور ناقد نے اس کی سند میں قاآنی شیرازی کا شعر بھی پیش کیا ہے ۔

کسی لفظ کے فارسی میں بکثرت استعمال ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اسے اردو لغت میں شامل کیا جائے ۔ کوئی لفظ اردو لغت میں اسی وقت بار پا سکتا ہے ، جب وہ اردو میں بھی مروج ہو ۔ مجرد 'خوے' اردو میں مستعمل نہیں ہے ۔ اس لیے پلیٹس نے اسے درج نہیں کیا ۔ اگر ناقد اس کی سند اردو کے کسی شاعر یا ادیب کے کلام سے پیش کرتے تو ایک بات بھی تھی ۔

۵۲ ۔ **'خوے گیر'** ناقد کو اعتراض ہے کہ پلیٹس نے یہ لفظ بھی درج نہیں کیا 'حالانکہ عامۃ الورود ہے' ۔

اردو میں یہ لفظ 'خوے گیر' نہیں بلکہ 'خو گیر' کی صورت میں رائج ہے ۔ پلیٹس نے 'خو گیر' کاٹھی کے نیچے کا نمدہ کے معنی میں درج کیا ہے ۔ چونکہ یہ لفظ بصورت 'خوے گیر' اردو میں مستعمل نہیں ہے ، اس لیے پلیٹس نے یہ صورت نظر انداز کردی ۔

۵۳ ۔ **'خیلا'** کو پلیٹس نے ہندی لفظ بتایا ہے ۔ مگر ناقد کا خیال ہے کہ : 'اس لفظ کو عربی ہی شمار کرنا چاہیے کہ طراری اور

خوبصورتی چہرے کی لازم و ملزوم امور ہیں'۔

پلیٹس نے اس کو 'کھیل' سے مشتق قرار دیا ہے اور اس کے معنی 'طرار' نہیں بتائے بلکہ کھلنڈری اور بیوقوف عورت اس کے معنی لکھے ہیں۔ 'خیلا' عربی جیسا کہ ناقد نے خود اس سے پہلے درج کر کے اس کے معنی 'زیادہ تلون والے چہرے والی' بتائے ہیں اس سے مختلف لفظ معلوم ہوتا ہے۔ اگر اسے عربی 'خیلا' ہی سمجھا جائے تو اس کے معنی طراری اور خوبصورتی قرار دینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ چہرہ پر تلوں کی بھر مار خوبصورتی نہیں بلکہ بد صورتی ہے۔ 'خیلا' بمعنی کھلنڈری اور بیوقوف عورت کو اگر پلیٹس نے 'خیلا' عربی بمعنی بہت تلوں والی سے مختلف سمجھا ہے تو قرین قیاس ہے۔

۵۴ - 'ڈاڑھ مارنا' پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے لکھا ہے کہ یہ محاورہ اردو ادب میں نظر نہیں آیا۔

بات در اصل یہ ہے کہ پلیٹس نے صرف وہی الفاظ اور محاورات درج نہیں کیے جو ادبی حیثیت کے حامل ہیں ، بلکہ بہت سے علاقائی الفاظ و محاورات بھی شامل کیے ہیں۔ یہ اس لغت کی اضافی خوبی ہے۔

۵۵ - 'داشت' اس لفظ پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے ایک جگہ دو --- ایسے ناموس الفاظ --- الخ لکھا ہے۔ یہاں یہ 'نامانوس' ہونا چاہیے ، جو سہو قلم سے 'ناموس' لکھا گیا ہے۔

۵۶ - 'دامنی' کو بقول ناقد پلیٹس نے ہندی لفظ قرار دیا ہے۔ 'بسبب یاء تصغیر ہندی کے جو فارسی کے دامن پر ایزاد کر لی گئی ہے'۔

یہاں ناقد کو مغالطہ ہوا ہے۔ پلیٹس نے 'دامنی' چار جگہ چار مختلف الاصل الفاظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔ پہلا 'دامنی' بمعنی عورت کے لباس کا حصہ ، نقاب وغیرہ اور اسے ہندی

نہیں بلکہ فارسی بتایا ہے ۔ دوسرا 'دامنی' ہندی ہے اس کے معنی بھی ، تیسرا 'دامنی' سنسکرت ہے اور اس کے معنی رسا اور چوتھا 'دامنی' بمعنی سنسکرت ہے اور صفت ہے ۔ ناقد نے پہلے 'دامنی' کو دوسرے 'دامنی' سے مخلوط کر دیا ۔

۵۷ ۔ **'داودی'** کے اس املا پر ناقد کو اعتراض ہے ۔ ان کے خیال میں واو پر ہمزہ ہونا چاہیے ۔

فارسی کتب لغت میں یہ لفظ بلا ہمزہ درج ہے ۔ پلیٹس نے بھی فارسی طرز املا کا تتبع کیا ہے ۔

۵۸ ۔ **'دبدبہ'** کو ناقد نے متنازعہ فیہ لفظ قرار دیا ہے ۔

مگر اکثریت اسے عربی لفظ قرار دیتی ہے ۔ پلیٹس نے بھی اس کی اصل عربی بتائی ہے ، جیسا کہ خود ناقد نے تسلیم کیا ہے 'فرہنگ آصفیہ' میں بھی اسے عربی لفظ بتایا گیا ہے ۔ 'فرہنگ عمید' میں بھی یہ بحیثیت عربی لفظ درج ہے اور اس کے معنی جانوروں کے پاؤں کی آواز ، ڈھول کی آواز ، بادشاہوں اور بزرگوں کے مرکب کی حرکت کی آواز بتائے ہیں ۔

۵۹ ۔ **'درخشاں'** پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے خیال ظاہر فرمایا ہے کہ یہ لفظ تصحیف کاتباں کا نتیجہ ہے اور 'درخشیدن' فارسی ادبیات میں کہیں دستیاب نہیں ہوتا ۔

'فرہنگ عمید' میں 'درخشاں اور درخشیدن' بمعنی 'درخشاں و درخشیدن' درج ہیں اور ان کی سند میں فردوسی اور خواجہ کے یہ اشعار بھی منقول ہیں :

۱   درخش درخشاں پس پشت او
یکی کابلی تیغ در مشت او   (فردوسی)

۲   قطب دیں شاہ تہمتن کہ زہمش خورشید
بدرخشد چو بکف دستہ خنجر دارد   (خواجہ)

تاہم یہ امکان نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اصلاً یہ درخشاں

اور درخشیدن کی تصحیف ہو اور بعد میں یہ صورت بھی رائج ہو گئی ہو ۔ اتنی بات تو ثابت ہے کہ یہ صورت رواج پا چکی ہے ، ورنہ اسے کتب لغت میں بار نہ ملتا ۔

۶۰ ۔ **'دفر قلعہ'** بقول ناقد پلیٹس نے اسے فارسی قرار دیا ہے مگر یہ فارسی نہیں ترکی ہے ۔

پلیٹس نے اسے محض فارسی بتانے پر اکتفا نہیں کیا ۔ بلکہ اسے عربی 'دفر + قلیہ' کا مرکب قرار دیا ہے ۔ گویا پلیٹس کے نزدیک یہ اصلاً عربی لفظ ہے ۔

۶۱ ۔ **'دق'** کے معنی بقول ناقد پلیٹس نے 'پتلا ہونا' پیچیدہ ہونا بتائے ہیں اور ناقد کے نزدیک اس کے 'پہلے معنی یعنی پتلا ہونا غلط ہیں' ۔

پلیٹس نے اس کے معنی Their, slender, minute, subtle لکھے ہیں ۔ چونکہ ناقد کو اس کے معنی 'پتلا' پر اعتراض ہیں ، اس لیے اسی پر بات کرنی چاہیے ۔ پلیٹس یہ معنی بیان کرنے میں تنہا نہیں ہے ۔

'فرہنگ عمید' میں 'دق' کے ایک معنی 'باریک ، اندک ، کم' درج ہیں ۔ 'دقت' کے معنی 'باریکی' اور 'دقیق' کے معنی 'باریک ، ہر چیز نرم ، ضد غلیظ' مذکور ہیں ۔ 'برہان قاطع' کا اندراج یہ ہے : 'بکسر اول و تشدید ثانی 'عربی بمعنی باریک باشد' ۔

'المنجد' میں ہے : 'دق ۔ دقۃ' 'ضد غلط'

اس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کے معنی پتلا یا نرم غلط نہیں ہیں ۔

۶۲ ۔ **'دمدمہ'** کے معنی 'بار بار توپ دغنے کی آواز اور مجازاً وہ مقام جہاں پر توپ لگی ہوئی ہو' ناقد نے اس لفظ کو 'لچکدار' قسم کا لفظ قرار دیا ہے یعنی اسے عربی ، فارسی اور سنسکرت میں سے کسی بھی زبان کا لفظ قرار دیا جا سکتا ہے

پلیٹس نے اسے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے۔

'عمید' نے اسے عربی لفظ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ عربی میں اس کے معنی 'باخشم سخن گفتن' ہیں 'برہان قاطع' میں اس کے معنی 'مکر و فریب و افسون' بھی لکھے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ 'سرکوب و قلعہ را نیز گفتہ اند و آں برج مانندی باشد کہ از چوب و سنگ و گل سازند و از آنجا توپ و تفنگ بقلعہ اندازند'۔

'دمدمہ' مورچہ اور قلعہ بندی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ 'برہان قاطع' کے اقتباس بالا سے ان معنی کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

'برہان قاطع' کے مرتب و حاشیہ نگار ڈاکٹر محمد معین نے حاشیہ میں 'دمدمہ' کو عربی لفظ تسلیم کیا ہے اور کہا ہے 'در عربی بمعانی دیگر آمدہ'۔

'مفتاح اللغات' (عربی) نے بھی 'دمدمہ' درج کیا ہے اور اس کے معنی نیست و نابود کرنا اور 'علیٰ' کے ساتھ استعمال ہو تو اس کے معنی غصہ میں بات کہنا ، ہلاک کرنا ، بتاتے ہیں 'مشہور عربی لغت' 'المنجد' نے 'دمدم اور دمدمہ درج کیے ہیں اور ان کے معنی 'کلمۃ مغضبا' یعنی غصہ سے کلام کرنا درج کیے ہیں۔

اس تمام بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ 'دمدمہ' فارسی اور 'دمدمہ' عربی صورتاً ایک ہونے کے باوجود معناً دو مختلف الفاظ ہیں۔

۶۳ - **'دمہ'** کے معنی پلیٹس نے ضیق النفس اور دھونکنی بیان کیے ہیں۔ ناقد کے خیال میں اس کے دوسرے معنی 'دھونکنی' کے لیے فارسی میں 'دم' آتا ہے اور اس کی سند میں مرزا حبیب قاآنی شیرازی کے قصیدہ سے یہ ٹکڑا نقل کیا ہے ' - - - - - نفس دم مرگ آہنگر' اگر ناقد پورا شعر یا کم از کم پورا

مصرع درج کرتے تو بہتر ہوتا اور 'دم' کے معنی متعین کرنے میں مدد ملتی - بہر حال یہ درست نہیں کہ 'دمہ' دھونکنی کے معنی میں فارسی میں مستعمل نہیں ہے - 'فرہنگ عمید' میں 'دمہ' کے ایک معنی 'آلت دمیدن ، دم آہنگری' مذکور ہیں - برہان قاطع میں 'دمہ' کے متعدد معنی بتائے گئے ہیں - ایک معنی دھونکنی بھی بیان ہوئے ہیں - برہان کے الفاظ یہ ہیں : 'بمعنی دم آہنگراں ہم ہست' -

ان اسناد سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی میں دھونکنی کے لیے 'دم' کے علاوہ 'دمہ' بھی رائج ہے -

۶۴ - 'ُدند' کی تشریح ناقد نے یوں فرمائی ہے - فارسی بمعنی 'کھڈی کی کشتی' ہے - دیگر معانی (ہندی) جنگی نقارہ ، شور شرابا ، ظلم و جور وغیرہ' -

ناقد نے اول تو 'دند' اور 'ُدند' کو مخلوط کر دیا ہے اور پھر معنی بھی غلط منسوب کیے ہیں -

پلیٹس نے 'ُدند' بضم اول کو فارسی نہیں بلکہ ہندی بتایا ہے - اور اس کے معنی بڑا نقارہ لکھے ہیں اور 'دند' بفتح اول کو فارسی لفظ کی حیثیت سے الگ درج کیا ہے اور اس کے معنی کھڈ کا شہتیر بیان کیے ہیں -

۶۵ - 'دوالی ، دوالی' کے معنی ناقد نے 'پیٹی باندھے' ، کنایہ از لشکری و سپاہی و جند وغیرہ' لکھے ہیں - یہاں ناقد نے 'دوالی بند' کو 'دوالی' سمجھ لیا ہے - پلیٹس نے 'دوالی' کے معنی چمڑے کا تسمہ اور پیٹی بیان کیے ہے اور 'دوالی بند' کے معنی پیٹی والا اور سپاہی لکھے ہیں -

۶۶ - 'دوبھر' درج کر کے ناقد نے فرمایا ہے کہ پلیٹس نے اس کے تین معانی درج کیے ہیں -

۱ - مشکل کام - ۲ - سخت گیری - ۳ - کابوس (Nightmare)

اور پھر ان تینوں معانی کی مزید تشریح کی ہے -

حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس نے 'دوبھر' کے تین نہیں بلکہ نو معانی

درج کیے ہیں مگر کہیں بھی اس کے معنی Nightmare یا کابوس نہیں بتائے۔ معلوم نہیں ناقد نے یہ معنی کہاں سے نقل کیے ہیں۔

۶۷ - 'دول ، دول ، دول' بقول ناقد پلیٹس نے اس کے دو معنی درج کیے ہیں۔

۱ - حکومتیں - ۲ - مال و دولت اور ناقد کے خیال میں دوسرے معنی یعنی مال و دولت 'فارسی اور اردو میں کہیں نہیں مستعمل نظر آئے'۔

پلیٹس نے اس کے جو دو معنی بیان کیے ہیں وہ Riches wealth ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے کس لفظ کا ترجمہ ناقد نے 'حکومتیں' کیا ہے اور کس قرینہ سے۔

اکثر کتب لغت میں 'دول' کو 'دولت' کی جمع بتانے پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ 'دولت' کے معنی مال اور حکومت وغیرہ بتائے ہیں۔ 'دولت' کی تشریح میں 'فرہنگ عمید' کا اندراج یہ ہے۔ 'دارائی ، ثروت ، مال ، آنچہ بگردش زمان و نوبت از یکی بدیگری برسد ، گردش نیکی اسود کسی ، و در اصطلاح زمان سلطنت و حکومت بر یک کشور و نیز بمعنی ہیئت وزیران ، نخست وزیر و وزیران او۔ دول جمع'۔

'المنجد' کی تشریح حسب ذیل ہے : 'الدولة' (حص) ج دِول و دُول۔ ما یتداول فیکون مرة لهذا و مرة لذاک فتطلق علی المال و الغلبه لا تطلق اجالاً علی البلاد فیقال مثلاً 'دولة لبنان ، الدول العربیه' الهیئته الحاکمه فی البلاد'۔

'المنجد' نے بھی وہی بات کہی ہے جو 'فرہنگ عمید' کے حوالہ سے مذکور بالا ہے۔ ان اسناد سے 'دول اور دولت' کے دونوں معنی متحقق ہو جاتے ہیں اور اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۶۸ - 'دہا' پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے بتایا ہے کہ اس کا صحیح

املا 'دہہ' ہے اور 'دہا' بمعنی عشرہ و عشرہ محرم اب غریب الاستعمال ہے۔

ناقد کا یہ خیال صحیح ہے کہ اس کا صحیح املا 'دہہ' ہے مگر عشرہ کے معنی میں یہ غریب الاستعمال نہیں ہے۔ یہ لفظ اخباروں میں اب بھی عشرہ یا decade کے معنی میں مستعمل ہے۔

۶۹۔ 'دہر' پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے اعتراض کیا ہے کہ 'مولف (یعنی پلیٹس) نے اس کو 'دہریہ' کے معنی میں لکھ دیا ہے'۔

پلیٹس نے 'دہر' کے معنی 'دہریہ' نہیں لکھے، بلکہ اس کے معنی atheism لکھے ہیں۔ atheism کا ترجمہ 'دہریہ' نہیں بلکہ 'دہریت' ہے۔ چونکہ 'دہریہ' 'دہر' سے مشتق ہے اور 'دہریہ' کے معنی atheist ہیں۔ اس لیے اس قیاس پر پلیٹس نے اس کے معنی atheism بھی لکھ دیے۔ جو درست نہیں۔ یہ مفہوم 'دہریت' کا ہے۔

۷۰۔ 'دھلینڈی' کے معنی پلیٹس کے حوالہ سے یوں بیان کئے ہیں: 'ہولی کا دوسرا دن جب خاک اڑائی جاتی ہے' اور آگے چل کر مرزا قتیل کے حوالہ سے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ خاک نہیں بلکہ عبیر اور گلال ہوتے ہیں، جو رنگین مٹی ہیں۔

ناقد نے پلیٹس کے اندراج کا غلط ترجمہ کیا ہے۔ ورنہ پلیٹس نے بھی عبیر اور گلال ہی لکھا ہے۔ پلیٹس کی عبارت یہ ہے۔

"The second day of the Holi Festival on which they throw a red powder called abir or gulal on one another".

اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ہولی کے تیوہار کا دوسرا دن، جس پر وہ ایک دوسرے پر سرخ سفوف پھینکتے ہیں، جس کو عبیر یا گلال کہتے ہیں'۔

البتہ خاک آڑانے کا ذکر پلیٹس نے اسی لفظ کے پہلے معنی میں یوں کیا ہے۔

"The first day of the month C'ait (on which it is practice of the Hindus to scatter ash'es)"

یعنی چیت کے مہینے کا پہلا دن (جس پر ہندوؤں میں راکھ بکھیرنے یا خاک آڑانے کی رسم پائی جاتی ہے) ناقد نے دونوں معنوں کو گڈ مڈ کر دیا ہے۔ پہلی سطر دوسرے معنی کی لے لی ہے اور اس سے پہلے معنی چسپاں کر دیے ہیں۔

۷۱ - 'دھنتر' کے معنی ناقد نے پلیٹس کے حوالہ سے 'بہادر' با رسوخ جری وغیرہ' بتائے ہیں اور 'فرہنگ آصفیہ' سے اس کے معنی 'دولت مند، امیر، زاردست، تیس مار خاں، رقم، سرکش، راجہ اندر کا حکیم' نقل کر کے فرمایا ہے۔

اس موقع پر سید احمد دہلوی اور پلیٹس کے علم کا تقابل بے محل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس نے بھی 'دھنتر' کے کم و بیش وہی معانی بتائے ہیں جو 'فرہنگ آصفیہ' نے بیان کیے ہیں۔ پلیٹس نے اس کے معنی امیر، دولت مند، طاقت ور اور با اثر شخص لکھے ہیں۔ 'بہادر اور جری' ناقد کا اپنا اضافہ۔ ایک معنی 'راجہ اندر کا حکیم' جو 'فرہنگ آصفیہ' کے حوالہ سے بیان ہوئے ہیں وہ بھی پلیٹس نے نظر انداز نہیں کیے البتہ ان معنی میں 'پلیٹس' نے 'دھنتر' الگ درج کیا ہے، کیونکہ یہ ایک خاص شخص کا نام ہے۔ اس لیے اس کا ذکر الگ ہی مناسب تھا۔

۷۲ - 'دھولا' برائے دھلا ہوا۔ پلیٹس نے یہ لفظ ان معنی میں درج

نہیں کیا البتہ 'دھولا' بمعنی سفید ، صاف ، اجلا ، درج کیا ہے ۔
اس کی وجہ خود ناقد نے بیان فرما دی ہے کہ 'اب عرصہ سے
متروک ہے ۔ غالباً ہندی جدید میں بھی قلیل الاستعمال ہو گا' ۔
ایسی صورت میں اس کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی ۔

۷۳ - **'دیپک'** پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے لکھا ہے 'مولف (یعنی
پلیٹس) نے اسے بطور مصدر یعنی دیپ جلانا بھی درج کیا ہے ۔
یہ معنی بھی بعید از قیاس ہیں ، معلوم نہیں کہاں سے مولف کو
ہاتھ آئے' ۔

یہ اعتراض غلط ہے ۔ پلیٹس نے 'دیپک' بطور مصدر کہیں درج
نہیں کیا بلکہ اسم مذکر اور صفت کے طور پر درج کیا ہے ۔
اس کے معنی روشنی ، چراغ اور آتشبازی کے علاوہ بطور صفت
یہ لکھے ہیں :

Kindly, inflaming, illuminating, making bright or luminous, exciting, stimulating ;

شاید اس تشریح سے ناقد کو دھوکا ہو ، اور وہ ان کو مصدر
کے معنی میں سمجھ بیٹھے ۔ حالانکہ یہ تمام الفاظ جو اقتباس
بالا میں (ing) پر ختم ہوئے ہیں ۔ انگریزی قواعد کی رو سے
present participle ہیں اور بطور صفت استعمال ہوتے ہیں ۔
پلیٹس نے بھی شروع میں ان کی حرفی حیثیت adj : (adjective)
اور m· o' لکھ کر واضح کی ہے ۔ مصدر کو پلیٹس v یعنی
verb کی علامت سے ظاہر کرتا ہے ۔ یہ الگ بحث ہے کہ 'دیپک'
کے یہ معنی درست ہیں یا نہیں ۔

۷۴ - **'دیجور'** کو پلیٹس نے فارسی لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور
اس کی اصل عربی 'دجو' بتائی ہے ۔ ناقد نے اس پر بحث کرتے
ہوئے اسے پر اسرار لفظ کہا ہے ، مگر موصوف نے یہ نہیں
بتایا کہ اس کی اصل کیا ہے ۔ 'فرہنگ عمید' میں اسے عربی بتایا
گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عربی میں یہ 'تاریکی ،

تاریکی شب اور خاک تیرہ' کے معنوں میں مستعمل ہے اور فارسی میں اس کے معنی 'شب دراز و بسیار تاریک ہیں' ۔
مفتاح اللغات (عربی ۔ اردو) میں 'دیجور' عربی لفظ کی حیثیت سے شامل ہے اور اس کے معنی : 'اندھیرا : گوپ اندھیرا ، دھندلا رنگ سیاہی مائل ، موکوئی گھاس کا ڈھیر' بیان کیے گئے ہیں ۔

اس لفظ کی ساخت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اصلاً یہ عربی ہے اور 'دجا یا دجو' سے ماخوذ ہے ۔

۷۵ ۔ 'دیہلی' پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے خیال ظاہر کیا ہے کہ 'ممکن ہے کہ دیہلی ڈیوڑھی ہی کا عوامی مخفف ہو' ناقد کا یہ قیاس درست نہیں ہے ۔ 'دیہلی' جس کی ایک املائی صورت 'دہلی' بھی ہے 'ڈیوڑھی' سے معنوی تعلق تو رکھتا ہے ، مگر کوئی اشتقاق تعلق نہیں رکھتا ۔ بلکہ کوئی صوتی تعلق بھی نہیں رکھتا ۔ یہ در اصل 'دہلیز' کا مخفف بلکہ مرخم ہے ۔

۷۶ ۔ 'ڈاکن' کو ڈاکو کی تانیث بتا کر ناقد نے فرمایا ہے کہ اس سے ذہن ڈاکیا کی مونث کی طرف جاتا ہے ۔ اس لفظ سے ڈاکیا کی طرف ذہن منتقل ہو یا نہ ہو ، مگر پلیٹس نے اس کے معنی 'ڈاکیے کی بیوی' بھی درج کر دیے ہیں ۔

۷۷ ۔ 'ڈاکیت' پر کلام کرتے ہوئے ناقد نے فرمایا ہے کہ عام اور مقبول تلفظ ڈکیت ہے یہ درست ہے اور پلیٹس کو بھی اس کا احساس تھا ۔ اس لیے اس کے معنی درج نہیں کیے بلکہ پلیٹس نے 'ڈکیت' سے رجوع کرنے کی ہدایت کی ہے ۔

۷۸ ۔ 'ڈبرو ، ڈمرو' درج کر کے 'ب' اور 'م' کے تبادل پر طویل بحث کی ہے ۔ اس سے قطع نظر کہ یہ بحث ضروری تھی یا نہیں ، یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ پلیٹس نے 'ڈبرو اور ڈمرو' دونوں درج کیے ہیں ، مگر حقیقت یہ ہے کہ پلیٹس نے 'ڈبرو' درج ہی نہیں کیا ۔ پلیٹس نے 'ڈبرا' کے بعد 'ڈبری' درج کیا ہے ۔

۷۹ - 'ڈھالو' پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے بتایا ہے کہ 'ڈھلوان' صفت بھی ہے اور 'اسم مجرد' بھی - یہ شاید ābstract noun کا ترجمہ ہے -

حقیقت یہ ہے کہ 'ڈھلوان' صفت اور اسم کے تلفظ میں نازک فرق ہے 'ڈھلواں' بطور صفت نون غنہ سے بولا جاتا ہے اور 'ڈھلوان' اسم نون غنہ سے مستعمل ہے - مگر اسم کے معنی میں 'ڈھلوان' کی بجائے 'ڈھلان' زیادہ استعمال ہوتا ہے -

۸۰ - 'راب' ناقد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے عام لفظ قرار دیا ہے - حقیقت یہ ہے کہ 'راب' پنجابی میں زیادہ استعمال ہوتا ہے - اردو میں اس کی جگہ 'شیرہ' زیادہ استعمال ہوتا ہے -

۸۱ - 'راکھشس' درج کر کے ناقد نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے - یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ پلیٹس نے اس کا املا 'راکشس' لکھا ہے 'راکھشس' نہیں - اگرچہ دوسرا املا بھی مروج و متداول ہے -

۸۲ - 'راکھشس بیاہ' پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے فرمایا ہے کہ یہ مرکب اضافی بہ اضافت مقلوب ہے اور اس کے معنی بے جوڑ بیاہ کے ہیں -

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ پلیٹس نے یہاں بھی 'راکشس بیاہ' لکھا ہے 'راکھشس' نہیں - دوسری بات یہ ہے کہ یہ مرکب اضافی بہ اضافت مقلوب نہیں ہے - بلکہ یہ مرکب توصیفی ہے ، جس میں راکشس صفت ہے اور بیاہ موصوف پلیٹس نے 'راکشس' صفت بھی بتایا ہے - اس ترکیب کے لفظی معنی شیطانی بیاہ ہیں - اس کے معنی 'بے جوڑ بیاہ' نہیں ہیں - پلیٹس نے اس کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس میں لڑکی کے رشتہ داروں کو شکست دے کر یا ہلاک کر کے لڑکی کو زبردستی پکڑ لیا جاتا ہے اور جبراً مقاربت کی جاتی ہے - لڑکی کو جبراً اٹھا کر لے جانا اور اس کو بیوی بنا لینا راکشس بواہ یا بیاہ

کہلاتا ہے - ہندو دھرم کے مطابق یہ بھی بیاہ کی ایک قسم ہے - اس بیاہ کو نا پسندیدہ قرار دیا گیا ہے مگر راجاؤں کو اس کی اجازت بھی دی گئی ہے -

۸۳ - **'راکھشسی'** ناقد نے اسی صورت میں اس کا اندراج کیا ہے ، مگر پلیٹس نے یہ لفظ بھی 'راکشسی' کی صورت میں درج کیا ہے -

۸۴ - **'راکھڑی** ، راکھی' ناقد نے ان دونوں لفظوں کو مترادفات کے طور پر درج کیا ہے - مگر 'پلیٹس' نے 'راکھڑی' کو ایک مختلف لفظ کی حیثیت سے درج کیا ہے اور اس کے معنی 'سر کا زیور' بتائے ہیں - جو معنی ناقد نے بیان کیے ہیں ، وہ پلیٹس نے 'راکھی' کے تحت درج کیے ہیں - اس رسم کو 'راکھی بندھن' بھی کہتے ہیں -

۸۵ - **'راگ'** پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے بتایا ہے کہ راگ ہندی ، سنسکرت میں 'راگ' بر وزنِ کیف ہے یعنی بفتح آخر ہے - سنسکرت میں واقعی 'راگ' بفتح کاف فارسی ہے ، مگر ہندی اور اردو میں بسکون آخر ہی مستعمل ہے - 'پلیٹس' نے 'راگ' کو سنسکرت لفظ بتایا ہے مگر بسکون حرف آخر درج کیا ہے - اس کے دونوں تلفظ درج کرنے ضروری تھے -

۸۶ - **'راندھنا'** پر گفتگو کرتے ہوئے ناقد نے فرمایا ہے کہ 'ریندھنا' غیر حاضر ہے - فاضل ناقد نے تلاش اور غور کی زحمت نہیں فرمائی - 'ریندھنا' اپنے مقام پر درج ہے - دیکھیے صفحہ ۶۱۲ متون (کالم) ۲ -

۸۷ - **'راول'** کے معنی سردار اور شہزادہ بیان کر کے ناقد نے بتایا ہے کہ راول پنڈی اور راولا کوٹ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ فوجی سرداروں کے گاؤں ہیں - اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ پنجابی میں راول شہزادہ اور سردار کے معنی میں مستعمل ہے - یہ ایک حد تک درست ہو سکتا ہے - لیکن پنجاب میں یا کم از

کم ہمارے علاقہ میں راول یا رول ایک قوم کا نام بھی ہے ۔
جن کو جوگی بھی کہتے ہیں ۔ اس قوم کے لوگ ہاتھ دیکھنے ،
قسمت کا حال بتانے کے علاوہ مانگتے بھی ہیں ۔

۸۸ - **'ربوب'** کے متعلق فاضل ناقد نے انکشاف فرمایا ہے کہ یہ
عربی 'رب' کی جمع بر وزن فعول ہے ۔ 'ارباب' زیادہ متداول
ہے ۔

یہاں یہ وضاحت نا مناسب نہ ہو گی کہ 'ارباب' 'رب' بفتح اول
بمعنی پروردگار کی جمع کے طور پر زیادہ متداول ہے ۔

'ربوب' 'رب' بمعنی جوہر و شیرہ کی جمع کے طور پر زیادہ
مستعمل ہے 'رب' کی جمع 'ارباب' مستعمل نہیں ہے ۔ پلیٹس نے
'ربوب' ، 'رب' بمعنی جوہر و شیرہ کی جمع کے طور پر درج
کیا ہے ۔ اگرچہ 'ربوب' 'رب' بفتح اول کی جمع کے طور پر بھی
عربی میں رائج ہے ۔ اور 'رب' کی جمع ربوب کے علاوہ رباب
بھی ہے ۔ اردو میں زیادہ تر 'رب' بفتح اول کی جمع 'ارباب'
اور 'رب' بضم اول کی جمع ربوب استعمال ہوتی ہے ۔ پلیٹس کا
اندراج صحیح ہے ۔

۸۹ - **'رست و خیز'** پر کلام کرتے ہوئے ناقد نے اعتراض کیا ہے
کہ 'پلیٹس' بہ ترتیب قیامت resurrection کے معنی میں درج
نہیں کی ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں 'رست و خیز' مرکب عطفی کے
طور پر بمعنی قیامت مستعمل نہیں ہے ۔ اس لیے پلیٹس نے اس
کے یہ معنی نہیں بتائے ۔ قیامت کے معنی میں 'رست خیز' رائج
ہے ۔ چنانچہ پلیٹس نے بھی ان معنی میں 'رست خیز' درج
کیا ہے ۔

۹۰ - **'رضائی'** پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اسے (پلیٹس نے)
مصدر 'رضیدن' سے مشتق بتایا ہے ۔ یہاں ناقد کو مغالطہ ہوا ۔
'رضیدن' نہ کوئی مصدر ہے اور نہ پلیٹس نے 'رضیدن' لکھا ہے ۔
پلیٹس نے اسے 'رزیدن' یعنی رنگنا سے ماخوذ بتایا ہے ۔ فاضل

ناقد نے غور نہیں فرمایا کہ پلیٹس نے جہاں ضاد کی جگہ زیڈ استعمال کیا ہے وہاں زیڈ کے نیچے نقطہ دیا ہے 'Z' اور جہاں زائے منقوط کی جگہ استعمال کیا ہے وہاں نقطہ نہیں دیا - اسی طرز املا کے مطابق پلیٹس نے رضائی کو razai یعنی زیڈ کے نیچے نقطہ دے کر لکھا ہے اور 'رزیدن' کو razidan بے نقطہ زیڈ کے ساتھ لکھا ہے - اگر یہ لفظ 'رزیدن' سے مشتق ہے تو اس کا صحیح املا 'رزائی' ہونا چاہیے -

دوسرا قیاس یہ ہے کہ یہ کسی 'رضا' نام کے شخص کی اختراع ہے ، جس کی نسبت سے اسے 'رضائی' کہا گیا ، جس طرح 'باقر خان' کی نسبت سے 'باقر خانی' نام پڑ گیا - اس صورت میں اس کا املا 'رضائی' درست ہے -

۹۱ - 'رکھی' کے معنی ناقد نے ذخیرہ گیاہ Hay stack بتائے ہیں اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ معنی پلیٹس نے بیان کیے ہیں - مگر پلیٹس نے اس کے معنوں میں Hay stack نہیں لکھا - بلکہ اس کے معنی :

'a preserve (for grass or game) a grassy wood'

لکھے ہیں -

'رکھی' ناقد نے تشدید کے ساتھ درج کیا ہے - مگر پلیٹس نے اسے 'رکھی' بلا تشدید بمعنی محافظ و نگہبان لکھا ہے اور یہی صحیح ہے -

۹۲ - 'سار' پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے فرمایا ہے کہ (پلیٹس نے) 'بمعنی شتر بتایا ہے ، لیکن 'سار' بمعنی رسی ، باگ ہے' گویا ناقد کے نزدیک 'سار' بمعنی شتر غلط ہے - مگر ناقد کے دعوی کی تائید فارسی کتب لغت سے نہیں ہوتی - 'سار' کے ایک معنی 'اونٹ' 'برہان قاطع' میں بھی مندرج ہیں - 'برہان قاطع' کا اندراج یہ ہے : 'و بمعنی شتر ہم آمدہ است ، چہ شتر بان را 'سار بان' گویند' فارسی لغت میں 'سار بان' کی تشریح یوں کی گئی ہے : بمعنی محافظت کنندہ و نگاہ دارندہ شتر باشد چہ سار بمعنی شتر و

بان بمعنی محافظت کنندہ و نگاہ دارندہ آمدہ است' ۔ 'فرہنگ عمید' میں بھی 'ساز' کے ایک معنی اونٹ بتائے گئے ہیں اور اس کی سند میں رودکی کا یہ شعر منقول ہے :

درشتی آں تاجر دولت شعار
صد قطار سار اندر زیر بار

ان اسناد سے ثابت ہے کہ سار بمعنی شتر صحیح ہے اور پلیٹس کے بیان کردہ معنی درست ہیں ۔

۹۳ ۔ 'سارا' کے اندراج پر ناقد نے یوں گفتگو کی ہے : ''عنبر سارا کی مثال کے بغیر اور اس کا وطن شہر سارا خلیج عمان بتایا ہے ۔''

یہ درست ہے کہ پلیٹس نے 'سارا' کے معنی بیان کرتے ہوئے 'عنبر سارا' کی مثال نہیں دی ، مگر پلیٹس نے اس کے وطن کے متعلق اشارہ تک نہیں کیا ۔ ممکن ہے یہ ناقد کا اپنا اضافہ ہو ۔ پلیٹس نے 'عنبر سارا' کی مثال شاید اس لیے نہیں دی کہ 'سارا' محض 'عنبر' سے مخصوص نہیں ، بلکہ مشک اور زر کی صفت کے طور پر بھی مستعمل ہے ۔ مثلاً

چہ حاصل ز انکہ دانی کیمیا را
پس خود را نکردہ زر سارا

۹۴ ۔ 'سورٹھ' پر کلام کرتے ہوئے ناقد نے لکھا ہے : 'ایک قسم کا گیت ، لیکن پنگل کی ایک بحر کا نام بھی ہے' ۔

حقیقت یہ ہے کہ 'سورٹھ' ایک راگنی کا نام ہے ۔ پلیٹس نے بھی اسے 'راگنی' ہی لکھا ہے ، مگر ناقد نے اس سے گیت مراد لیا ہے ۔ حالانکہ اصطلاحی طور پر گیت اور راگنی مختلف اصناف موسیقی ہیں ۔ 'سورٹھ' کھماچ ٹھاٹھ کی اوڈسیمبورن یا اوڈو کھاڈو راگنی ہے جو دوپہر کے وقت گائی جاتی ہے ۔

جہاں تک اس کے معنی 'بحر' کا تعلق ہے تو پلیٹس نے 'بحر' کے معنی میں 'سورٹھا' الگ درج کیا ہے ۔

۹۵ - 'عفریت' پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے بتایا ہے کہ 'اصلاً بمعنی غار ہے کہ عفریت اسی میں رہتا ہے'۔

کسی فرہنگ نگار نے 'عفریت' کے معنی غار نہیں بتائے ۔ پلیٹس نے اسے 'عفر' سے ماخوذ بتایا ہے ، جس کے معنی خاک میں لوٹنا ہیں ۔ عربی میں 'عفر' ان معنوں میں مستعمل ہے ۔

'المنجد' میں 'العفر' بمعنی شجاع ، الغلیظ الشدید ، 'العفر' کے تحت رجل عفر بمعنی خبیث ، 'عفری و عفارتہ' بمعنی خبیث ، 'العفارہ' بمعنی الخبث والنکر اور 'العفریہ' (جو 'عفریت' ہی کا عربی املا ہے) کے معنی 'الداہیتہ الشدید الدہا الخبیث' درج ہیں کہیں بھی اس کے معنی 'غار' مذکور نہیں ہیں ۔

۹٦ - 'نوتن' کی تشریح فاضل ناقد نے یوں فرمائی ہے : 'بمعنی تازہ و فرحاں لڑکی ، نیوتا کی مونث'۔

پلیٹس نے اس کے معنی میں کہیں لڑکی کا ذکر نہیں کیا ۔ بلکہ 'نوتن' کو بطور صفت (adjective) درج کیا ہے اور اس کے معنی 'نیا ، تازہ ، حالیہ ، جدید ، نوجوان ، انوکھا اور عجیب بتائے ہیں ۔ اور 'نوتن کرنا' کے معنی نیا کرنا ، تجدید کرنا ، لکھے ہیں ۔ 'نوتن' کو 'نیوتا' کی مونث کہنا بھی درست معلوم نہیں ہوتا ۔ کیونکہ 'نیوتا' کے معنی 'دعوت' ہیں ۔

۹۷ - 'نیایتا' کی تشریح ناقد نے یوں فرمائی ہے : حاصل مصدر بمعنی عمدگی و تہذیب و خوش اطواری'۔

پلیٹس نے 'نیایتا' اور 'نیایتو' اکٹھے درج کیے ہیں پہلے کو اسم مونث اور دوسرے کو اسم مذکر بتا کر ان کے مشترکہ معنی Fitness, propriety لکھے ہیں ۔ معلوم نہیں فاضل ناقد نے ان کا ترجمہ 'عمدگی و تہذیب و خوش اطواری' کس قرینہ سے کیا ہے ۔

جـــزو دوم

"فرہنگ آصفیہ"

۹۸ - قواعد پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے اعتراض کیا ہے کہ فرہنگ آصفیہ میں درد انگیز اور درد مند اور اسی قبیل کے سیکڑوں لفظوں کو بجائے اسم فاعل بتانے کے اسم صفت کے طور پر درج کیا گیا ہے - جو ناقد کی رائے میں سراسر غلط ہے -
حقیقت یہ ہے کہ فارسی اور عربی کے اسمائے فاعل اردو میں بطور صفات مستعمل ہیں - مثلاً 'مرد عاقل' اور 'دل درد مند' میں عاقل اور درد مند جو اسمائے فاعل ہیں بطور صفت استعمال ہوتے ہیں - اس لیے ایسے اسم فاعل کو صفت فاعلی بھی کہا جاتا ہے - اسی حقیقت کے پیش نظر اکثر فرہنگ نگاروں نے ایسے اسم فاعل کو بطور صفت درج کیا ہے - اس باب میں 'فرہنگ آصفیہ' کے مولف قصور وار نہیں ہیں - اگر یہ گناہ ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ : ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

۹۹ - 'پادری' پر بحث کرتے ہوئے ناقد نے ایک فقرہ میں 'چھاءنیوں' لکھا ہے - جو یقیناً سہو قلم ہے - صحیح 'چھاؤنیوں' ہے -

۱۰۰ - اسی طرح ایک جگہ پر 'ورود' کی جگہ 'ورد' لکھا ہے -

